۷۸۶

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

روزنامچے
مصائب غدر

مترجمہ

ڈاکٹر مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زیر نگرانی

سمد نظامی ایم۔اے نبیرہ مترجم رح

قیمت دو روپیہ پچاس پیسے

ناشر

کتب خانہ نذیریہ - مسلم منزل کھاری باؤلی دہلی

وم

مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

روزنامچہ مصائب غدر

مقام کسورہ میں (جو دریائے رام گنگا کے بائیں کنارے پر فتح گڈھ سے تخمیناً بارہ ۱۲ میل دور گوشہ شمال و مشرق میں واقع ہے) ۲۷۔ جولائی سنہ ۱۸۵۷ء

ابتدائے یکم جون سے آج یہ پہلا وقت ہے کہ لکھنے کا سامان مجھ کو میسر ہوا اس لئے اس روز مصیبت یعنی یکم جون سے جب خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ میں آوارہ اور مفرور ہوں جو حوادث مجھ پر واقع ہوئے ان کا بیان جہاں تک یاد داشت سے صحیح صحیح مل سکتا ہے خوب یاد کر کے قلم بند کرتا ہوں۔ پہلے بطور تمہید مجھ کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ میرٹھ کے فساد اور خونریزی کے کچھ ہی پیچھے اور مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۔ مئی کے قریب قریب ضلع بدایوں علاقہ رہیل کھنڈ میں جہاں کا میں مجسٹریٹ اور کلکٹر تھا بے انتظامی کا مواد ظاہر ہونا شروع ہوا۔ یہ وبا گنگا کے داہنے کنارے کے نواحی سے پھیلی جو اس وقت کھلم کھلا بغاوت میں تھے لٹیروں کے گروہ

ایسے نکل کھڑے ہوئے کہ گویا جادو کے زور سے پھیل گئے ہیں اور سڑکوں پر غارت گری کرنا اور دیہات کو جلانا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ مجھ کو اپنی بیوی اور بچّے کی حفاظت کا خوف ہوا، اور ان کو ایک جائے محفوظ یعنی نینی تال پہ روانہ کر دیا اور وہاں یہ لوگ امن سے پہونچ گئے لیکن کچھ بہت پہلے روانہ نہیں ہوئے کیوں کہ بریلی میں ایسے وقت ہو کر نکلے جب کہ تمام میمیں اور بچے اس مقام کو چھوڑ کر چلے جا چکے تھے اور ٹھیک اس دن کے ایک ہفتہ بعد وہاں بلوا اور خوں ریزی واقع ہوئی۔ کھلبلی کے شروع ہوتے ہی میں نے اپنے ضلع میں جماعت پولیس کو کیا سوار کیا پیادے اپنی ذمہ داری پر دونا کر دیا لیکن باوجودیکہ میں القائے امن میں کوشش کرتا تھا بدانتظامی روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ گنگا پار ٹھیک بدایوں کے محاذی ضلع ایٹہ میں پرلے درجہ کی بے بندوبستی تھی آگرہ اور کلکتہ اور جنوب سے ہماری خط وکتابت بالکل منقطع ہو گئی تھی ڈاک والے شوارع عظیمہ پر ڈاک نہیں لے جا سکتے تھے ضلع مرادآباد میں جو شمال کی طرف بدایوں سے ملحق ہے رجمنٹ کے سپاہیوں نے جیل خانہ توڑ ڈالا اور قیدیوں کا جم غفیر رہا کر دیا مجھ کو اس واقعہ کی اطلاع کیمبل صاحب جنٹ مجسٹریٹ کی مختصر چھٹی سے ہوئی۔ انھوں نے مجھ کو لکھا کہ اپنی خبرداری کرتے رہئے گا کیونکہ قیدیان رہا شدہ میں وہ مشہور بد ذات بخو خاں[1] بھی ہے۔

اس بخو خان نے کورٹ صاحب جنٹ مجسٹریٹ بدایوں کے مار ڈالنے کا

---

[1] یہ بخو خان پھر تو باغیوں کا مشہور سردھرا ہو گیا اور یہ بھی سنا گیا کہ وہ جونس صاحب برگیڈیر کی فوج کے ہاتھوں سے مرادآباد علاقہ روہیل کھنڈ میں گرفتار ہوا ۱۲

ارادہ کیا تھا اور قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو کیونکہ اس نے صاحب کے ایسا زخم لگایا تھا کہ اُس سے صاحب کے ہاتھ کی دو انگلیاں کٹ گئیں تھیں ایسے جرم کی پاداش میں بخو خان کو مادام الحیات کالے پانی کا حکم ہو چکا تھا دو برس تک تو وہ پولیس والوں کے ہاتھ نہ لگا آخر کو میں نے اس بدذات کو پکڑ پایا اور اس کو سزا دلوائی اسی سبب سے وہ مجھ سے بہت ہی جلا ہوا تھا اور جیسا کہ کیمبل صاحب نے مجھ کو لکھا فی الحقیقت وہ مجھے قتل کرنے کی نیت سے خود بدایوں کی طرف چل کھڑا ہوا یہ خبر گو مجھ کو پہلے سے معلوم ہو گئی لیکن کیا حاصل کیونکہ میں ایسے وقت میں اس کے دفعیے کا کچھ بندوبست نہیں کر سکتا تھا ضلع کی حکومت پر تخمیناً گیارہ لاکھ خودسر لوگوں میں اکیلا میں ایک انگریز افسر تھا بالکل بندوبست اور جواب دہی میرے ذمے تھی صرف ایک مسلمان ڈپٹی کلکٹر میرا نائب تھا وہ اسی مہینے کے شروع میں یہاں آیا اور ہنوز میں نے کوئی کام بھی اس کو سپرد نہیں کیا تھا سب جگہ سے زیادہ قریب بریلی میں چند انگریز تھے سو بھی بدایوں سے تخمیناً ۳۰- میل دور- پیر کے دن مئی کی پچیسویں تاریخ مجھ کو تحقیق خبر ملی کہ شہر بدایوں کے مسلمان جو بتقریب نماز عید آج جمع ہوئے ہیں دن ڈھلے ہنگامہ برپا کرنے والے ہیں اور اس کا انجام غالباً یہ ہوگا کہ شہر لوٹا اور تباہ کیا جائے جتنے رئیس اور مقتدر مسلمان اس شہر میں رہتے تھے میں نے جھٹ پٹ ان کو اپنے بنگلے پر ملاقات کے لئے بلوایا وے لوگ فوراً چلے آئے اُن میں سے اکثر تو بہت درشت اور گستاخ اور سب کے سب نہایت برافروختہ حالت میں تھے جب یہ لوگ بیٹھے اور میں نے اُن

سے بات کرنی شروع کی میں نے وزیر سنگھ اپنے اردلی کے ایک سکھ چپراسی کو دیکھا کہ میرا پنج نالی طپنچہ کمر میں لگائے اور میری بندوق ہاتھ میں لئے چپکے سے میرے پیچھے آیا اور میری کرسی سے لگ کر کھڑا ہو گیا غل غپاڑے اور شور و غوغا میں جہاں تمام لوگ مسلح تھے اس کے آنے کی طرف میں نے کچھ خیال نہ کیا لیکن اس کے قیافہ متانت و استقلال آمیز سے مجھ کو معاً اس امر کا یقین ہوا کہ یہ آدمی مشکل پڑے پر ساتھ دینے والا ہے یہ وزیر سنگھ جس کی آزمودہ وفاداری اور دلیری اور جاں نثاری سے میں اس کو ایسا سمجھتا ہوں جیسا پال نے اونسس سے کہا تھا کہ "اب ہم تجھ سے نوکروں کی طرح محبت نہیں کرتے بلکہ بھائی کے مانند عزیز رکھتے ہیں" اور وہ شخص اس قابل ہے کہ یہاں میں اس کا کچھ حال لکھوں۔

پنجاب میں امرت سر کے پاس نوشہرہ ایک شہر ہے یہ وہاں کا باشندہ ہے اور ابتدا ۲۹ نمبر رجمنٹ ہندوستانی کا ایک سپاہی تھا یہ وہ رجمنٹ ہے جس نے شاہ جہاں پور میں بغاوت کی اور اپنے افسروں اور تمام انگریزوں کو جو وہاں کے گرجا میں تھے قتل کیا چند سال پہلے وہ سہارنپور میں کمان پر تھا وہاں کے پروٹسٹنٹ پادریوں نے اس کو عیسائی کر لیا لیکن اس نے ہنوز شرف اصطباغ[1] حاصل نہیں کیا تھا۔

دسمبر ۱۸۵۷ء میں میرے خزانے پر پہرہ دینے کے لئے اپنی کمپنی کے ساتھ وہ

---

[1] وزیر سنگھ کو بنارس میں ۱۶۔ تاریخ مارچ گذشتہ کو پادری جمس کنڈی صاحب نے اصطباغ دیا اور بجلدوے ان وفادارانہ خدمتوں کے جو اس نے ایام غدر میں کیں اس کو سرکار سے پنشن حین حیات بھی عطا ہوئی۔

شاہ جہاں پور سے جہاں اس کی رجمنٹ مقیم تھی بدایوں میں آیا یہاں اتفاق سے چند ہندوستانی عیسائی تھے اور نماز کے لئے ان کے ساتھ ہر ایک اتوار کو میرے بنگلے پر آیا کرتا۔ جب کمان کی مدت پوری ہو گئی اور اپریل ۱۸۵۷ء میں کمپنی صدر مقام کو لوٹ گئی وزیر سنگھ عیسائیاں بدایوں کی محبت کے سبب رجمنٹ سے نام کٹا کر شروع مئی میں بدایوں چلا آیا میں نے اس کو مجسٹریٹی کی رو سے اپنی میں رکھ لیا اس لئے جب کہ عید کے تیوہار میں وہ اتفاق پیش آیا جسکی طرف میں ایما کر چکا ہوں اس سے صرف چند روز پہلے سے وہ میرے پاس تھا اسی نظر سے اس کی اس وقت اور اس کے بعد کی جاں نثاری اس کیلئے زیادہ اعزاز کی بات ہے کیوں کہ بخیال حقوق آقائے حال کے سرزد ہوئی نہ بلحاظ قدیم الخدمتی کے اب میں پھر ان لوگوں کا ذکر کرتا ہوں جن کو میں نے ملاقات کے بلوایا تھا بتدریج وے ٹھنڈے ہوئے اور میں نے ان کو باتوں میں لگا لیا اور ان کے ساتھ مباحثہ کرنے لگا اور سب سے بڑھ کر تو یہ کیا کہ ان کو ایک دوسرے سے توڑ لیا کیوں کہ یہ تو مجھ کو معلوم تھا ہی کہ ان میں سے بہتیروں میں باخود باہم بڑی عداوت ہے الغرض میں نے ایسا بندوبست کیا کہ ان کا خیال بانٹ دیا۔ یہاں تک کہ جو وقت ہنگامہ پردازی کے لئے مقرر تھا ٹل گیا منصوبے جو ان لوگوں پہلے سے باندھ رکھے تھے اس وقت تو رہ گئے اور مجھ کو نہایت خوشی ہوئی کہ وہ دن (اُفوہ کتنا لمبا تھا) چپ چاپ گذر گیا مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ عمر بھر اپنے ملک کے آدمی سے بات چیت کرنے کی مجھ کو ایسی تمنا نہیں ہوئی جیسی ان مصیبت کے دنوں میں یعنی ۲۰ مئی سے

۲۷- تک مجھ کو اپنے خزانے کے گارد کے سپاہیوں سے جو بریلی کی اٹھویں
رجمنٹ ہندوستانی کے جوان تھے نامطمئن رہنے کے تو بہت سے سبب تھے
اور کسی طرح خاطر جمع نہیں ہوتی تھی کہ میں ان بھلے مانسوں کے زیر سایہ بیٹھا
رہوں ان کا کیا اعتبار ہے خدا جانے کس وقت بغاوت کر بیٹھیں اور مجھ
کو مار ڈالیں میرے پاس جو پولس کے لوگ تھے اتنے تھوڑے تھے کہ میں
ان پر بھروسا نہیں کر سکتا تھا اور مجھ کو اپنی بیکسی بہت ہی اکھرتی تھی اسی
لئے یہ کچھ تھوڑی مسرت کی بات نہ تھی کہ جب میں ۲۷ مئی کو اکیلا حاضری
کھانے بیٹھا تو میں نے الفرڈ فلپ صاحب اپنے چچازاد بھائی ایٹہ کے مجسٹریٹ
کو دیکھا کہ دس بارہ سوار کچھ تو بے آئین رسالوں کے مختلف رجمنٹوں کے
اور باقی یہی پولیس کے ہمراہ لیے چلے آرہے ہیں انھوں نے اپنے
ضلع کی حالت تو بہت ہی ماتم انگیز بیان کی اور قصبہ کاسگنج میں باغیوں کے
ایک گروہ سے اور ان سے ایک معرکہ بھی ہو گیا جس میں انھوں نے خود اپنے
ہاتھ سے تین آدمیوں سے کم نہ مارے ہونگے یہ اس غرض سے گنگا اتر کر آئے
تھے کہ بریلی جائیں اور کچھ فوج ہنگامہ فرو کرنے کے لئے ساتھ لائیں میں اس
امید پر ان کو ملامت کرنے میں معذور تھا میں نے ان سے کہا کہ میں خود
کئی دفعہ مدد مانگ چکا ہوں نہیں ملی کوئی آدمی خالی نہیں تیسویں تاریخ تک
کام یوں ہی روز بروز بد تر ہوتا گیا بے بندوبستی خصوصاً اس سبب سے اور
بھی زیادہ ہوئی کہ میں اپنا مقام چھوڑ کر موقع ہنگامہ تک نہیں ......

نہیں جاسکتا تھا کیوں کہ میرے پاس کوئی افسر ایسا نہ تھا جس کو میں خزانہ سپرد کر جاتا۔ تیسویں تاریخ ہفتے کے دن تیسرے پہر مجھ کو مجھ کو معلوم ہوا کہ قصبہ عظیم بھلسیہ پر باغی حملہ کرنے کو ہیں میں نے جھٹ پٹ بریلی کو صاحب کمشنر کے پاس اس التجا سے ایک پیغام بھیجا کہ کچھ مدد میرے پاس بھیجے میری پولیس کے لوگ تو کیا پرانے ملازم اور کیا نئی بھرتی کے ایسے مشکل موقع میں ہرگز مقابلے کے قابل نہیں ہیں بلکہ خفیف معرکوں میں بھی ان سے کچھ ہونے کی امید نہیں ہے۔ اتوار کے دن مئی کی ۳۱- تاریخ میں نے بدالیوں کے نمازیوں کو کہ چند آدمی تھے جمع کیا اور سب نے جماعت سے نماز پڑھی جب ھندوستانی زبان میں نماز شام پڑھ چکا اسی وقت ایک شخص ایٹہ سے فلپ صاحب کے نام کی چٹھی ان کے کسی ھندوستانی اھل کار کی لکھی ہوئی لئے ہوئے آیا اس میں لکھا تھا کہ براؤن صاحب فتح گڈھ کے جنٹ مجسٹریٹ و پلٹنیں ساتھ لے کر بندوبست کرنے کے لئے کل ضلع ایٹہ کے صدر مقام پٹیالے میں آنے والے ہیں ہم دونوں اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور منصوبے سوچنے لگے کہ کیوں کر پہلے فلپ صاحب اپنے ضلع کے باغیوں کو سزا دیں اور پھر میرے ضلع کا بندوبست بٹھانے میری مدد کو چلے آئیں تھوڑی دیر بعد ۹- بجے رات کے قریب میری درخواست استمداد کے جواب میں صاحب کمشنر بہادر نے یہ پیغام بھیجا کہ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک کمپنی ایک انگریز کے تحت میں آپ کی مدد کو آج بریلی سے روانہ ہوگی۔ میں نے فوراً ان لوگوں کو آدھے رستے سے لے آنے کے لئے چھکڑے بھیجنے کا بندوبست کیا

تاکہ یہ لوگ سیدھے بھلسیہ کو جس پر حملۂ باغیاں کا خوف تھا چلے جائیں اور وہاں تازہ دم اور بے تکان پہونچیں پھر میں نے صاحب کمان افسر کے نام چٹھی دے کر ایک سوار کو دوڑایا اور ان کو اس بندوبست کی اطلاع دی اور یہ لکھ بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو جھپٹے چلے آیئے اس کے بعد میں خوش و خرم آرام کرنے کو جا لیٹا فلپ صاحب بھی میری طرح اس امید سے محفوظ تھے کہ اب بقدر ضرورت مدد کافی مل گئی صبح کے تین بجے ایٹہ لوٹ جائیں گے ڈھائی بجے کے قریب میں ان کو جگانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا میں اپنے کمرے سے باہر نکلنا چاہتا تھا کہ اتنے میں ایک چپراسی میرے پاس یہ کہتا ہوا اندر آیا کہ جس سوار کو حضور نے کمپنی کے پاس بھیجا تھا ابھی واپس آیا اور یہ ہولناک خبر لایا ہے کہ بریلی سے بدایوں کے آٹھ میل ادھر تک جیل خانے سے بھاگے ہوئے قیدی سڑک پر چھائے ہوئے پڑے ہیں سپاہیان بریلی اتوار کے دن دوپہر سے پہلے کھلم کھلا باغی ہو گئے انگریزوں کو مار ڈالا چھاؤنی کو پھونک دیا اور بڑے صدر جیل خانے کو جس میں تخمیناً چار ہزار ہندوستان کے چھٹے ہوئے بدمعاش قید تھے توڑ ڈالا اور انھیں باغیوں کا ایک دستہ بدایوں کو جھپٹا چلا آرہا ہے تا خزانہ کے گارد والوں سے آملے اور شہر کو لوٹے اور پھونکے۔ بے شبہ یہ خبریں بڑی مہیب تھیں اور سوار کی گھبرائی ہوئی صورت اور گھوڑی کے ہانپنے سے معلوم ہوتا تھا کہ روایت بہت صحیح ہے اور وہ بیچارہ مجھ کو خبر پہونچانے کے لئے اپنی جان لے کر بھاگا ہے۔ میں نے فوراً فلپ صاحب کو جگایا اور مصیبت ناک خبر ان سے کہی انھوں نے اپنے گھوڑے اور ساتھیوں

کو طلب کیا اور دس منٹ بعد سوار پوریہ بھگاتے ہوئے چل دیئے تاکہ پہلے
سے گنگا پار اتر جائیں ایسا نہ ہو کہ قیدی یا باغی آجائیں اور انکو اپنے مقام
پر جانے سے روکیں میں نہایت تاسف کرتا ہوں کہ میں نے ایسا کیوں نہ کیا
بدایوں سے چلا گیا ہوتا کہ یہاں میرے رہنے سے کچھ بھی فائدہ نہیں تھا۔ لیکن میں
تو اس کو اپنا فرض نوکری سمجھتا رہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلوں اور جہاں تک
نا ئہ ہے اسکی پتوار نہ چھوڑ دوں۔ میں اپنے کمرے میں گیا اور بہت زاری سے
دعا مانگی کہ اے خدا مجھ کو بچا اور وہ راہ دکھا جس پر چلنا میرے حق میں
انفع ہو اور مجھ کو فرض نوکری ادا کرنے کی توفیق دے تب میں نے اپنے
کوتوال کو بلایا اور بتاکید اس کو ہدایت کی کہ حتی المقدور ایسا بندوبست کرنا
کہ جب تک ہو سکے شہر میں امن و عافیت قائم رہے میرا مطلب یہ تھا کہ
قیدیاں مفرور کے غول چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں یہاں نہ آنے پائیں اور حسن
اتفاق سے میں اس ارادے میں کامیاب بھی ہوا۔ دن کے دس بجے کے
قریب میرے ضلع کے نیل والے صاحب یعنی ڈونلڈ صاحب اور ان کا
لڑکا مجھ سے آملے یہ لوگ موضع اگھانی میں رہتے تھے وہاں ان کو جان
کا خوف ہوا اور بچاؤ کے لئے یہاں چلے آئے گبسن صاحب گرد آور
پرمٹ نے بھی میرے گھر پناہ لی یہ بے چارے چند روز کے واسطے کسی
کام کے لئے اس ضلع میں آئے تھے آکر پھنس گئے اسی طرح سٹوارٹ صاحب
میرے دفتر کے کرانی بھی اپنی بیوی اور بچوں کو لے کر میرے یہاں آرہے
ان لوگوں کو یہ خیال تھا کہ میں ان کو بچا سکتا ہوں حالانکہ کہ میں انگریز دل

کے اکٹھے ہو کر رہنے سے خواہ مخواہ لوگوں کو بھرم ہوا اور ہمارے لئے مخطرہ
زیادہ ہوگیا اور ساتھ ہی میری نقل و حرکت کو روکا میں تو مطمئن تھا کہ جب
تک میں اکیلا ہوں اپنے امن کے تدبیر کر سکتا ہوں کیوں کہ ضلع میں ایسے
بہت لوگ میرے دوست تھے جو مجھ کو پناہ دے سکتے تھے بلکہ یہ لوگ خود
اسکے آرزومند تھے لیکن بہت سے آدمیوں کو پناہ دیکر اپنے امن کو تذبذب
میں ڈال دینا کسی طرح پسند نہیں کرتے تھے خصوصاً اس سبب سے کہ ان
میں بعض لوگوں نے ایسی زمینداریاں مول لی تھیں. جو ہماری دیوانی عدالتوں
کی ڈگریوں میں سختی کے ساتھ نیلام ہوئی تھیں اور اسی سبب سے ضلع کے
لوگ ان سے عداوت رکھتے تھے پچھلے بارہ یا پندرہ برسوں میں ایسے نیلام
بڑی کثرت سے ہوئے اور تحصیل مال گذاری کے ایسے طریقے جاری ہوئے
کہ ملک کے رئیس برباد ہو گئے اور دیہات کے جتھے ٹوٹ گئے میں تو انھیں وہ باتوں
کی طرف اپنے ضلع اور دیگر اضلاع ملحقہ کی بے بندوبستی منسوب کرتا ہوں
اکثر ذی رتبہ اور مقتدر خاندانوں کے علاقے فریب یا دغابازی سے چھن
گئے اور اجنبی لوگوں مثلاً مہاجنوں یا سرکاری ملازموں نے جن کا پاس یا دباؤ
رعایا پر مطلق نہ تھا خرید لئے یہ لوگ خود بھی اپنے خریدے ہوئے علاقوں سے
علی الاکثر غیر حاضر رہا کرتے ہیں یا تو وہاں رہنے سے ڈرتے ہیں یا وہاں کا رہنا
ان کو خوش نہیں آتا کیوں کہ ان کو وہاں کے لوگ غاصب اور دخیل بے جا
کی طرح دیکھتے ہیں پھر ان چھنے ہوئے علاقوں کے مالکان قدیم اس آراضی
پر جو پہلے کبھی ان کی اپنی تھی کاشتکارانہ قابض ہیں اور اپنی حالت کا انقلاب

ان کو نہایت رنج دہ ہوتا ہے گو قبضہ مالکانہ اراضی ان کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن رعایا کی محبت اور ہمدردی پر ویسا ہی مستقل موروثی قبضہ رکھتے ہیں جیسا ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور رعیت بھی آمادہ و متمنی ہے کہ جب کبھی اُن کے لکھیا کھریا ہوا درجہ یا اپنے علاقوں پر قبضہ حاصل کرنے کا ارادہ کریں ان کا ساتھ دے ضلع بدایوں میں اس طرح کے مالکان قدیم اب تک موجود ہیں لیکن کاشتکاری کی حالت میں نہ مالکیت کی جو لوگ ان کی جگہ زمین کے مالک ہوئے ہیں ان میں سے کسی کو وہ قوت اور دباؤ حاصل نہیں کہ امن خلائق کے قائم رکھنے میں کچھ میری مدد کر سکتا بلکہ برخلاف اس کے رعیت میں سے جو لوگ کہ سب سے پہلے مجھ سے مدد مانگنے آئے یہی مالکان جدید تھے جن سے مجھ کو یہ الٹی امید رکھنی چاہئے تھی کہ بندوبست کے قائم رکھنے کیلئے یہ لوگ وسائل کافی و ذرائع وافی ہیں علاوہ بریں جو لوگ دہقانی لوگوں کے بڑے گروہوں کو زیر کر سکتے ہیں ہنگامہ اور شورش برپا ہونے میں اپنا فائدہ سمجھتے تھے۔

بلوے سے ایک برس بلکہ آگے میں نے حکام اعلیٰ سے صاف صاف بیان کر دیا تھا کہ دیوانی عدالتیں اپنے اختیارات بہت بری طرح عمل میں لاتی ہیں ان کا یہ طریقہ نہایت بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ تھوڑے تھوڑے قرضوں کے لئے منافع و مرافق آراضی نیلام کروا ڈالتی ہیں اور اس سبب سے انتظام تمدن میں خطرناک ردوبدل پیدا ہوتا ہے میں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ اگرچہ پرانے خاندان جلد بے دخل کر دیئے جا سکتے ہیں لیکن

ہم پچھلی باتوں کی یاد تو نہیں مٹا سکتے یا ان میں اور رعایا میں جو قدیم کا تعلق ہے
اس کو تو ناپید نہیں کر سکتے میں نے صاف صاف پوست کندہ کہہ دیا تھا کہ ہم
ان لوگوں کے آپس کے روابط توڑ دینا چاہتے ہیں اس کے برخلاف جب کبھی
کوئی بلوا ہو پڑا تو ہم پائیں گے کہ مالکان قدیم کا یہ بڑا اور دباؤ والا گروہ کہ اسی
کے ذریعے سے ہم لاکھوں آدمیوں کی دہقانی جماعتوں کو زیر اور مطیع کرنے
کی امید رکھتے ہیں ہمارے مقابلے میں دشمن کی طرف اپنے موروثی ہمراہیوں
اور ساتھیوں کو لئے صف باندھے ڈٹا ہو گا میرے جتانے پر کچھ التفات نہ
ہوا اور میں ڈرپوک سمجھا گیا کہ تم نے اب تک صرف ملکی صیغے میں نوکری کی
ہے معاملات مالی میں بالکل ناآزمودہ کار ہو اور اس باب میں رائے صائب
نہیں دے سکتے اس وقت مجھ کو یہ تھوڑا ہی خیال تھا کہ میرے اندیشے
اور پیش گوئیاں ایسی جلد سچی ہو جائیں گی۔ اس بلوائے عظیم کے پیشوا اور رہنمائی
دینے والے کوئی لوگ ہوں یہ تو اُن کو پہلے سے معلوم تھا کہ ممالک
شمال و مغربی میں یہ دیہاتی لوگ ان سببوں سے نہایت برافروختہ حالت
میں ہیں اور اسی لئے انھوں نے بجلی کی طرح لپکتی ہوئی چپاتیاں آمادہ کر
دینے کو ان میں دوڑائیں یہ روٹیاں ایسی جلدی سے کہ عقل حیران ہوتی ہے
طول و عرض زمین پر ہو کر گذر گئیں یہ کہہ دینا تو ناممکن ہے کہ یہ پہلے کہاں
سے آئیں لیکن مجھ کو یقین ہے کہ بارک پور سے چلیں کہ وہیں سپاہیان باغی
کے انبوہ کثیر جمع تھے چپاتیاں میرے ضلع میں ضلع شاہجہاں پور کے ایک
دیہ ملحقہ سے آئیں وہاں کے ایک گانوں ضلع بدایوں کے پاس والے گانوں

کے چوکیدار کو دو روٹیاں حوالہ کیں اور یہ حکم سنادیا کہ چھ تازی روٹیاں پکا کر دو تو اپنے لئے رکھ چھوڑ اور باقی دوسرے گاؤں کے چوکیدار کو جا کر دیدے اور وہ بھی ایسا ہی کرے اور بحث و تقسیم اسی طرح ہوتی چلی جائے مجھ کو یقین واثق ہے کہ سب قسم کے دیہاتی لوگ جن میں یہ روٹیاں پھیلیں ان کے اصلی مطلب سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسا میں لیکن یہ تو کھلی بات ہے کہ یہ ہوشیار کر دینے کے لئے مخفی نشانی تھی اور لوگوں کے دل ان کے ذریعے سے ہوشیار اور برانگیختہ ہو گئے جب میرٹھ اور دہلی میں بلوا ہوا روٹیوں کے معانی کھل گئے اور خلقت نے جان لیا کہ ان سے کیا مراد تھی بدایوں میں لوگ گروہ بن بن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ضلع تماشاگاہ شورش و ہنگامہ مالکان قدیم کو خریداران نیلام کے مار ڈالنے یا بے دخل کر دینے کا موقعہ اور اپنے موروثی علاقوں پر پھر قابض بن بیٹھے اب یہ اندیشہ ہے کہ ہماری رعیت کا بہت بڑا گروہ جو گنتی میں ہزاروں ہی ہونگے اور یہی لوگ حقیقۃً شخص سلطنت کے اعضاء رئیسہ ہیں سرکار کا اقتدار پھر آنے سے ہرگز راضی نہ ہوں گے ان لوگوں کو یہ خیال ہے کہ سرکار نے ہمارے ساتھ سختی کی اسی کے آئین نے ہم کو مغلوب اور بے دخل کیا یہ لوگ تصوّر کرتے ہیں کہ امن کے ہوتے ہی سرکار پہلا کام یہی کرے گی کہ خریداران نیلام کو پھر قبضہ دلائے اور ہم لوگوں کو خارج کرے مجھ کو یقین واثق ہے کہ فوج کتنی ہی کثیر ہو ہماری عملداری پھر نہیں بٹھا سکتی جب تک کہ پچھلی برائیوں کی تلافی کا کچھ بندوبست نہ کیا جائے اور کچھ ایسی قرارداد نہ ہو جس سے پرانے خاندان بحال کئے

جائیں اور لوگ اس قدر ہم سے مانوس ہو جائیں کہ ہمارا ساتھ دینے میں ہمدردی کریں اور اپنا فائدہ سمجھیں اور ساتھ ہی خریداران نیلام کی بھی کماحقہ خبرگیری کی جائے مجھ کو پورا بھروسہ ہے کہ اگر ناراضی کے یہ سبب نہ پائے تو دیہات کے لوگ بلوا کرنے میں کبھی سپاہیوں سے نہ ملتے کیوں کہ وے سپاہیوں کو برا سمجھتے تھے انھوں نے کارتوس یا اس آٹے کی طرف جس کو لوگ کہتے تھے کہ آدمیوں کی ہڈیوں سے بنتا ہے کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ یہ غوغا ان کو محرک ہوا کہ دین میں کچھ رخنہ پڑنے والا ہے یہاں تو ان کے حقوق اور منافع آراضی اور موروثی قبضوں کا ذکر ہے جن کو وے بالاتفاق جان سے زیادہ عزیز رکھا کرتے ہیں اور انھیں باتوں سے یہ لوگ بگڑ اٹھتے ہیں اب میں ان حوادث کے ذکر کی طرف رجوع کرتا ہوں جو کم بخت پہلی تاریخ جون کو واقع ہوئے دوپہر کے قریب میں نے اپنے مہمانوں کو الگ کمرے میں اکٹھا کیا اور ہم سب نے مل کر صمیم قلب سے دعا مانگی کہ اے خدا اس ناامیدی کی حالت میں ہم پر اپنا رحم کر اور ہم کو بچا مجھ کو یقین ہے کہ ہماری دعائیں مستجاب ہوئیں لیکن اس وقت جو لوگ موجود تھے اپنے سوا مجھ کو کسی کا حال معلوم نہیں کہ کس پر کیا بیتی پھر میں نے دونوں ڈونلڈ صاحب اور گبسن صاحب اور سٹوارٹ صاحب کو منتیں کر کر کے سمجھایا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر پہاڑ کی راہ لو ابھی موقع ہے اور الگ رہنے کی بہ نسبت اکٹھے ہو کر رہنے اور بھرم بڑھانے سے ہمارے امن کو نہایت خطر ہے مجھ پر تو صریحاً فرض ہے کہ جب تک انتظام کی ایک نمود بھی رہے اپنی جگہ بنا رہوں اور تم لوگوں کو ایسی کیا ضرورت

ہے اپنے بچاؤ کا بندوبست کر دلیکن میری سب دلیلیں اور التماسیں بے فائدہ تھیں وہ لوگ بالکل بت کی طرح گم صم تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو بچنے کی امید صرف اسی میں ہے کہ مجسٹریٹ کو پیٹے رہیں۔ آج کے رفتہ گرمی بہت تھی دن بڑی اداسی سے کٹا مبہم رنگ برنگ خبریں میرے پاس چلی آتی تھیں کہ شہر میں لوگ اٹھ کھڑے ہوئے پولیس والے پھر پڑے میرے مارنے اور خزانہ لوٹنے اور جیل خانہ توڑ ڈالنے کے لئے بریلی سے باغیوں کی ایک جماعت کثیر نزدیک آپہونچی۔ خزانے کے گارد میں اٹھویں ہندوستانی پلٹن کے سو جوان تھے اور وہ پلٹن بریلی میں ایک دن پہلے باغی ہوچکی تھی شام کے چار بجے کے قریب اس گارد کا ہندوستانی افسر صلاحیت کی رپٹ بولنے میرے پاس آیا میں نے اس کو الگ لے جاکر پوچھا کہ سچ بتاؤ کیا حال ہے اس نے سخت قسمیں کھائیں کہ ہمارے بیڑے کا کوئی بھی آدمی بریلی کے بلوے سے واقف نہیں ہے بریلی والے سپاہیوں کے پاس سے کچھ خبر گارد والوں کے پاس نہیں آئی اور کہا مجھ کو بھروسا ہے کہ جب تک کرنیل ٹروپ صاحب زندہ ہیں پلٹن نہیں بگڑے گی پھر اس نے مجھ سے کہا کہ گارد کے جوان شہر کی برافروختہ حالت دیکھ کر سہمے ہوئے ہیں اور ڈر رہے ہیں کہ مبادا بدمعاشوں کا کوئی زبردست گروہ ان پر حملہ کرے اور خزانہ لوٹ لے اور اس نے بالتجا میری منت کی کہ آپ چل کر گارد والوں کے ساتھ رہئے کہ ان کو بھی اطمینان کلی رہے اس کی التجا اور طرز مودبانہ نے تو مجھ کو بالکل دھوکا دیا اور میں سمجھا کہ اگر کبھی کسی نے سچ بولا ہوگا تو وہ یہی

شخص ہے میں نے جھٹ پٹ جانے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا کہ تم چلو
میں بھی پیچھے پیچھے ابھی آتا ہوں تب میں نے اپنی بگھی منگوائی اور قریب تھا
کہ سوار ہو کر ہانکوں اتنے میں وزیر سنگھ آیا اور کہنے لگا کہ میں ان لوگوں کو
خوب جانتا ہوں ان کا ارادہ شرارت کا ہے حضور برائے خدا گارد میں
تشریف نہ لے جائیں میں نے اُس کی نصیحت مان لی اور بگھی بھیج دی
میں اس اتفاق کو نہایت مشکوری کے ساتھ ایسا ہی سمجھتا ہوں کہ جیسے
پچھلے دو مہینوں میں کئی دفعہ خدائے قدیر نے میری جان بچانے کے لئے
اپنی نگہبانی کو دخل دیا اگر میں اپنے تئیں گارد کے ہاتھوں میں سونپ دیتا
تو بس فوراً مجھ کو مار ڈالتے کیوں کہ مجھ کو پیچھے متحقق ہوا کہ صبح کے چار
بجے کے قریب ایک قاصد بریلی کی پلٹن سے گارڈ والوں کے پاس آچکا
تھا کہ یہاں کچھ واقع ہوا اور تم لوگ بھی ہوشیار ہو رہو ہم میں سے ایک
جماعت شام کو بدایوں کی طرف روانہ ہو گی گارد کے جوان ڈیڑھ گھنٹے سے
زیادہ تک میری بگھی آنے کی راہ دیکھتے رہے جب انھوں نے جانا کہ
میں نہ آؤں گا تو وے زیادہ ضبط نہ کر سکے بلکہ کھلم کھلا بغاوت پر ٹوٹ
پڑے ۔ یہ بات تو کچھ بھی مشکل نہ تھی کہ ان میں چند آدمی میرے بنگلے پر چلے
آتے اور مجھ کو پکڑ لیتے یا مار ڈالتے لیکن خزانے کے پاس سے ٹلنے پر
کوئی راضی نہ ہوا اس خوف سے کہ مبادا پیچھے خزانہ لٹنا شروع ہو جائے
اور روپیہ ہاتھ نہ لگے ۔ ان کی پہلی حرکت یہ تھی کہ خزانے سے سو گز کے فاصلہ
پر جیل خانہ تھا اس کو توڑ دیا اور تخمیناً تین سو آدمیوں کو جو اس میں قید تھے

چھوڑ دیا شام کے چھ بجے کے قریب غوغا اور شور وغل ہونے سے میں
سمجھا کہ ہلاکت کا کام شروع ہو گیا اُسی دم مجھ کو خبر ملی کہ باغیان بریلی
شہر میں داخل ہوئے اور بالکل پولیس والے اپنی وردی پھینک پھینک ان
میں جا ملے جب چھوٹے ہوئے قیدی غل مچاتے اور شور کرتے ہوئے
میرے بنگلے کے پاس آ پہونچے تب تو میں نے جانا کہ میرا کام تمام ہوا اور
جس ناؤ پر میں چڑھا ہوا تھا ڈوب گئی اور یہی وقت ہے کہ میں اپنے بچاؤ
کی تدبیر کروں میرا گھوڑا یعنی ایک چھوٹا سا کابلی ٹٹو نقرہ رنگ. جو میری بیوی
کا ہے اور وہی اس پر اکثر سوار ہوا کرتی تھیں اور جس کی تیز روی اور محنت
کشی پر مجھ کو بھروسا تھا تمام دن زین کسا ہوا کھڑا رہتا ہی تھا میں فوراً
اس پر سوار ہوا اور آہستہ آہستہ اپنے بنگلے سے باہر نکلا دونوں ڈونلڈ
صاحب اور گبسن صاحب بھی میرے پیچھے ہوئے ہم نے ارادہ کیا کہ مراد آباد
کی سڑک ہو کر پہاڑ پر چل دیں مگر شہر جس میں اس وقت باغی بھرے ہوئے
تھے ہمارے اور اس سڑک کے بیچ میں واقع تھا اسی لئے میں چاہتا تھا
کہ کسی طرح اتنا وقت گذر جائے کہ باغی خزانے پر جا پہونچیں کیوں کہ یہ تو میں
جانتا ہی تھا کہ وے لوگ پہلے خزانہ کا قصد کریں گے پھر شہر کے گرد اگرد
پھیر کھا کر میں مراد آباد کی سڑک پر جا پڑوں گا جب میں اپنے بنگلے سے کئی
سو گز گیا تو شکوہ پورہ کے ایک مسلمان بڑے خاندانی رئیس جو اکثر میری
ملاقات کو بھی آیا کرتے تھے ملے اور مجھ کو منع کیا کہ شہر کے گرد اگرد نہ
جایئے کیوں کہ سڑکوں پر سپاہی اور چھوٹے ہوئے قیدی جمع ہیں اور میری

منت کرنے لگے کہ چلیئے میرے گھر پناہ لیجئے ان کا مکان جدھر کو میں جا رہا
چاہتا تھا اس سے مخالف سمت میں تخمیناً ۲ میل دور ہوگا میں جھٹ راضی
ہوگیا کہ بہت خوب کیوں کہ مجھ کو یہ امید ہوئی کہ جب تک باغی شہر چھوڑ
جائیں میں ان کے پاس چھپا رہوں گا پھر تو میں ڈٹ کر اپنا کام کرنے لگوں
گا اور انتظام بٹھا لوں گا شیخ نے اس وقت یہ بھی کہا کہ میں صرف آپ اکیلے
کو پناہ دوں گا اور کسی کو نہیں لیکن میں سمجھا کہ سمجھا بجھا کر ان کو اس ارادے
سے روک دوں گا اور سب ملے جلے رہیں گے اور اسی لئے میں نے اس
وقت ان کے کہنے کی پروا نہ کی ہم لوٹے اور شیخ ہمارے ساتھ ہو گئے ہم کو
اپنے بنگلے کے پاس ہو کر الٹا پھرنا پڑا اور اگرچہ مشکل سے دس منٹ گذرے
ہوں گے کہ میں نے اس کو چھوڑا تھا تاہم اتنی ہی دیر میں میں نے دیکھا کہ اس
کی لوٹ شروع ہو گئی اور میرے اپنے چپراسی میرا مال لینے میں مصروف ہیں
پہلا شخص جس کو میں نے اپنی کرچ پہنے دیکھا میری اردلی کا جوان تھا جو بہت
میرے منھ لگا تھا البتہ میں اس وقت ایسی حالت میں نہ تھا کہ اس پر خفا
ہوتا یا اس کو تنبیہ کرتا اب میں نے مجبور ہو کر بیچارے سٹوارٹ صاحب
اپنے گرانی اور ان کے اہل وعیال کو چھوڑ دیا وے سخت مصیبت میں تھے
کیوں کہ انھوں نے میری صبح کی نصیحت پر کہ اپنے بھاگنے کا فکر کرو ابھی
تک ہو سکتا ہے خیال نہ کیا اور اب تو ظاہراً وہ موقع ہی جاتا رہا ان
کے پاس سواری میں فقط ایک بگھی تھی جو صرف پکی سڑکوں پر چل سکتی ہے
اور سڑکوں کو باغی اور بلوائی روکے پڑے تھے ان کے لئے کھیتوں میں

چپ رہنے کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی اور خود اپنی مایوسی کی حالت پر ملالت میں جو کچھ کہ میں انکے حق میں کرسکا بس یہی تھا کہ شہر کے ایک رئیس جو اس وقت میری خبر لینے آئے تھے میں نے سٹوارٹ صاحب کو ان کے سپرد کر دیا انھوں نے ان کی خبر گیری کا اقرار کیا اور مجھ کو امید ہے کہ بیشک انھوں نے ایسا کیا ہوگا لیکن یہ کہ آخر اُن کا کیا حال ہوا مجھ کو معلوم نہیں مگر چونکہ وہ ہندوستانی زاہیں اور قریب قریب ایسے سیہ فام ہیں جیسے ہندوستانی مجھ کو وثوق ہے کہ انھوں نے بھاگ جانے کی تدبیر کرلی ہوگی اور ہنوز زندہ ہوں گے آخر کار اس امن اور خوشی کے بھرے پُرے گھر کے چھوٹنے سے جہاں پچھلے اٹھارہ مہینے ہم کو معقول خوشی اور مبارک خاطر جمعی حاصل رہی بیشک میرا دل اداس ہوا جب میں اس وقت کو اپنی ان تباہی کی حالتوں سے مقابلہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں دنیا ہمارے حق میں گویا بہشت تھی میرے اتنے نوکروں میں ایک پٹھان سلطان محمود خاں میرے ساتھ ہوا اور ایک وزیر سنگھ جو بدایوں کے تمام سرکاری ملازموں میں نمک حلال رہا میرے پاس ایک جوڑی کپڑے تھے جو میں نے اپنے سائیس کو دے دیے تھے لیکن وہ یکایک غائب ہوگیا اور پھر مجھ کو نہ دکھائی دیا پس میرے پاس وہی رہ گئے جو بدن پر تھے میں نے ایک چھوٹی سی انجیل بھی اپنے ساتھ لے لی اور پیاری مس میری صاحبہ کا بٹوا جو میرے روز ولادت کے تحفے کے لئے بنا تھا اور چند روز ہوئے ولایت سے میرے پاس آیا تھا بس یہ چیزیں

اور میری گھڑی اور پنج نالی تمنچہ اور ڈیڑھ سو روپئے جو سلطان محمود اور وزیر سنگھ کو بانٹ دیئے تھے اور دونوں نے اپنی اپنی کمر سے لپیٹ لئے تھے دنیوی کائنات سے میرے پاس تھیں عمر بھر میں مجھ کو یہ پہلا اتفاق پیش آیا کہ میں صرف یہ چیزیں لے کر راہیوں کی طرح چل کھڑا ہوا نہ گھر نہ در اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہوں۔

ہم یار وفادار اور دریا کو جو میرے بنگلے کے نیچے ہی بہتا تھا اترے اور ایک گھنٹہ چلنے کے بعد چپ چاپ بے روک ٹوک شکوہ پور پہونچے گھوڑوں سے اترے اور صحن مکان میں داخل ہوتے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ شیخ کا ایک بھائی میرے پاس آیا اور ادب سے کہنے لگا کہ آپ کا بامن وعافیت یہاں مقیم رہنا غیر ممکن ہے باغی آپ کے مجمع کی ضرور خبر پا جائیں گے اور سنتے ہی آ پڑھیں گے پس آپ لوگ یہاں سے روانہ ہوں اور ہمارا ایک گانوں یہاں سے تخمیناً اٹھارہ میل کے فاصلہ پر گنگا کے بائیں کنارے ہے وہاں چلیں میں اُس کے سننے سے اور اس امید کے ٹوٹ جانے سے کہ جب تک باغی چلے جائیں آس پاس پڑا رہوں گا اور پھر اپنے مقام پر لوٹ آؤں گا بہت ہی غمگین ہوا میں نے اس رئیس سے کہا کہ مہمان نوازی سے یہ امر بہت بعید ہے کہ تم ہم کو گھر سے نکالتے ہو مگر انھوں نے مطلق میری شکایت کی پروا نہ کی اور کہا کہ میں آپ اکیلے کے چھپانے کو دل سے راضی ہوں لیکن آپ کے ساتھیوں کو پناہ نہیں دوں گا چونکہ نہ میرے ساتھی مجھ سے الگ ہوتے تھے اور نہ میں ان کو چھوڑتا

تھا بس سوائے اس کے اور کیا صورت تھی کہ شیخ کی مرضی کے موافق کریں
اور اگلے گانوں کو چلیں کچھ تقدیر اچھی تھی کہ میں نے ایسا کیا جب مجھ کو یہ بات
یاد آتی ہے تو میں بعجز اقرار کرتا ہوں کہ یہ بھی ایک مثال تھی کہ خدائے رحیم
نے میری جان بچانے میں اپنی قدرت کو دخل دیا کیوں کہ جب ہم نے
شیخ پور چھوڑا اس کے تھوڑی ہی دیر بعد بے آئین سواروں کی ایک جماعت
جو باغیان بریلی کے ساتھ ہو لی تھی اور مجھ کو ان کے باغی ہو جانے کی بھی
مطلق خبر نہ تھی کیوں کہ اس رسالے کو تو ہم جادۂ وفاداری پر ثابت قدم
سمجھے ہوئے تھے شیخ پور پر جہاں ہم بہت تھوڑی دیر کے لئے پناہ
گزین ہوئے تھے آ چڑھے اور اگر مجھ کو وہاں پاتے جیسی کہ امید کر کے آئے
تھے تو یقیناً مار ہی ڈالتے۔

مقام کسورہ ۲۸ جولائی

آج میں پھر لکھنے بیٹھا لیکن پہلے کے بہ نسبت کسی قدر خوش ہوں کیوں کہ ۲۵ مئی کے بعد سے اسی تاریخ صبح بفضلہ تعالیٰ میرے پاس معتبر خبر آئی کہ میری زوجہ محبوبہ اور لڑکے نینی تال میں خیر و عافیت سے ہیں ہم اس گانوں میں ہردلیہ ایک بڑے تعلقہ دار اودھ کی پناہ میں تھے صبح کے وقت اسی گانوں کا ایک شخص میرے پاس خبر لایا کہ مسافر رات کو آیا ہے آپ کو پوچھتا تھا اس پر لوگوں نے شبہ کیا کہ فتح گڈھ یا اور کہیں کے باغیوں کا جاسوس ہے اور اس کے چلنے پھرنے کو خوب تاڑنے لگے میں نے کہا کہ کچھ قباحت کی بات نہیں اس آدمی کو ذرا میرے پاس لوالاؤ وہ بلایا گیا پوچھا تو وہ ایک کہار نکلا چوں کہ میں ہندوستانی لباس میں تھا ایسا معلوم ہوا کہ پہلے اس نے مجھ کو نہ پہچانا لیکن آخر کار بولا کہ حضور وہی صاحب ہیں جن کو میں نے اکثر بدایوں کی کچہری میں دیکھا تھا میں مشر ہیجناتھ بریلی کے مہاجن کا نوکر ہوں اور ہاتھوں

نے مجھ کو تحقیق کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ حضور کے سلامت اور پوشیدہ ہونے کی خبر صحیح ہے یا نہیں اور کہہ دیا ہے کہ اگر حضور تک پہونچ سکو تو یہ بات کہہ دینا کہ میم صاحب اور لڑکے دونوں نینی تال میں اچھی طرح خیر وعافیت سے ہیں اور کسی چیز کی ضرورت ان کو نہیں ہے کیوں کہ ہم نے سامان ضروری ان کے پاس پہونچا دیا ہے آہا اس خبر سے کیسا بوجھ میری چھاتی سے ٹل گیا۔

یہ پہلا قاصد ہے جو ابتدائے ۱۳ جون سے باہر کی دنیا سے ہمارے پاس آیا اُس نے مجھ سے کہا کہ بیچارے سٹوارٹ صاحب حضور کے کرانی اور ان کے گھر کے لوگ بھی اب تک تو امن سے ہیں اور بدایوں کے نزدیک چھپے ہوئے ہیں خان بہادر خان بریلی میں حاکم ہے اور وہ رہیل کھنڈ کا بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ بیچارے ہی صاحب اور رابرٹسن صاحب اور رگیس صاحب اور بہت سے انگریزوں کے ساتھ ۳۱۔ مئی کو بریلی میں مارے گئے اور میں نے آپ اُن کی لاشوں کو شہر میں گھسیٹے جاتے دیکھا۔ لیکن بہت سے انگریز نینی تال کو بھاگ بھی گئے۔ انھیں میں الگزنڈر صاحب کمشنر اور کرنیل ٹروپ صاحب نکل بھاگے۔ یہ قاصد جس کا نام کھمان سنگھ تھا طوفان سیلاب کے مارے بریلی سے دس دن میں آیا بارش بڑی زور سے ہوئی اور یہ بھی ہماری خوش قسمتی کی نشانی ہے کیوں کہ باغیوں اور مفسدوں کی نقل وحرکت کی مانع ہوئی اس نے مجھ سے کہا کہ سرکاری فوج دہلی میں ہے اور وہاں سب کام ٹھیک ہے روز لڑائی ہوتی ہے

آگرے اور میرٹھ میں اب تک امن ہے کھان سنگھ نے میری خبر لے کر جانا تھا کہ فوراً اپنے آقا کے پاس لوٹ جائے میں نے ایک چھوٹی سی چٹھی پر تکے قلم میں بند کر کے اپنی بیوی کے نام اس کے حوالے کی اس نے وعدہ کیا کہ میں اس کو ضرور نینی تال پہونچا دوں گا مجھ کو بڑی امید ہے کہ وہ بیشک ایسا کرے گا کیونکہ یہ کاٹکڑا ایک انچ لمبا بھی نہیں ہے بالفرض اگر کوئی روکے بھی تو آسانی سے منھ میں چھپا لیا جا سکتا ہے کھان سنگھ شام کے وقت مجھ سے رخصت ہوا۔ اب میں شیخ پورے چلنے کے بعد یکم جون کی رات سے اپنی سرگذشت بیان کرتا ہوں۔

ایک شیخ ہمارے ساتھ ہوا اور ہم بخوف تعاقب بڑی سڑک کو اپنے بائیں ہاتھ کچھ دور چھوڑتے ہوئے پگ ڈنڈیوں اور کھیتوں میں ہو کر چلے راہ میں کئی گانوں واقع ہوئے ان میں تمام لوگ تلواریں اور گنڈاسے باندھے جمع تھے وے لوگ ہم کو شیخ کے ساتھ دیکھ کر جس کی وہ سب رعایا تھے خاموش رہے اور کسی نوع کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی لیکن شیخ کو اس قدر احتیاط کرنی پڑتی تھی کہ جب ہم کسی گانوں کے پاس پہونچتے لوگوں کو ہمارے آنے کی خبر دینے کے لئے آگے آدمی بھیج دیتا تھا تا ایسا نہ ہو کہ نا دانستگی میں وہ لوگ ہم سے تعرض کریں۔ جب ہم آگے بڑھے میں نے پیچھے مڑ کر نگاہ کی تو آسمان میں روشنی کی چمکتی ہوئی شعاع نظر آئی میں سمجھ گیا کہ یہ روشنی بدایوں میں جلتے ہوئے بنگلوں کی ہے میرا تمام مال بھی انھیں لپٹوں میں تھا ہم اپنی منزل مقصود کو رات کے بارہ بجے

پہونچے دہ گگورہ نامی ایک بڑا دہیات گانوں تھا لیکن اس میں ایک مکان اچھا تھا جس میں شیخ جب کبھی کسی کام کو یہاں آتے ٹھہرا کرتے تھے ہمکو رات گذارنے کے لیے اس مکان کی چھت پر چڑھا دیا اور یہاں باہر شبنم میں میرا سونا شروع ہوا اس سے پہلے ایک یا دو مرتبہ کے علاوہ کبھی ایسا اتفاق مجھ کو پیش نہیں آیا تھا سو جانے سے پہلے ہم سب نے مل کر نماز پڑھی خدا کا شکر کیا کہ تو نے ہی اب تک اپنے فضل سے ہمکو بچایا اور آیندہ بھی تو ہی ہمارا حافظ و ناصر ہے اگرچہ پچھلے آٹھ پہر کے حادثات کے سبب میں ہارا اور تھکا ہوا تھا تاہم مشکل سے میں نے ایک جھپکی لی چار بجے کے قریب ہم شیخ کے حکم سے جگا دیے گئے انھوں نے صلاح دی بلکہ اصرار کیا کہ آپ فوراً گنگا اتر کر موضع قادر چوک کو ضلع ایٹہ میں چلیے وہاں آپ لوگ بالکل مامون رہیں گے اور اس گانوں میں زیادہ عرصہ تک اس کی امید نہیں ہے کیونکہ بے آئین رسالے کے سوار جلد آپ کا پتا پا جائیں گے۔ میں بھی سمجھ کر چلنے پر راضی ہو گیا کہ پٹیالی میں فلپ صاحب اور براؤن صاحب سے جا ملوں گا اور ان سے کچھ مدد لوں گا اور بدایوں لوٹ کر پھر انتظام بٹھانے میں کوشش کروں گا لیکن تلخی یاس میرے نصیب میں تھی جیسا کہ بیان آئندہ سے معلوم ہوگا۔

صبح کے پانچ بجے ہم شیخ سے رخصت ہوئے اور دریائے گنگ کو چلے وہاں ہم کو ایک کشتی ملی اور دوسری طرف اتر گئی دہنے کنارے پر لوگوں کا ایک بڑا انبوہ صف باندھے کھڑا تھا۔

یہ لوگ کسی پاس والے گانوں پر حملہ کرنے اور اسے لوٹنے کو اکٹھا ہوئے تھے اس گروہ نے ہم کو ڈانٹا اور جب ہم بیچ دھار میں پہونچے کشتی پر دو یا تین باڑھیں چلائیں لیکن گولیاں ہم تک نہ آئیں اور نہ کچھ نقصان ہوا اس مجمع سے ایک میل کے قریب نیچے ہٹ کر ہم بے مزاحمت کشتی سے اترے اور قادر چوک ایک پرانے اجاڑ قلعے کو جو تخمیناً ۲ میل تھا چلے۔ مالک قلعہ ایک مسلمان رئیس اور دباؤ والا آدمی تھا اس نے ہم کو بہت مہربانی سے لیا اور ایک جگہ ہم کو بتا دی دھوپ اس وقت بڑی سخت تھی۔ یہاں آرام ملا اس کے توابع احاطے کے گرداگرد ہتھیار باندھے حفاظت کے لئے بالکل اکٹھے تھے کیونکہ لٹیروں کی ایک بڑی جماعت اس کے علاوہ جو ہم دریا کے کنارے دیکھ آئے تھے حوالی میں جمع تھی اور خوف تھا کہ ایسا نہ ہو حملہ کر بیٹھے اس وقت میرے گمان میں یہ شخص ہماری گورنمنٹ کا بڑا خیر خواہ تھا اور اس کی ہمت بھی بہت دلیر تھی کیوں کہ اس کو خبر پہونچ چکی تھی کہ یہاں سے آٹھ میل دور پٹیالی میں فلپ صاحب اور برائلی صاحب دونوں اکٹھے ہیں۔ اور بہت سوار ان کے ساتھ ہیں اور بہت جلد ضلع کا انتظام شروع کرنے والے ہیں میں یہ خبر سن کر نہایت خوش ہوا اور فوراً فلپ صاحب کے پاس ایک قاصد بھیجا۔

بداؤں کے حادثے کی انکو اطلاع کی اور یہ لکھ بھیجا کہ شام تک آپ سے آملیں گے شام کے پانچ بجے فلپ صاحب کے پاس سے ایک نہایت دل شکن جواب آیا کہ ہم تو صرف چند سوار اپنے ساتھ

لائے ہیں اور صلاح یہ ہے کہ آپ بھی جلد ہم سے آملیں کیونکہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ فوراً آگرے کو روانہ ہوں ہم نے ان خبروں کو گڑمی کے لوگوں سے کہنا مصلحت نہ سمجھا اور ہم فوراً وہاں سے رخصت ہوئے سات بجے کے قریب پٹیالی جا پہونچے میں نے برائلی صاحب کو بہت ہی دل شکستہ پایا اور یہ بات کچھ مستبعد نہ تھی کیوں کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہم کو تحقیق خبر ملی ہے کہ اودھ لوکل نام رسالے کے سواروں نے جو لکھنؤ سے ہماری مدد کو بھیجے گئے تھے کل اپنے افسروں کو مار ڈالا اور دہلی کو چل دیے اور گارد جو ہمارے ساتھ ہے اس میں مختلف پلٹنوں کے رخصتی ساٹھ آدمی ہیں اور گھروں سے بلوائے گئے ہیں یہ لوگ ہرگز قابل اعتماد نہیں ہیں بلکہ ان پر باغیان اودھ سے سازش رکھنے کا شبہ ہے خدا جانے کس وقت پھر پڑیں اور ہم کو مار ڈالیں۔ ہم تیسری اور چوتھی تاریخ دو دن پٹیالی میں ان لوگوں کے ساتھ بہت ہی دگدے سے رہے۔ پانچویں تاریخ سواروں کے ایک بڑے گروہ سے اس طرح سے پیچھا چھڑایا کہ بہانے سے اُن کو تخمیناً بیس میل دور ایک تحصیل داری کے پہرہ دینے کے لئے بھیج دیا جس میں بہت سا سرکاری روپیہ تھا ہمنے پیچھے سنا کہ ان لوگوں نے وہاں پہونچتے ہی روپیہ پر قبضہ کرلیا اور کچھ تو اپنے گھروں کو چل دیئے اور کچھ باغیوں سے جا ملے۔ لیٹرٹ کے رسالے کا ایک پرانا رسالہ دار اور کم و بیش بیس۲۰ سوار جن کی نسبت اس کا یہ مقولہ تھا کہ ان لوگوں

کی وفاداری قابل اعتماد ہے بس اسی قدر آدمی ہمارے ساتھ رہے۔
میں اس بڈھے عہدیدار سے جس کو اب سنتا ہوں کہ نواب فرخ آباد
کا مخصوص بالعنایت ہے اور ان کے سواروں پر افسری کرتا ہے
موجبات نارضامندی افواج ہندوستانی اکثر پوچھا کرتا تھا اس نے کاروس
یا خوف تعرض مذہبی کا کبھی نام بھی نہیں لیا بلکہ غدر کو اس امر کی طرف
منسوب کیا کہ سپاہ قوانین سرکار سے نہایت بے دل ہے جن کی رو سے
رخصتیں کٹ گئیں استحقاق گھٹ گئے جو سپاہی رخصت لے کر گھر جاتے
ہیں ان سے راہ میں پلوں اور سرکاری سراؤں کا محصول لیا جانے
لگا حالانکہ سپاہیوں کا بیڑا مخصوص و مستثنیٰ متصور ہو کر ان لوازمات سے
مرفوع القلم رہا ہے اور علاوہ اس کے سپاہیوں کو اپنے گھروں سے
بڑی دور دور رہ کر نوکری بجانی پڑتی ہے۔ پانچویں تاریخ دن ڈھلے
فلپ صاحب کے پاس اس مضمون کا ایک گمنام نوشتہ آیا کہ دس
میل دور ایک مقام پر تخمیناً دو سو باغی ہیں ان کا ارادہ ہے کہ کل
صبح بٹیالی پر حملہ کریں کیوں کہ انھوں نے یہ سن پایا ہے کہ حکام ضلع وہاں
جمع ہیں اور ان کے ساتھ بڑا بھاری خزانہ ہے۔ اس خبر کے آتے ہی
دفعتہً آگرے چلنے کی صلاح ٹھہری اور تیاریاں ہونے لگیں کہ دس بجے
رات کو چاند کے اگالی لیتے ہی یہاں سے چل دیجیے۔

اسی وقت احباب بدایوں میں سے ایک دوست کا خط میرے
پاس آیا انھوں نے لکھا تھا کہ باغی شہر کو جلا مکانات کو مسمار کر، خزانہ

لہذا یہاں سے کوچ کر بریلی کو لوٹ گئے اور باصرار تمام لکھا تھا کہ اب یہاں کسی طرح کا اندیشہ نہیں آپ بے تامل چلے آیئے ہیں نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ میں آنے کو آمادہ ہوں لیکن اس صورت سے کہ بقدر کفایت کچھ لوگ آئیں اور مجھ کو بحفاظت کنار گنگ تک لے جاکر بدایوں پہونچائیں اور جب تک میں ان لوگوں کے آنے کی خبر نہ پاؤں گا یہیں پٹیالی میں مقیم رہوں گا۔ اس قاصد کے ہاتھ میں نے نینی تال اپنی میم صاحبہ کے نام بھی ایک چھٹی روانہ کی اس میں یہاں کا حال اور یہ کہ میں اب تک سلامت ہوں سب لکھ دیا لیکن فلپ صاحب اور برالی صاحب دونوں نے مجھ کو باصرار تمام بداؤں واپس جانے سے منع کیا اور باعث ہوئے کہ آپ ہمارے ساتھ چلئے یہاں تک کہ مجھ کو ان کا کہا ماننا پڑا اور میں نے اپنا عزم فسخ کیا ہم روانہ ہوئے سواروں کو بسر کردگی رسالہ دار آگے رکھا اور نیم مسلح ٹھاکروں کو ان کے پیچھے اور سب کے پیچھے ہم آپ رہے کیوں ہم کو ڈر لگا ہوا تھا کہ کیا عجب ہے سوار راہ میں کھوٹ کریں اور ہم پر حملہ کر بیٹھیں اسی نظر سے ٹھاکروں کو ان کے اور اپنے بیچ میں رکھا تھا اگر دے ہم پر حملہ کرنا بھی چاہیں تو بالضرور پہلے ٹھاکروں کے غول میں ہو کر آویں گے اور اس ڈھب سے ہم ان کے ارادے سے آگاہ ہو جائیں گے چار میل کے قریب چلنے کے بعد ناگاہ ایسا سمجھ پڑا کہ جس امر سے ہم ڈر رہے تھے شاید درحقیقت پیش آیا اور دیکایک ہم پر حملہ ہوا چاہتا ہے اس لئے کہ لوگ چلتے چلتے یکبارگی

ٹھہر گئے اور اگلے لوگوں میں غل مچا اور کھلبلی پڑی اس کا سبب یہ ہوا تھا
کہ ایک سوار کا گھوڑا کہ شریر اور الھڑ تھا اس سوار کو پھینک کر ہماری طرف
لپکا اور سواروں اور پیدلوں میں ادھر ادھر بھاگا بھاگا پھرا یہاں تک ایک
سوار کے گھوڑے پر جا گرا اس سوار نے ایک برچھی صحیح کی تب ٹھہرا سوائے
اس کے اور کہیں کچھ اٹکاؤ نہیں ہوا ہم تمام رات چلا کئے صرف دو یا تین دفعہ
گھوڑوں اور آدمیوں کے دم لینے کی خاطر ٹھہرے صبح کے نمودار ہوتے
ہی دیکھا کہ سڑک کلاں سے پانچ میل کے قریب دور ایک چھوٹی سی گڑھی کے
پاس ہیں گڑھی والوں نے اندر سے ڈانٹا کون ہو کھڑے رہو نہیں تو باڑھ
جھونک دیں گے مالک گڑھی ہمارے اپنے زمین داروں میں سے تھا اور
حسن اتفاق سے برالی صاحب کے ساتھ معرفت سابقہ رکھتا تھا پہلے اُن
سے بات چیت ہوئی پھر اس نے ہم کو اجازت دی کہ اندر آئیے اور ٹھہرئیے
اسی وقت ہم نے ایک آدمی دوڑایا کہ سامنے میں پوری کی راہ جدھر کو
ہم جایا چاہتے ہیں صاف ہے یا نہیں جو آدمی خبر لینے بھیجا گیا تھا جلد لوٹ
آیا اور یہ ہولناک خبر لایا کہ باغیوں کا ایک گروہ کچھ سوار کچھ پیادے دہلی
کو جاتے ہیں اور بہت قریب پڑے ہیں اور سامنے کی سڑک کو بالکل روک
رکھا ہے ہم فوراً باخود باصلاح کرنے لگے کہ کدھر کو چلیں اور زمین دار
متقاضی تھا کہ آپ فوراً گڑھی سے چلے جائیے میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ
ہو باغی آپ لوگوں کا یہاں آنا سن پائیں اور فوراً گڑھی آ گھیریں پہلے تو
ہم نے یہ تجویز کی کہ گروہ باغیاں کے سامنے ہو کر سڑک اتر لیں کیونکہ

ہم کو اپنے گھوڑوں کی تیزروی پر اتنا اعتماد تھا کہ اگر بالفرض تعاقب بھی ہوگا تو ہم ہاتھ نہ آئیں گے لیکن صلاح کرنے سے وہ تجویز بہت خطرناک معلوم ہوئی اور یہ ٹھہری کہ پچھلے پاؤں لوٹ کر شام تک کسی گاؤں میں رہیں رات کے وقت ان سواروں سے کترا کر اور بچا کر یہیں پوری ہوتے ہوتے آگرے بھاگ جائیں گے جب ہم اس گاؤں کے نزدیک آئے جہاں ہم نے ٹھہرنے کا ارادہ کیا تھا یہ مناسب معلوم ہوا کہ پہلے ایک سوار کو بھیج کر دکھلا منگائیں کہ اس گاؤں میں باغی تو نہیں ہیں تب تک ہم ایک باغ میں گاؤں سے ایک میل دور ٹھہرے اس باغ میں ہم لوگ باہر سے نظر نہیں آتے تھے۔ بہت اچھا ہوا کہ ہم نے ایسی پیش بینی کی کیوں کہ ہمارا قاصد دم کے دم میں واپس آیا اور کہا کہ دو سو باغی گاؤں کے اندر ہیں یہ وہی لوگ تھے جن کو سنا تھا کہ پٹیالی ہمارے محل اقامت پر حملہ کیا چاہتے ہیں یہی لوگ اپنی رائے بدل کر ادھر کو چلے آئے تھے اس خبر کے سبب ہم کو اپنی تجویزیں بالکل بدل ڈالنی پڑیں اب یہ صلاح ہوئی کہ جنگل قطع کرتے ہوئے بٹیوں کی راہ لوٹ چلیں رسالہ دار اور اس کے سوار بہت بے دل ہو گئے تھے اور غالباً اس وجہ سے کہ ہم نے ٹھاکر کے پیاروں کو کہ شب روی سے تھک کر چور ہو گئے تھے رخصت کر دیا تھا یہ بہتر معلوم ہوا کہ کہیں ان لوگوں سے بھی نجات حاصل کیجئے اس لئے برائی صاحب نے بڈھے رسالہ دار کو بلایا اور کہا تمہاری یا تمہارے آدمیوں کی ہم کو ضرورت نہیں اب تم لوگ چاہو فرخ آباد لوٹ جاؤ جہاں سے آئے تھے

یاکسی اور طرف جدھر دل میں آئے چلے جاؤ اس وقت ان لوگوں کو دیکھے سے بڑا ڈر لگتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ متردد ہیں کیا کریں ہم پر جھک پڑیں اور تہس نہس کر ڈالیں یا چھوڑ کر چلے جائیں ایک لمحہ باخود باہم مشورہ کرتے رہے سہموں کے مارے ہمارا دم فنا ہوا جاتا تھا آخر کار باگ اٹھا چل دیئے اور ہماری جان چھوٹی ہم آگے بڑھے اور جوں ہی سوار ہماری نظروں سے غائب ہوئے ہم نے دوسری راہ لی اس خیال سے کہ اگر یہ لوگ ہمارا تعاقب بھی کرنا چاہیں تو ہم کو نہ پکڑ سکیں ہم صبح کے چھ بجے سے دن ڈھلے تک چلے گرمی اور غبار کے مارے بالکل تھک کر ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پہونچے یہاں ایک بڈھے تلنگے نے جو سرکار سے پنشن پاتا تھا ہماری حالت پر بہت ترس کھایا ہم نے اس سے پانی مانگا تھا وہ بجائے اس کے دودھ اور چپاتیاں لایا اس لٹلخاتی حالت میں ہم کو نہایت لذیذ معلوم ہوئیں ہم نے ایک گھنٹہ یہاں دم لیا چلتے ہوئے اس تلنگے کو اس کی مدارات کے بدلے تھوڑا سا روپیہ دینے لگے اس نے لینے سے انکار بہت کیا اور اصلی مغموم صورت بنا کر کہا کہ آپ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے ہیں میرا گھر ہے میری بہ نسبت آپ کو اس کی زیادہ ضرورت ہے لیکن اگر کبھی آپ کا مزاج پھر جائے تو میرا اور اس خدمت محتقر کا جو مجھ سے بن پڑی خیال رکھئے گا ہم نے وعدہ کیا کہ ہاں ایسا ہی ہوگا اور اس سے رخصت ہوئے یوں ہی جنگل طے کرتے ہوئے دن ڈوبے بٹیالی پہونچے تھک کر نہایت چور ہوگئے تھے اس لئے

کہ رات کے دس بجے سے لے کر اب تک بیس گھنٹے سے بھی زیادہ برابر گھوڑوں کی پیٹھ پر گذرے برائلی صاحب اور فلپ صاحب نے یہ تجویز کی کہ یہاں ایک دن ٹھہریں اور گھوڑوں کو آرام دیں اور آگرے پہونچنے کا پھر ایک مرتبہ ارادہ کریں اس وقت ہم لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ اکٹھے رہنے کی بہ نسبت متفرق ہو جانا اچھی صلاح کی بات ہے بچاؤ کی یہی صورت ہے چوں کہ میں ان کو جو میرے ساتھ ہو لئے تھے چھوڑ نہیں سکتا تھا اور مجھ کو یہ بھی نامناسب معلوم ہوا کہ برائلی صاحب اور فلپ صاحب کے ساتھ رہ کر ان کے لئے اندیاؤ خطر کا باعث ہوں اسی لئے میں نے یہ تجویز کی کہ اکیلے ان دونوں کو آگرے چلا جانے دوں اور اپنے ساتھیوں سمیت خود بداؤں لوٹ چلنے میں کوشش کروں اور اگر بن پڑے تو اس ضلع میں ہو کر پہاڑ کی راہ لوں اسی لئے دونوں دونلڈ صاحب اور گبسن صاحب اور میں ۷۔ جون کو دن کے ۱۱۔ بجے قادر گنج لوٹ جانے کی نیت سے پٹیالی سے روانہ ہوئے جب میں فلپ صاحب سے رخصت ہونے لگا۔ انھوں نے کمال وثوق سے اس طور پر یہ بات کہی کہ مجھ کو یقین کامل اور پورا بھروسہ ہے کہ ہم پھر بھی ملیں گے۔ کہ مجھ کو ان کے اور اپنے باب میں اس وقت ایک اطمینان سا ہو گیا چند آدمیوں نے رات کے وقت کسی بڑے گاؤں کو تاخت و تاراج کیا تھا یہ لوگ اسی کی لوٹ سے لدے ہوئے اس وقت سڑک اتر رہے تھے۔ ہم ان کی بھیڑ میں ہو کر بے روک نکل گئے جتنے گاؤں میں ہو کر ہم گذرے دیکھا کہ وہاں کے لوگ غول

باندھ باندھ ناکوں پر جمع ہیں جب ہم پاس پہونچتے بڑی انسانیت سے ہمارے آس پاس آتے اور نہایت شوق سے پوچھتے کیوں صاحب تمہارا راج کب پھرے گا دس دن میں یا پندرہ دن میں ڈاکے کے ڈر کے مارے سدا چوکس اور چوکنے رہنے سے ہم عاجز آگئے ہیں اور ہمارا دم ناک میں ہے اور امن چین کی راہ تک رہے ہیں۔ دن ڈھلے چار بجے کے وقت ہم قادر گنج پہونچے زمیندار نے جس کے گھر ہم پچھلے دو دن مہمان رہ گئے تھے اخلاق سے لیکن نہایت سرد مہری کے ساتھ ہم کو اتارا بریلی کا بلوا اور اس رجمنٹ کی بغاوت جو ہمارے صاحب کی مدد کو آتی تھی وہ سن چکا تھا اور اس خبر کا اثر اس کے چہرے سے ظاہر تھا لیکن اس نے کہا کہ میں آپ کو اور آپ کے گھوڑوں کو بداؤں کی طرف دریا کنارے تک پہونچا دینے کے لئے ایک کشتی موجود کر دوں گا ہمارے بیٹھنے کی تھوڑی دیر بعد خبر ہوئی کہ حملہ ہوا سب لوگ لیک کر اور جریدہ چھیے کہ وہیں مقابلے کے لئے جمع کھڑے ہوں ایک گھنٹے کی انتظار سخت کے بعد یہ خبر آئی کہ جن لوگوں کے حملے کا خوف تھا قریب کے کسی گانوں کو لوٹنے چلے گئے وے لوگ کہ شمار میں کئی ہزار ہوں گے ہم سے ایک میل کے فاصلے سے ہو کر گذرے ہم تو گھر کے اندر بیٹھے تھے اور دریا اتر جانے کو چلنے والے تھے کہ اتنے میں باہر والے مکان میں کوئی مسافر آیا لوگوں نے اس سے حال پوچھا جن سڑکوں سے ہو کر وہ آیا تھا ان کا اس نے بہت ہی خراب حال بتایا کہ تمام گانوں لوٹ لئے گئے ہیں اور اکثر

پھونکے پڑے ہیں۔ سواروں کی ایک بڑی جماعت کل کے دن کلکٹر کی (یعنی میری) تلاش میں گگورہ میں پڑی ہوئی تھی (یعنی اس گاؤں میں جہاں ہم یکم جون کی رات کو رہے تھے اور اب پھر وہاں جانے کے عازم تھے) اور اب ان کے ایک سامنے والے گاؤں قادر گنج میں ہے۔

ان خبروں کے معلوم ہونے سے یہ صلاح ٹھہری کہ میں جہاں بھی ہوں اگلے دن تک مقیم رہوں یا اگر ہو سکے بداؤں سے کچھ خبر منگاؤں کہ ضلع کا حال کیا ہے کسی ڈھب سے صحیح سلامت اس میں ہو کر گذرنا ممکن ہے یا نہیں اسی نظر سے میں نے ایک شخص کے نام جس کو میں جادۂ وفاداری پر ثابت قدم سمجھتا تھا ایک چھٹی روانہ کی اور ان کو لکھا کہ جواب جلد بھیجئے۔ مجھ کو امید ہے کہ یہ چھٹی اگلے دن صبح کے وقت ان کے پاس پہونچی ہو گی۔ لیکن قاصد لوٹ کر نہیں آیا خدا خدا کر کے دن گذرا شام ہوتے ہی ہمارا میزبان جو اتنے عرصے تک ہمارے قیام کرنے سے یہاں تک ناخوش تھا کہ کھانا بھی ہمکو بڑی مشکل سے دیا تھا یہ کہنے آیا کہ آپ لوگوں کے واسطے گنگا پار اتر جانے کے لئے کشتی موجود ہے جھٹ پٹ چلئے اب اس کا کیا علاج تھا ہم سوار ہوتے اور چلے۔ گنگا کے کنارے پہونچ کر دیکھا کہ جو کشتی ہمارے لئے مہیا کی گئی تھی نہایت چھوٹی تھی اس میں ہمارا ایک گھوڑا بھی نہیں سما سکتا تھا اور اسی وجہ سے عبور ناممکن تھا مجبور ہو کر پھر اسی زمیندار کے گھر آنا پڑا ہمارے واپس آنے پر وہ بہت چڑچڑایا لیکن آخر کار ہم نے ٹھنڈا کیا اس نے ہم کو نہایت استواری سے یہ صلاح دی کہ آپ دریا اتر کر بداؤں جانے کا

خیال چھوڑ دیجئے۔

فرخ آباد جائیے یہاں سے وہ شہر ساڑھے بیل ہے چنداں دور بھی نہیں سڑک بھی خوب صاف ہے اور وہاں اب تک امن ہے اس نے ہم سے کہا کہ میں اس سبب سے یقین کرتا ہوں کہ وہاں اب تک بلوہ نہیں ہوا کہ وہاں کے جیل خانے میں کئی آدمی یہاں کے قید ہیں اگر جیل خانہ ٹوٹا ہوتا تو وے لوگ اب تک کبھی کے اپنے گھروں میں آگئے ہوتے۔ ہم بالکل ناچار تھے یہی تجویز ہوئی کہ اسی کی صلاح پر چلنا چاہئے اگر میں بدایوں اترجاتا کچھ میری گت نہ ہوئی ہوتی کھمان سنگھ مشرنے بھیجا تھا کے قاصد نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ چٹھی جو آپ کو بدایوں ٹو آنے کی ترغیب دینے کے لئے پٹیالی میں آپ کے پاس پہونچی تھی سپاہیوں کی ایک دغا تھی تاکہ آپ کو پکڑپائیں انھوں نے اسی نظر سے بامید آپ کے اس پار اتر آنے کے دریا کے کنارے سوار بھیجے تھے کہ آپ کے پہونچنے کے منتظر رہیں اور اترتے ہی کام تمام کردیں۔ وے اس سبب سے مجھ پر بہت بھرے ہوئے تھے اور میری جان کے لاگو تھے کہ میرے خزانے میں ان کو سات لاکھ روپئے ملنے کی امید کے بجائے اس کے وہاں کل ڈیڑھ لاکھ پایا ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے زمین داروں سے قسط کا روپیہ بایں خیال لینے سے انکار کیا کہ غالباً یہ باغیوں کے ہاتھ لگے گا اور اسی سبب سے خزانے میں روپیہ کم تھا اس زمین دار نے راہ بتانے کے لئے اپنے دو پیادے ہم کو دیئے ہم کئی گانوئں میں ہو کر گذرے لیکن کوئی ہمارا مزاحم نہیں ہوا آخرکار آدمی رات کے قریب ہمارا رہبر جو ہمارے آگے آگے چلتا تھا یکایک ٹھہر گیا اور ہم کو کھڑے

ہو جانے کا اشارہ کیا ہم بھی ٹھہر گئے اس نے بہت پاس آکر چیکے سے لوگوں کا ایک بڑا غول دکھلایا کہ ظاہر نظر سے دو سو اور تین سو کے بیچ میں ہوں گے چند درختوں میں ہمارے بائیں ہاتھ تھوڑے ہی فاصلے سے ایک نشیب میں بیٹھے تھے ہم سمجھے کہ وے سب سوتے ہیں اور ہم بے خبری میں ان سے نکل جائیں گے کہ ناگاہ وے سب کے سب سٹل بند واحد معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور ہماری طرف آئے بھاگ جانے کا قصد تو بے فائدہ تھا کیوں کہ اس صورت میں ہمارے رہبر ہم سے چھوٹ جاتے ہم سوار تھے وہ پیادہ تھے پس ہم کھڑے ہو گئے۔ میں نے رہبر سے کہا کہ آگے جا کر ان سے ملو اور ہمارا حال ان کو جتا دو۔ وہ بڑا چالاک آدمی تھا کیوں کہ میں نے فوراً سنا کہ وہ کہہ رہا تھا ہم صاحب لوگ ہیں کچھ سوار فرخ آباد سے انتظام بٹھانے کو آرہے ہیں ہم ان سے ملنے اور ان کو لانے کے لئے جاتے ہیں گانوں والے یہ خبر پاکر بہت خوش معلوم ہوئے اور ہم کو جانے دیا یہ لوگ پکار سن کر جس کا ذکر میں لکھ آیا ہوں ڈاکے کے ڈر سے بطور اگلے بکٹ کے گانوں سے ایک میل نکل کر پڑے تھے یہ خبر سن کر سنکر کہ سوار انتظام بٹھلانے کو آتے ہیں اور پھر بندوبست ہو جانے کی امید ہے نہایت خوش ہوئے اور ہمارے رہبر نے انکو خوب دھوکا دیا ان لوگوں سے آگے بڑھ کر ایک گانوں ملا اس میں آدمی تو بھرے پڑے تھے لیکن نہ تو ہم سے مزاحم ہوئے نہ ہم کو مدد کا کیونکہ ہم تو ان کے بکٹ میں ہوتے ہوئے آئے تھے رات کے دو بجے کے قریب ہمارے رہبر ہم کو فرخ آبا

کی سیدھی سڑک پر کر کے ہم سے رخصت ہوئے اور ہم آپ آگے بڑھے صبح نمودار ہوتے ہی ہم یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ سڑک کی داہنی طرف ایک میل کے فاصلے پر فوج پڑی ہے خیموں کی کثرت اور منتظم قطاروں میں ان کے استادہ ہونے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ بہت لوگ ہیں۔ لیکن نہ تو سنتری تھے نہ کسی جیتے جاگتے کی آہٹ آتی تھی ہم بے تعرض چلے گئے۔ تمام رات چلنے کے بعد کہ راہ میں صرف دس منٹ کے واسطے گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے ایک دفعہ ٹھہرے تھے صبح کے آٹھ بجے پٹھانوں کے ایک بہت بڑے گانوں میں پہونچے جس کو قائم گنج بولتے ہیں یہاں سرکاری تحصیل داری تھی ہم مکان تحصیل میں چلے گئے اور تحصیل دار کو بلایا وہ بڑی دیر کے بعد آیا دیکھا تو ایک بڈھا پھوس آدمی تھا لیکن دل سے بڑا بھلا مانس جیسا کہ ہم کو بعد ازیں معلوم ہوا کیوں کہ خدا کی قدرت سے اس مقام میں ہماری جانیں بچنے کا وہ بڑا سبب ہوا جس وقت وہ آیا ہمارے گرداگرد بڑی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی تحصیل دار نہایت گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ کسی طرح ہم تحصیل داری چھوڑ کر اس کے ساتھ یار نواب احمد زور خاں کے مکان پر چلیں کہ وہ دباؤ والا رئیس اور اس موضع کا صدر مال گذار ہے تحصیل دار نے کہا کہ نواب آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوگا اور آپ کو پناہ بھی دے سکتا ہے کیوں کہ اس کا گھر ایسے باغ میں واقع ہے جسکے گرداگرد چار دیواری ہے۔ اس کے کہنے کے بموجب ہم وہاں کو چلے وہ باغ تحصیل داری سے تخمیناً ایک میل دور تھا جب ہم وہاں پہونچے تو ہم سے کہا کہ جب تک نواب صاحب

آپ کی ملاقات کو تشریف لائیں آپ یہاں بیٹھیے۔ ہم درختوں کے سائے میں بیٹھ گئے کیوں کہ گرمی اس وقت بہت تھی فوراً نواب کا بھائی تین آدمی ساتھ لیئے کہ سب کے سب دونالی بندوقیں باندھے ہوئے تھے ہم کو دیکھنے آیا اور افیون کی پینک میں از خود رفتہ تھا اور گستاخی اور برافروختگی اس کے انداز سے معلوم ہوتی تھی اس نے ہم سے پوچھا آپ کون ہیں میں نے کہا میں بدایوں کا کلکٹر ہوں اور اور صاحب لوگ نیل والے صاحب ہیں اور ایک پرمسٹ کے گرد اور۔ اس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا آپ کو تو میں جانتا ہوں اور آپ کو پناہ دوں گا کیوں کہ آپ سرکاری حاکم ہیں لیکن میں ان لوگوں سے واقف نہیں ہوں اور نہ مجھ کو ان سے کچھ سروکار ہے۔ مجھ کو ظن غالب ہوا کہ یہ شخص نشے کے سبب اپنے آپے سے خارج ہے کہ میرے ساتھیوں کو دفعتہً گولی مار بیٹھے اور ان بے چاروں کو بھی بالکل یاس تھی کہ وہ ان کے گولی مار دے گا لیکن حسن اتفاق سے ایسے موقعہ پر نواب صاحب خود برآمد ہوئے ان کے آتے ہی ان کے بھائی صاحب اٹھ کر چل دیئے نواب صاحب مہربانی اور اخلاق سے پیش آئے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا گھر میں جانے دینا ان پسند نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ ہم نہایت تھکے ہوئے ہیں تمازت آفتاب سے ہم کو سخت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ سایہ درختاں کی پناہ کافی نہیں ہے یہ سن کر بڑے تامل کے بعد انھوں نے ہم کو گھر میں جانے کی اجازت دی

میں نے ان سے کہا کہ ہماری خواہش یہ نہیں ہے کہ آپ کے پاس ٹھہریں بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ فرخ آباد کی طرف بڑھے چلے جائیں آپ سے صرف اتنی امید ہے کہ ایک کشتی ہم لوگوں کو بہم پہونچا دیجئے کہ ہم اپنے گھوڑوں سمیت اس میں بیٹھ کر فرخ آباد کو روانہ ہوں اس نے وعدہ کیا کہ میں آپ کی مدد کو موجود ہوں اور ایک قاصد نواب دولہا نامے اپنے ایک رشتہ دار کے پاس روانہ کیا جو یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر گنگا کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے جس کو شمس آباد کہتے ہیں ہم کو یقین ہوا کہ نواب دولھا دن ڈھلے تک ہمارے لئے ایک بہم پہونچا رکھیں گے۔ پھر ہم کو بالاخانے پر لے گئے اور کچھ کھانے کو دیا میرے دو خدمت گاروں کو ہمارے ساتھ نہیں آنے دیا تھا دے لوگ گھوڑوں کے پاس نیچے صحن میں رہے ہم کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک قاصد اندر آیا اور نواب کے ساتھ جو ہمارے پاس بیٹھا تھا کچھ سرگوشی کی نواب کا چہرہ ان باتوں سے فوراً متغیر ہو گیا اور نواب یہ کہہ کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا کہ آپ اسی وقت شمس آباد روانہ ہو جئے اور میں آپ کو ساتھ لے جانے کے لئے بسر کردگی ملتان خاں اپنے رشتہ دار کے پانچ سوار دیتا ہوں یہ ملتان خاں ایک بڑا خوش رو اور طاقت ور پٹھان تھا اس کی عمر چالیس اور پچاس کے بیچ میں ہو گی اور وہ بھی ہمارے پاس بیٹھا تھا قبل اس کے کہ ہم نواب سے رخصت ہوں اس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو اس مضمون کی ایک چٹھی دے دیجئے کہ میں نے آپ کی مدارات اچھی طرح سے کی اور آپ

کو نگہبانی کے لئے آدمی ساتھ دیے۔ اسی طرح کی درخواست ہمیشہ دغا کی پیش بندی ہوتی ہے کیوں کہ جن لوگوں کو ایسی چٹھیاں دی گئی ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی چٹھیوں کا پاس ہونا ان کو تمام الزاموں سے بری کر دے گا چٹھی دینے والوں کو جو کچھ پیش آئے ان کی بلا سے۔ لیکن میں چٹھی دینے پر مجبور تھا جب ہم دروازے کے باہر نکلے ملتان خاں نے میرے کان میں کہا کھیتوں میں ہو کر چلنا اور تمام گانوں سے کترا کر نکلنا آپ لوگوں کے حق میں بہتر ہے اور یہ کہہ کر اس نے تیز یو یا اٹھایا۔ چار میل کے قریب چل کر ہم کھڑے ہوئے تاکہ اونٹ جس پر گبسن صاحب اور وزیر سنگھ سوار تھے آ لے یہ لوگ اور بڑے ڈونلڈ صاحب بھی جو گھوڑے پر سوار تھے بہت پیچھے رہ گئے تھے جب ڈونلڈ صاحب بھی جو گھوڑے پر سوار تھے۔ بہت پیچھے رہ گئے تھے جب ڈونلڈ صاحب پاس آئے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے کچھ ایسا سنا ہے کہ ایک ہی جگہ ہمارا گنج شہیداں ہوگا۔ وزیر سنگھ کہتا ہے کہ میں نے نواب کے آدمیوں اور ان سواروں کو جو ہمارے ساتھ ہیں قبل اس کے کہ ہم قائم گنج چلیں یہ کہتے سنا کہ کشتی پر سوار ہوتے ہی ان سب کو قتل کر دینا چاہئے۔ میں گبسن صاحب کے اونٹ کے پاس گیا اور وزیر سنگھ سے دریافت کیا اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے جو بات سنی ہے اس سے تو ایسا ہی یقین ہوتا ہے کہ انھوں نے ہم سب کو قتل کرنے کی فکر کی ہے۔ بیشک میں یہ سن کر تھرا اٹھا لیکن ہم کیا کر سکتے تھے۔ میں نے ڈونلڈ صاحب کو اتنا ہی جواب دیا کہ ہم ناچار ہیں انھیں سوالوں

کے ساتھ چلنا چاہئے اور ان کی وفاداری پر کسی طرح کا شک ظاہر کرنا خلاف مصلحت ہے رہا بچاؤ اس میں خدا پر بھروسہ رکھو دس منٹ کھڑے رہ کر ہم نے پھر پویہ اٹھایا ملتان خان آگے آگے چلتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نواب دولھا کے مکان پر پہونچے۔

ایک ہندو نے جو نواب کا کارندہ تھا اور کھلے ہوئے برآمدے میں بیٹھا ہوا کچھ لوگ اس کو گھیرے ہوئے کام کر رہا تھا ہم کو بہت خاطرداری سے لیا۔ اس کارندے اور نواب میں اسی وقت بہت سے پیغام آئے گئے اور آخر کو خود کارندہ گھر کے اندر اپنے آقا سے بات چیت کرنے گیا میں نے موقع پا کر نواب کو اپنا سلام کہلا بھیجا اور خیر و عافیت پوچھوائی اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی ملاقات کے آرزو مند ہیں اور فرخ آباد جانے کے لئے ایک کشتی بہم پہونچانے سے ہماری مدد کیجئے۔ وہ آدمی جلد واپس آیا اور یہ کہا کہ نواب آپ کی ملاقات نہیں کیا چاہتے (میں تو اس کو بڑی بدشگونی سمجھا) لیکن کشتی مہیا ہونے کے ساتھ ہی آپ کو ملے گی۔ تب اس نے کہا کہ اپنی تشریف آوری کا کوتوال فرخ آباد کو بھی لکھ بھیجئے اور اس نے ایک پروانہ میری طرف سے لکھا اور دستخط کرنے کو میرے سامنے پیش کیا میں نے اپنی مہر کی انگوٹھی نکالی تا اس پر ثبت کردوں بعض لوگوں نے کہا کیوں صاحب آپ کی انگوٹھی ذرا ہم دیکھیں میں نے دے دی وہ حلقے میں خوب گھومی تھوڑی دیر تک سب لوگوں نے اس کو بغور دیکھا بھالا پھر مجھ کو دے دی اس وقت اپنے چہروں کو مشاش بشاش رکھنا ہم پر دشوار تھا

لیکن زبردستی منھ بنانا پڑتا تھا اور ہم ان لوگوں کے ساتھ بکشادہ پیشانی گفتگو کرتے تھے۔ ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد ہم بلائے گئے کہ نواب کے ایک بنگلے میں (جو انگریزی طور پر بنا تھا اور آراستہ کیا گیا تھا) چل کر ٹھہریے اور کشتی میں چلنے سے پہلے تھوڑا سا آرام کر لیجئے ہند دکارندہ اور ملتان خاں اور ہمارے سوار اس بنگلے میں ہمارے ساتھ آئے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ حسن اتفاق سے میں نے ابالے ہوئے کچھ انڈے کھالئے کہ اگلے چھ پہر تک مجھ کو ان کے سبب تقویت رہی۔ میں قریب تھا کہ لیٹوں اور کچھ آرام لوں کیوں کہ میں تھک کر تو چور ہو رہا تھا اتنے میں ملتان خاں آیا اور کہنے لگا کہ مجھ کو آپ لوگوں پر دل سے رحم آتا ہے اس بات کے سننے سے مجھ کو شک پیدا ہوا اور میں نے پوچھا کیوں اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے واسطے کوئی کشتی نہیں ملتی اور فرخ آباد تک زندہ پہنچنے کی امید نہ رکھیے۔ سڑکوں اور گاؤں کا حال بہت خراب ہے اتنے میں چھوٹے دونلڈ صاحب نے جو کھڑکی میں کھڑے ہوئے تھے ڈری ہوئی آواز سے مجھ کو پکارا کہ کھڑکی کے آس پاس ہتھیار بند آدمیوں کی بڑی بھیڑ جمع ہوتی جاتی ہے اور لوگ احاطے میں اکٹھے ہوتے جاتے ہیں کارندہ بھی اس وقت میرے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ اسی دم یہاں سے روانہ ہو جئے اگر ذرا بھی ٹھہریے گا سب مارے جائیے گا۔ جدھر سے آپ آئے ہیں لوٹ جائیے اور جو سوار آپ کے ساتھ قائم گنج سے آئے ہیں ان کا ساتھ مت چھوڑیے ہم جھٹ پٹ گھوڑوں

کے کسے جانے کا حکم دیا اور سوار ہوئے جب ہیں احاطے سے باہر نکلا ہیں نے اپنے دونوں خدمت گاروں کو ادھر ادھر دیکھا لیکن اس وقت بھیڑ اس قدر تھی کہ مجھ کو وے نظر نہ پڑے میرا دوسرا گھوڑا جس پر ایک میرا افغان نوکر سوار تھا دروازے میں کھڑا تھا ہم نے گبسن صاحب کی منت کی کہ آپ اس پر سوار ہو لیں لیکن چوں کہ ان کو گھوڑے پر سوار ہونے کی مہارت کم تھی انھوں نے پہلو تہی کیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اس وقت تک بھیڑ والوں نے ہم سے کچھ تعرض نہیں کیا اور ہمارے لیے راہ چھوڑ دی چھوٹے ڈونلڈ صاحب اور میں ملتان خاں کے ساتھ آگے آگے جاتے تھے دو سو گز کے قریب اس مکان سے آگے بڑھ کر ہم نے دیکھا سواروں کا ایک دستہ ایک باغ میں جو تھوڑی دور ہمارے آگے تھا سڑک کے وار پار ہماری گھات میں قطار باندھے کھڑا ہے ملتان خاں نے اپنے گھوڑے کو الٹا پھیرا اور ہم سے کہا جھٹ پٹ مکان کو لوٹ چلیے کیوں کہ آپ لوگوں کی جان بچنے کی صرف یہی صورت ہے کسی آدمی کے بڑھنے کا موقع نہیں ہے یہ تو تصور باطل تھا کہ ہم چار آدمی اس غول میں ہو کر نکل جانے کا ارادہ کرتے پس مجبور ہو کر مکان کی طرف لوٹے میں کچھ دور آگے اس مکان کے احاطے کی دیوار کے برابر چلا جاتا تھا اور دروازہ تھوڑی دور رہا تھا۔ کہ بلوائیوں نے بے رحمی کے ساتھ للکارتے ہوئے اور غل مچاتے ہوئے ہم پر گولیاں برسانی شروع کیں میں نہیں جانتا کہ میں کس طرح بچ کر نکل

آیا کیوں کہ گولیاں بالکل میرے آس پاس دیواروں میں آکر لگتی تھیں لیکن میرا گھوڑا گولیوں میں بگڑ کر ایسا بے تحاشا بھاگا کہ میں اور وہ دونوں صاف بچ گئے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ بڑے ڈونلڈ صاحب کے سر پر ٹوپی نہیں ہے اور بھیڑ سے نکل آنے کی کوشش کر رہے ہیں اور چند آدمی گبسن صاحب پر پلے ہوئے تلواروں اور لٹھوں سے ان کو مار رہے ہیں اس وقت ملتان خاں اور ہمارے ساتھ کے سوار بھی ہم کو حوالہ بتقدیر کر کے گھوڑے دوڑا چل دیئے تھے میں نے سوچا کہ ان سے جالموں میں نے بڑے ڈونلڈ صاحب کو پکار کر کہا کہ میرے ساتھ آیئے اور میں نے اپنا پنج نالی تپنچہ نکال لیا اور اپنے گھوڑے کو ناک کی سیدھ پر بھیڑ کے اندر اپنے مقدور بھر تیزی سے بھگایا آدمی میرے دائیں بائیں پھٹنے گئے اور میں بے چارے گبسن صاحب کے پاس ہو کر نکلا مجھ کو انکی وہ نگاہ حسرت آلود کبھی نہ بھولے گی کیوں کہ وے اپنے تئیں اُن بے رحموں سے جو ان پر پلے ہوئے تھے بچانے میں بے فائدہ کوشش کر رہے تھے میں ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتا تھا مجھ سے تو صرف اتنا ہی ہو سکتا تھا کہ اپنے گھوڑے کی تیزی اور توانائی کے آسرے سے اپنے آپ کو بچا لوں دو یا تین دفعہ ایسا موقعہ ملا کہ میں ان لوگوں میں سے چند کو گولی مار دیتا لیکن میں نے ضبط کیا یہ سمجھ کر کہ غالباً پستول کی دھمکی ان لوگوں کے ڈرانے کو کافی ہے لیکن ایک دفعہ فیر کر دینے سے وے خیال کریں گے کہ اب تو میں ان کا کچھ بھی نہیں کر سکتا فلامحالہ مجھ کو آگھیریں گے

جلدی سے میں شہر سے باہر نکلا اور ملتان خاں اور ساتھ والے سواروں
سے جا ملا کیوں کو بے لوگ اس وقت کھڑے ہو گئے تھے چھوٹے ڈونلڈ
صاحب بھی میرے الگ بھگ مجھ سے پیچھے آ پہونچے ان کے گھوڑے
کی پچھلی پنڈلی کے قریب بندوق کی گولی آ گئی تھی اور وہ سخت زخمی ہو گیا
تھا لیکن صاحب بچ گئے ان کے بیٹے بھی تھوڑی دیر بعد آ پہونچے شہر
میں ہوتے ہوئے اور اپنا گھوڑا ایک نالی پھندا کر جدھر لوگ ان
کا تعاقب کر نہیں سکتے تھے صحیح سالم نکل بھاگے ایسا معلوم ہوتا تھا
کہ ملتان خاں اور اور لوگ ہمارے بچ آنے سے کسی طرح خوش
نہیں ہوئے اور ان کی صورتیں بہت ہیبت ناک معلوم ہوتی تھیں میں
ملتان خاں کے پاس گیا اور اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر کہا کہ
تمہارے گھر بار اور بچے ہیں اس نے سر ہلا کر کہا کہ ہاں میں نے پوچھا
کہ ان کو روزی کا آسرا تم ہی سے ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا
بس یہی حال میرا ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ تم ایسے آدمی نہیں ہو کہ
میری جان کے خواہاں ہو اور ان کا سہارا توڑ دو ایک لحظہ تو وہ
میرا منھ دیکھتا رہا پھر بولا کہ اچھا اگر مجھ سے ہو سکے گا میں آپ کی
جان بچاؤں گا میرے ساتھ چلے چلئے یہ کہہ کر اس نے جھٹ پٹ باگ
اٹھائی اور پوریہ بھگانے لگا ہم بھی پیچھے پیچھے ہو لئے ایک ٹبرابد
ذات سوار جو مہدی پور کے گلٹینجنٹ رسالے کا تھا اور دبلے سے
گھوڑے پر سوار تھا میرے برابر آ کر کہنے لگا مجھ کو اپنا گھوڑا دیجئے۔

اور آپ کے لئے میرا گھوڑا کافی ہے میں نے اس کو بہ لطائف الحیل ٹال دیا
لیکن وہ میرے انکار سے بہت برہم ہوا اور ملتان خان سے کہنے لگا کہ ان کو
ابھی کیوں نہیں مار ڈالتے جب اس نے دیکھا کہ ملتان خاں یا اور کوئی سوار
اس کی بات نہیں مانتا وہ گھوڑے کو مہمیز کر ایک گانوں کو بڑھا جس میں ہو
کر ہمیں گذرنا تھا تاکہ گانوں والوں کو ہمارے مزاحم ہونے اور مار ڈالنے پر
برانگیختہ کرے اس سبب سے ملتان خاں کو کھیتوں میں ہو کر چکر کھانا پڑا تا وہ
گانوں چھوٹ جائے ہم شام کے چار کے قریب قائم گنج پہونچے لوگوں
نے ہم سے کہا کہ ابھی مکان کی چھت پر چڑھ جائیے ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ
کو دیکھ لے اسی وقت ہم نے یہ خبر پائی کہ بے چارے گبسن صاحب کو جو چند
گھنٹے پہلے ہمارے ساتھ تھے بلوائیوں نے مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہمارے
پہونچنے کے تھوڑی دیر بعد نواب ہم سے ملنے کو آئے اور واقعہ سننے سے بدل
مغموم معلوم ہوتے تھے انکا یہ مقولہ تھا کہ جو حملہ آپ لوگوں پر ہوا شمس آباد
والے نواب دولہا کے سبب سے ہوا اور واقعی ایسا ہی ہوا تب انھوں
نے ہم سے صاف صاف کہا کہ میں آپ کو پناہ تو نہیں دے سکتا ہوں خلقت
جانتی ہے کہ آپ انگوٹھیوں اور جواہرات سے لدے ہوئے ہیں اور یہی لڑکے
بالے اگر آپ کو دیکھ پائیں گے لوٹنے کی غرض سے آپ کے ٹکڑے اڑا
دیں گے ۔ میں نے کہا کہ ہمارے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اس نے کہا سچ ہے
لیکن وہ بات کہ آپ نے شمس آباد میں پروانہ پر مہر کرنے کیلئے اپنی انگوٹھی
نکال کر دکھائی تھی گرد و نواح میں مشہور ہو گئی اور لوگ یہی جانتے ہیں کہ

آپ جواہرات سے لدے ہوئے ہیں اور کسی طرح اس کے برخلاف نہیں مانتے صرف اتنا کرنے کو البتہ راضی ہوں کہ شام تک آپ میرے مکان میں رہیں شام کے بعد آپ کو چلا جانا پڑے گا میں نے اس سے کہا کہ میں جدھر سے آیا ہوں لوٹ جاؤں گا اور اپنے ضلع میں پہونچنے کی کوشش کروں گا۔ وہاں میں جانتا ہوں کہ میرے دوست مجھ کو پناہ دیں گے نواب نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کیوں کہ پہلے ہی میل میں آپ کے ٹکڑے اڑ جائیں گے تب میں نے کہا کہ ہم فرخ آباد کی راہ لیں گے اور وہاں پہونچنے کی کوشش کریں گے۔ نواب نے کہا ہاں یہ تدبیر سب سے بہتر ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں آپ کے لئے راہ دکھانے کو کوئی آدمی بہم نہیں پہونچا سکتا سبب اس کا یہ ہے کہ یہاں یہ خبریں آئی ہیں کہ آپ کی فوج جو دہلی پر تھی بالکل تباہ ہو گئی اور کمینڈر انچیف زہر کھا کر مر گئے ہم نے کہا کہ وہ تو ہیضہ کر کے مرے ہیں۔ اور رہبر کے بدوں تو ہم راستے ہی میں تباہ ہو جائیں گے لیکن نواب پر مطلق اس بات کا اثر نہ ہوا اور کہنے لگے کہ میں آپ کا ذمہ نہیں کر سکتا کیوں کہ کوئی شخص آپ کو مدد دینے یا آپ کے ساتھ جانے پر راضی نہیں ہوتا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ بڑھے ڈونلڈ صاحب کا گھوڑا زخم کے سبب بالکل چلنے کے قابل نہیں رہا اور ضرور پڑا کہ اس کی جگہ کوئی دوسری سواری ان کے لئے بہم پہونچائی جائے بڑی مشکل سے نواب صاحب نے ۵ روپیہ کو ایک واہیات ٹٹو کہ جو ایسے بھاری آدمی کے لئے ایک قدم بھی چلنے کے قابل نہ تھا بازار سے مول منگوایا جب نواب صاحب ہمارے

پاس سے اٹھ گئے ہم تینوں مل کر نماز میں مشغول ہوئے اور خدا کا شکر کیا کہ ایسے بڑے خطرمیں ہم کو سلامت رکھا اور دعا کی کہ اے خدا اپنے رحم سے تو کوئی باب نجات ہم پر کھول یا ہم کو اپنے پاس بلا۔ پھر میں نے اس بڈھے تحصیل دار کو بلا بھیجا جو صبح کی ملاقات میں ہمارا یار بن گیا تھا جب وہ آیا تو میں نے اس پر یہ بات ظاہر کی کہ اگر ہم سڑک کلاں پر جائیں اور دیہات میں سے ہو کر گذریں تو بالکل یاس ہے ہم کبھی بھی فتح گڈھ نہیں پہونچ سکتے اور اسی واسطے ہم کو ضرورت ایک رہبر کی ہے جو ہم کو پگڈنڈیوں اور کھیتوں میں ہوتا ہوا لے جائے میں نے عاجزی سے اس کی منت کی آپ نواب صاحب کے پاس جایئے اور کسی طرح ان کو سمجھایئے کہ کم سے کم ایک سوار تو ہم کو راہ دکھانے کے لئے دیں وہ جانے پر راضی ہوا لیکن کہا کہ مجھ کو امید نہیں ہے کہ نتیجہ اس کا حسب مراد ہو اور اگر کار برآری ہوئی تو میں پھر آؤں گا ورنہ میں نہ آؤں گا کیوں کہ آپ لوگوں کی مفارقت کے رنج کے سوا اور کیا حاصل ہوگا تب میں نے اپنی گھڑی اور انگوٹھی نکال کر اس کو دی کیوں کہ مجھ کو اپنی زندگی کی امید بہت تھوڑی تھی بلکہ منقطع ہو چکی تھی اور کہا کہ جس انگریزی عہدہ دار سے تمسے ملاقات ہو اس کو دے دینا کہ میرے گھر پہونچا دیگا۔ تب وہ مجھ سے رخصت ہوا میرے ساتھی جب یہ گفتگو رہی تھی بیچارے خوب سو رہے تھے اور اب میں بھی لیٹ گیا اور ایک گھنٹے کے قریب میں غنودگی کی حالت میں پڑا رہا اتنے میں نواب صاحب کی یہ بات میرے کان میں پڑی کہ صاحب سو رہے ہیں ان کو جگانا نہ چاہیئے

آرام کر لینے دو۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی بڈھے لنگڑے تحصیل دار لنگڑاتے ہوئے چلے آتے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اگر کسی آدمی کے حق میں کوئی بات خوش خبری کی ہو تو اس کو جلد جگا دینے کا مضائقہ نہیں - میں اٹھ بیٹھا اور دونوں کو بلایا نواب صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے قرابت دار معتمد دو آدمیوں کو سمجھا کر اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ آپ کو امن سے فرخ آباد لے جائیں اور اب سے دو گھنٹے پیچھے آپ کو چلنا ہوگا انھوں نے ایک کام کی خبر یہ بھی سنائی کہ آپ کا دوسرا گھوڑا اچھا ہوگیا ہے اور اصطبل میں بندھا ہے اور بڑے ڈونلڈ صاحب کو کام دینے کے قابل ہے تب وہ اور تحصیل دار یہ کہہ کر چلے گئے کہ آپ لیٹے اور سوئیے اور ہم آپ کے بدلنے کے واسطے ہندوستانی کپڑے لے کر جلد آتے ہیں وے اپنے وقت موعود پر ہمارے دوست سلطان خان کو ساتھ لئے آئے تب میں نے اپنے ساتھیوں کو اٹھایا اور نواب صاحب کے کپڑے پہنے ہماری اپنی پوشاک کی ہر ایک چیز حتیٰ کہ جوتے ہمارے روبرو جلا دیئے گئے تاکہ گھر میں ہمارا کوئی نشان نہ رہے میں نے ایک انجیل اور پیاری میری صاحبہ کا بٹوا بچا رکھا لیکن اس میں سے چاندی کے حلقے اور ریشم کی ڈوریا توڑ ڈالیں تاکہ کوئی معلوم نہ کر سکے میں نے ان چیزوں کو انگوٹھی اور گھڑی سمیت جو تحصیل دار نے مجھ کو لوٹا دی تھیں اپنی کمر میں رکھ لیا انجیل تو اب تک میرے پاس ہے اور غم و مصیبت کے اکثر وقتوں میں میرے لئے تسلی کا موجب ہوتی ہے لیکن افسوس بٹوا مجھ سے کہیں

سڑک پر گر پڑا اور پھر نہ ملا جب مجھ کو اپنا یہ نقصان یاد آتا ہے تو اب تک میں روتا ہوں اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ لحاظ نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ ہمارا جیسا غم اور تردد دل کو ایسا کر دیتا ہے کہ اپنے پیارے جن سے اس زندگی میں پھر ملنے کی کچھ امید نہیں ہوتی ذرا بھی یاد آتے ہیں تو فوراً دل بھر آتا ہے جب سب تیاری ہو چکی اور پگڑیاں کہ تمام پوشاک میں انھیں کا باندھنا ہم کو بہت مشکل تھا سر پر رکھی گئیں تو ہم صحن میں اترے اور اپنے گھوڑوں اور دونوں رہبروں کو تیار پایا میں سوار ہوا لیکن مجھ کو برا معلوم ہوا کہ میری نہایت عمدہ کاٹھی کہ دل کنس کی نامی دوکان کی بنی تھی اتار لی گئی اور اس کی جگہ واہیات بے نمدے کا زین کس دیا گیا تھا اس سے مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو میرے گھوڑے کی پیٹھ لگ جائے اور اس کو نکما کر دے اپنے رہبروں میں سے ایک کی طرف جو نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ وہ جوان خوش رو اور کشیدہ قامت تھا اور ایک خوبصورت سرنگ گھوڑے پر سوار تھا تو معلوم ہوا کہ میری کاٹھی انھوں نے لے لی لیکن اس وقت اس بات کے زبان پر لانے کا موقع نہ تھا نہ کہ حجت و تکرار کا۔ نواب نے بہت مہربانی سے ہم کو رخصت کیا اور مجھ سے کہا کہ اس لباس میں آپ بہت خاصے پٹھان معلوم ہوتے ہیں لیکن اس کا خیال رکھئے گا کہ ہرگز گفتگو کی مبادرت نہ کیجئے ورنہ فوراً پہچانے جائیے گا۔ لیکن یہ دو صاحب اگر گفتگو کریں باک نہیں۔ کیوں کہ ہندوستان زاہیں اور ہندوستانیوں کے مانند تلفظ کرتے ہیں ہم آہستہ آہستہ نہایت چپ چاپ قائم گنج میں ہو کر نکلے اس وقت شہر میں کوئی آدمی نہیں

جاگتا تھا شہر سے باہر نکلتے ہی ہمارے اس رہبر نے جو سرنگ گھوڑے پر سوار تھا پو یہ اٹھایا اور کھیتوں اور پگڈنڈیوں میں کئی میل برابر ہم کو لے گیا۔ ہم بہت دور نہیں گئے تھے کہ میرا چھوٹا گھوڑا مجھ کو ایک درخت کی شاخوں میں لے گھسا وہ پگڑی جو نہایت مشکل سے بندھی تھی گر گئی میں ناامید تھا کہ اب یہ بندھ چکی کیوں کہ ہندوستانیوں کے سوا کوئی اس کو باندھ نہیں سکتا اور وہ بھی برسوں کی مہارت سے لیکن جب وہ زمین پر گرنے لگی میں نے اتفاق سے اس کا ایک سرا پکڑ لیا اور لگام میں اس کی ایک گرہ لگا کر لگام کو دانتوں میں پکڑا اس طور پر گھوڑے کو بھی سنبھالا اور ساتھ ہی پھر پگڑی باندھنے لگا تاہم میں اس کو ایسا نہیں درست کر سکا کہ اگر کوئی ہم کو ٹھہراتا اور بازپرس کرتا تو پہچان نہ جاتا آٹھ میل کے قریب چلنے کے بعد گھوڑوں کے دم لینے کے لئے ہم کھڑے ہو گئے اور مجھ کو اپنے رہبر سے کچھ بات چیت کر لینے کا موقع ملا وہ تو کاکس صاحب والے توپخانے کے رسالے کا ایک سوار نکلا کہ قائم گنج میں اپنے گھر رہنا لے کر آیا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی مجھ کو چھ ہزار روپئے بھی دیتا تاہم میں آپ کو راہ دکھانے یا کسی طرح کی مدد دینے کے لئے اس کی طمع نہ کرتا لیکن نواب صاحب میرے بہت قریب کے رشتہ دار ہیں انھوں نے مجھ سے نہایت التجا کے ساتھ درخواست کی اور بالنجام کار مجھ کو تسلیم کرنا پڑا وہ ایک نامی شہسوار تھا اس کی گھوڑی نہایت بد اور الھڑ تھی راہ میں دونوں کی کشتیاں ہوئیں اور چوں کہ میری حفاظت ان کشتیوں کے انجام پر انحصار کلی رکھتی تھی میں نہایت غور سے ایک سناٹے کے عالم میں یہ

تماشا دیکھ رہا تھا۔ اوّل اوّل چند کوس تک وہ گھوڑی بے رکاوٹ چلی گئی لیکن پھر جب کہ ہم کو جلد چلنا ضرور ہوا تو اس نے چلتے چلتے اڑ جانا اور پیچھے کو ہٹنا اور الغرض سوار کو پھینک دینے کے لئے تمام حرکتیں شروع کیں۔ لیکن کچھ نہیں کر سکتی تھی وہ سوار اس طرح کاٹھی پر جما ہوا تھا کہ گویا اس میں گٹھا ہوا ہے اور آخر کو اسے آگے ہانک لے چلتا تھا۔ دو گھنٹے کے قریب چل کر ہم دونوں گانوں کے بیچ میں پہونچے یہ دو گانوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے بستے تھے اور ان دونوں کے بیچ میں ہو کر ہم کو جانا تھا وہ گانوں جو دہنے ہاتھ کو تھا اس میں تو آگ لگی ہوئی تھی اور ڈاکہ زنوں کا ایک گروہ اس کو گھیرے ہوئے لوٹنے پر جھکا ہوا تھا۔ جب ہم نے گھوڑے خوب زور سے بھگائے تو گانوں سے ایک میل کے فاصلے سے ان لوگوں نے ہم کو دیکھ لیا اور بڑا غل مچایا اور ہمارے مارنے کیلئے ایک طرف کو دوڑے تب تو ہم اپنی جانوں کے خوف سے بھاگے ہمارا رہبر اچھی تجویز اور ہوشیاری سے ہم کو لیے جاتا تھا پاؤ گھنٹے تک یہ گھوڑ دوڑ نہایت دلچسپ رہی ان بدذاتوں کا شور و غوغا اور دہکتے ہوئے گانوں کے غل نے ہمارے گھوڑوں کو ایسا بھڑکا دیا تھا کہ وے اپنے مقدور بھر دوڑنے میں مہمیز کے محتاج نہ تھے میرے دونوں گھوڑوں نے اچھے کام دیا جین بے اپنے چودہ پنسیری بوجھل سوار کو ایک پر کی طرح اڑائے لئے جاتا تھا میری اپنی سواری کا چھوٹا کابلی اس کے برابر چیرتا ہوا اور ہر ایک سدِّ راہ کو پھاندتا ہوا اس طرح جاتا تھا کہ گویا ہوا میں بھر اہوا ہے امنگ ایسی تھی کہ میں

بھی اس وقت خطر بالکل بھول گیا تھا اگرچہ تھوڑے عرصے تک ہم کو تذبذب تھا کہ ہم بھیڑ سے نکل سکیں گے یا نہیں لیکن جب دو سو گز کے قریب بچ کر نکل گئے تب ہم سمجھے کہ اپنے ارادے میں بے شک کامیاب ہوئے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا تو جوش وغضب میں ایسی للکار ماری کہ میں اسے کبھی نہ بھولوں گا حسن اتفاق سے ان کے پاس بندوق وغیرہ نہ تھی اور اسی سبب سے ایک دفعہ ان کے لٹانے کی مار میں آکر بھی ہم ان سے بچ کر نکل گئے اگر ڈونلڈ صاحب بجائے میرے گھوڑے کے اس کمبخت ٹٹو پر سوار ہوئے ہوتے جو انھوں نے خریدا تھا تو ہم سب کے سب بالضرور مارے جاتے۔ کیونکہ ان سے تو ایک قدم بھی ہرگز نہ چلا جاتا اور ہم بھلا ان کو کیوں کر پیچھے چھوڑ جاتے پس لامحالہ سب کے سب راہ میں تمام ہوتے میرے گھوڑے کا اچھا ہو کر ڈونلڈ صاحب کی سواری کے قابل ہو جانا بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال تھی کہ خدا نے ہماری جانیں بچانے کے لئے رحیمانہ اپنی قدرت کو دخل دیا جس کا میں نہایت مشکوری کے ساتھ اقرار کرتا ہوں۔ ہم چلتے چلتے گھنٹے کے قریب چلتے چلتے چار بجے صبح نمودار ہوتے ہی ہم فرخ آباد کے قریب پہونچے ہمارا رہبر ایک فقیر کی جھونپڑی کے پاس پانی پینے کے لئے ٹھہرا اور اس سے پوچھا کہ کیا خبریں ہیں صبح کاذب کی دھوندلی روشنی میں فقیر نے ہم کو نہیں پہچانا کہ انگریز ہیں اور ہمارے رہبر سے کہا کہ فرخ آباد میں اب تک بالکل امن چین ہے پلٹن بگڑی ہے انگریز لوگ شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن پروبن صاحب کلکٹر ابھی تک ہیں اور کل کے دن جیل خانے

میں بڑا بلوا ہو گیا تھا پلٹن کے لوگوں نے اس کو بھی فرو کیا بہت سے قیدی جو بھاگ جانا چاہتے تھے مار ڈالے۔ اس خبر کے سننے سے ہم کو بہت تسکین ہوئی اور اپنے رہبر کے ساتھ شہر کی سرائے میں گئے وہاں ہم کو کسی نے نہیں پہچانا گھوڑوں سے اتر کر ہندوستانیوں کی طرح ان کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ٹہلایا کئے ہمارا رہبر اس وقت ہمارے پاس سے کوتوالی کو خبر لینے گیا لیکن جلد لوٹ آیا اور اپنے ساتھ ایک چپراسی لے آیا تاکہ وہ ہم کو صاحب کلکٹر کے بنگلے تک لے جائے ہم پھر سوار ہو لئے تھوڑی دور تک ہمارے رہبر بھی ہمارے ساتھ رہے پھر وے ہم سے رخصت ہو گئے اور میں نے تب سے نہ ان کا کچھ حال سنا نہ ان کو دیکھا ہمارے ساتھ انھوں نے اپنا حق بہت اچھی طرح ادا کیا اور اگر ان مصیبتوں میں میری جان بچ گئی تو میں بھی جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا ان کا عوض دوں گا۔ آٹھ بجے کے قریب ہم پرڈن صاحب کے بنگلے پر پہونچے اور جلد ہی اندر گئے اور صاحب نے دلی مدارات سے ہم کو لیا قبل اس کے کہ ہم ان سے بیان کریں کہ ہم کہاں سے آئے اور راہ میں ہم پر کیا بیتی چند لحظہ تک ایسا دل بھر آیا کہ ہم میں سے کسی کے منہ سے بات نہیں نکل سکی۔ پھر پرڈن صاحب نے فتح گڑھ اور اس کے حوالی کے ادھر ادھر کا حال ہم سے بیان کیا وہ حال ایسا تھا کہ اس کے سننے سے کچھ انبساط خاطر حاصل نہ ہوا انھوں نے ہم سے کہا کہ ہندوستانی دسویں پلٹن جو فتح گڑھ پر متعین ہے

کھلم کھلا بغاوت کرنے کو تھی اور اپنے افسروں کو دھمکا بھی چکی تھی لیکن
چند روز کے لئے ان کو سمجھا بجھا کر منا لائے اور تب سے ظاہر میں ثابت
قدم معلوم ہوتی ہے اگرچہ میری رائے میں وہ قابل اعتماد نہیں ہے انگریز
جو اس شہر میں تھے بجز افسران پلٹن دہم اور میجر رابرٹ سن صاحب کے
کہ اُن کو توپوں کے پھر پہیے بنوانے کا کام ہے پلٹن کی حالت دیکھ کر فتح گڑھ
سے چل دیئے بعض لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر کانپور پہونچے اور بعض کہ
انھیں کے ساتھ میری میم اور بچے بھی ہیں گنگا پار اودھ کے علاقے
میں ہردیو بخش نامی ایک بڑے دباؤ والے زمین دار کی گڑھی میں ہیں
اس نے ان کو پناہ دینے کا وعدہ کیا ہے پروبن صاحب نے ہم کو بہت
استواری کے ساتھ اس گڑھ میں جا ملنے کی ترغیب دی لیکن ہم کشتی
میں سوار ہو کر کانپور کے چلے جانے کی بہت خواہش رکھتے تھے اور
بیشک ہم اُسی راہ پر چلتے لیکن خدا کی قدرت اس دن پروبن صاحب
کے پاس یہ خبر آئی اور ظاہراً صحیح معلوم ہوتی تھی کہ وہاں سواروں نے
بغاوت کی چھاونی کو پھونک دیا اور انگریزوں پر حملہ آور ہوئے۔ تب
ہمارے دل میں آیا آگرے چلیں لیکن پروبن صاحب نے کہا کہ سڑکوں
کا حال نہایت ابتر ہے باغیوں کے بڑے بڑے غول ادھر ہو کر دہلی کو
چلے جاتے ہیں آگرے صحیح سلامت پہونچنا ناممکن ہے اب سوائے اس کے
پروبن صاحب کی اصلاح پر عمل کریں اور کچھ تدبیر نہیں تھی
اور آخر کار ایسا کرنا ...... میرے حق میں مفید ہوا ہم

اس دن جون کی نویں تاریخ فتح گڑھ میں رہے کرنیل اسمتھ صاحب ہندوستانی دسویں پلٹن کے کمانیر اور روبرٹ صاحب دوسرے رسالے کے میجر مجھ سے ملنے آئے روبرٹ صاحب کانپور اپنی پلٹن میں شامل ہوجانے کو جاتے تھے۔ از خود کرنیل سمتھ صاحب کے پاس ٹھہرجانے کو کہا انھوں نے بھی ان کی درخواست کو غنیمت جان کر خوشی سے قبول کیا دسویں پلٹن کا وہ دستہ جس نے ایک دن پہلے بلوائے جیل خانے کو فرو کیا تھا میجر روبرٹ صاحب کے زیر حکومت تھا ایک قیدی نے ایک اینٹ کا روڑا اس طرح کھینچ کر مارا کہ میجر صاحب کی بائیں آنکھ میں بڑی چوٹ آئی میجر صاحب اور اسمتھ صاحب دونوں نہایت وثوق رکھتے تھے کہ پلٹن وفادار رہے گی خصوصاً اس سبب سے کہ یہاں یہ خبر آچکی تھی کہ میرٹھ کا جنرل بلس صاحب والا رسالہ دہلی کے پاس باغیوں سے ایک لڑائی میں فتح یاب ہوا دسویں تاریخ دن ڈھلے تک ہم فتح گڑھ میں رہے پھر گنگا پار اتر کر دھرم پور رہیں اور انگریزوں سے جاملے گرمی نہایت سخت تھی دھوپ دبیز داستانوں میں میرے ہاتھ بھونے دیتی تھی لیکن کچھ اور زیادہ تکلیف نہیں ہوئی وہاں جاکر قلعہ میں ہم دیکھا کہ لوگ کثرت سے مجتمع ہیں انھیں میں فتح گڈھ کے صاحب جج دھکارن ہل صاحب اور پادری فشر صاحب اور رابرٹ لوکیس صاحب جو بداؤں میں پہلے میرے اسسٹنٹ تھے مع اپنی میموں اور بچوں کے موجود تھے یہ لوگ چند روز سے وہاں تھے اور وہاں رہنے سے نہایت ناراض تھے اور میں بھی سمجھا کہ ان کی ناراضی بجا ہے کیونکہ

قلعہ ایسی شکستہ حالت میں تھا کہ اگر باغی کوئی حملہ کر بیٹھتے تو قلعہ کسی کے سنبھالے نہ سنبھالا جاتا ان لوگوں نے جو یہ حال سنا کہ ہندوستانی دسویں پلٹن والوں نے فساد جیل خانہ فرو کیا اور اپنے کام پر لوٹ آئے تو یہ لوگ یقین کرنے لگے کہ اب پلٹن سے کچھ خوف نہیں اور پلٹن ثابت قدم بنی رہے گی۔ پس ان لوگوں نے یہ ٹھہرائی کہ دھرم پور سے فتح گڑھ لوٹ جائیے۔ باوجودے کہ پروبن صاحب متواتر اس رائے کے برخلاف سمجھاتے تھے اور ان حالات سے جو ان کو معلوم تھے انھیں یہ یقین تھا کہ پلٹن قابل اعتماد نہیں ہے اور صرف اس وقت تک اپنے کام پر راستی کے ساتھ قائم ہے کہ بغاوت کا موقع نہیں پاتی اور یہ موقع اور باغی گروہوں کے آنے پر منحصر ہے جس سے ان کی خط و کتابت روزمرہ جاری رہتی تھی صرف پروبن صاحب اپنی بیوی اور چار بچوں سمیت اپنی اسی بات پر قائم رہے کہ ہرچہ بادا باد ہم تو ہردیو بخش کی پناہ میں رہیں گے اور جو لوگ دھرم پور سے چلا جانا چاہتے تھے ان کے اصرار کو اصرار احمقانہ سمجھتے تھے میں نے بھی پہلے تو یہ ارادہ کہ ان لوگوں کے ساتھ دونوں ونلڈ صاحب سمیت کر دے بھی واپس جانا چاہتے تھے فتح گڑھ لوٹ جاؤں لیکایک ذہن میں اس خیال نے خطور کیا کہ پروبن صاحب کے ساتھ ٹھہرنا بہتر ہے میں نے ہردیو بخش کے کارندے سے پوچھا کہ اگر میں ٹھہرا رہوں تو تمہارے آقا کچھ اعتراض تو نہ کریں گے اس نے اپنے آقا کی طرف سے فوراً منت

کی کہ صاحب یہ آپ کیا فرماتے ہیں بے تکلف آپ تشریف رکھئے
غرض وے لوگ تو گیارہویں رات کی تاریخ کو دھرم پور سے چلے گئے
اور اگلے دن صبح کو فتح گڑھ جا پہونچے بارہویں تاریخ لوئیس صاحب
اور رابرٹ صاحب کی چٹھیاں میرے پاس پہونچیں انھوں نے
بمنت لکھا تھا کہ ہم سے آ ملیے اور باور کیجیے کہ پلٹن بالکل ثابت قدم
ہے اور آپ دھرم پور میں بڑے خطر میں ہیں کیوں اگر ہردیو بخش
پہ کوئی دباؤ پڑا وہ یقیناً آپ لوگوں سے دغا کرے گا۔ میں نے یہ چٹھیاں
پروبن صاحب کو دکھائیں انھوں نے ہردیو بخش کی نسبت اپنا اطمینان
کامل ظاہر کیا لیکن دسویں پلٹن کی بابت انھوں نے کہا کہ مجھ کو اس پلٹن کی
وفاداری کا مطلق اعتبار نہیں آخر پروبن صاحب کی پیش گوئیاں صحیح
نکلیں اور جس معلومات پر ان کی بالکل عمل درآمد تھی وہ ٹھیک ثابت
ہوئی اگر کرنیل سمتھ صاحب اور دسویں پلٹن کے اور افسر اور اسی طرح
اور لوگ جو فتح گڑھ میں تھے ان کی نصیحت سنتے تو اوائل مئی میں پنشن
دار اور اور لوگ قابل اعتماد قلعہ فتح گڑھ میں رسدیں جمع کرتے
اور خود اس پر تعینات رہتے اور اس طرح تمام مصیبتیں جو آخر کو
واقع ہوئیں غالباً ٹل جاتیں۔ لیکن مشیت ایزدی دوسرے طور پر تھی
تیرھویں تاریخ رات کے دس بجے میں نیم خوابیدہ لیٹا تھا ایک
آواز آشنا و مانوس سن پڑی کہ صاحب سے اطلاع کر دو وزیر سنگھ
آیا ہے یہ سنتے ہی میں جاگ اٹھا اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ان کو اندر

بلا لیا اور اس کے آجانے سے میری طبیعت بہت خوش ہوئی اس نے
مجھ سے کہا کہ شمس آباد کی بھیڑ میں جب میں آپ سے الگ ہو گیا اور
دیکھا کہ آپ دور نکل گئے تو مجھ کو آپ سے ملنے کی امید نہ رہی اسی
لئے میں نے سوچا کہ اب مجھ کو اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنی چاہئے اسی نظر
سے میں باغ کی جھاڑیوں میں چھپ گیا اور جس وقت کہ آپ پر حملہ
ہوا وہیں تھا یہاں تک کہ بھیڑ چھٹ گئی اور حسن اتفاق سے کسی نے مجھ
کو نہ دیکھا بے چارے گبسن صاحب کی نعش کو دیکھ کر کلکاریاں مارتے تھے
اور جس طرح کوئی شادی بیاہ میں خوش ہوتا ہے اس طرح وے لوگ
نعش کے دیکھنے سے بڑی فرحت ظاہر کرتے تھے جب اندھیرا ہوا دو خاکروب
نعش کو گھسیٹ لے گئے اور کوڑے پر پھینک آئے وہاں کتوں نے اس کو
چیر پھاڑ ڈالا ہوگا اُن بے چاروں کی سواری کا لاوارثی اونٹ میرے روبرو
لوگ پکڑ کر نواب دولھا کے دکھانے کے لئے لے گئے تھے وزیر سنگھ اسی
جگہ تمام رات اور اگلے دن شام تک پڑا رہا آخر اس کو ایک آدمی
نے دیکھ پایا لیکن اس نے کسی کو خبر نہیں کی بلکہ اس کے حال پر ترس
کھا کر اس کے لئے کچھ کھانا لایا اور اس سے کہا کہ تمہارے صاحب
مارے نہیں گئے فتح گڑھ کی طرف بھاگ گئے ہیں جب رات ہوئی تو
وزیر سنگھ نے اسی مخبر کے آسرے پر جھاڑیوں سے نکل فتح گڑھ کی راہ
لی علی الصباح وہاں پہونچ کر اس نے مجھے تلاش کیا اور نہ پایا آخر
کار یہ سن کر کہ کچھ انگریز ہنوز دھرم پور میں ہیں گنگا پار کو چلا اس امید

سے کہ شاید میں ان میں مل جاؤں اُسکی یہ امید بر آئی جیسا کہ ابھی میں بیان کرچکا جتنا روپیہ میں نے بدماؤں سے چلتے وقت اس کے پاس رکھوا دیا تھا وہ بلا کم و کاست اپنے ساتھ لایا اور میری بندوق بھی دشمنوں میں سے کسی تدبیر سے بچا لایا جب انگریز لوگ فتح گڈھ لوٹ گئے اس کے دو دن بعد تک سب طرح خیریت رہی اور دسویں پلٹن اپنا کام حسب دستور کرتی رہی۔ ناگاہ اکتالیسویں پلٹن جو سیتاپور علاقہ اودھ میں متعین تھی باغی ہوئی اور وہاں کے انگریزوں کو قتل کرکے فتح گڈھ کی طرف روانہ ہوئی اور یہ خبر آئی کہ فرخ آباد کے محاذی کنارہ گنگ پر آ پہونچی دسویں پلٹن والے اس خبر کے پہونچتے ہی دفعۃً بلوا کرنے کو اٹھ کھڑے ہوئے حسن اتفاق سے یہ حادثہ ۱۴۔ جون کی صبح کو بہت سویرے واقع ہوا اور چونکہ انگریز لوگ جب سے واپس گئے تھے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ رات کو قلعے میں جاکر سوتے تھے اس وقت تک قلعے کے باہر نہیں گئے تھے اس سبب سے اس دن کوئی انگریز نہیں مارا گیا سب بچ گئے پلٹن والوں نے پہلی حرکت یہ کی کہ نواب صاحب کے پاس گئے اور پلٹن کا جھنڈا ان کے قدموں پر جھکا دیا اور اپنے تئیں ان کا نوکر ظاہر کیا اور تعظیماً سلامی کی باڑھ فیر کی واقعات فتح گڈھ کی اطلاع اول ہم کو اسی سلامی کے فیر سے ہوئی یہ سلامی تیس یا چالیس بندوقوں کی تھی اور اس بے ترتیبی سے ہندوستانی طور پر سر کی گئی کہ ہم کو قلعے پر حملہ ہونے کا احتمال ہوا اس سلامی کی آواز سے ہردیو بخش کے لوگوں میں ایسی کھلبلی مچی کہ ہم کو یہ بات ثابت ہو گئی

کہ اگر خدانخواستہ دھرم پور پر باغی حملہ آور ہوں تو ان سے کچھ نہ ہوگا

دن میں فتح گڈھ سے اخبار متنا قصنہ ہمارے پاس آئے ۔ ایک دفعہ یہ کہ

اکتالیسویں پلٹن شہر میں نہیں جانا چاہتی ۔ بلکہ بالا بالا براہ راست دہلی کو چلی

جائے گی اور دسویں پلٹن نے ان کے پاس یہ کہلا بھیجا ہے کہ اگر پل سے

آگے قدم بڑھاؤ گے تو ہم تم پر حملہ کریں گے اس وقت ہم سے لوگوں

نے یہ کہا کہ آپ لوگ چپ چاپ ایک جگہ بیٹھے رہئے ایسا نہ ہو کہ کوئی دیکھ

لے کسی کو اپنے پاس بھی نہ آنے دیجئے ۔ ہم اپنی جگہ میں بیٹھے تھے کہ دیوار

کے باہر کھودنے اور کھٹکھٹانے کی آواز سن کر گھبرائے وہ آواز کئی گھنٹے

تک برابر ہوتی رہی یکایک بند ہو گئی شام کے وقت جب ہم باہر گئے

(کیوں کہ شام کے وقت باہر نکلنے کی تو ہم کو اجازت تھی) تو یہ دیکھ

کر سخت متعجب ہوئے کہ اچھی خاصی اٹھارہ پنی توپ دیوار کے باہر

سے کھودی گئی جب سے سال گذشتہ میں صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ نے

منادی کی تھی کہ تعلقداران اودھ اپنے جملہ اسلحہ دے دیں تب سے

اب تک یہ توپ اس جگہ چھپی ہوئی تھی اسی وقت ایک چو پنی توپ

اور جنگل سے نکال لائے وہاں وہ توپ ایک نیم کے درخت

سے پچاس گز کے فاصلہ پر اسی کے پتے پر گڑی تھی اس توپ کے پھر پہیے

اور اجزاء کنوؤں سے نکالے گئے یہ چیزیں وہاں چھپائی رکھیں آس

پاس کے بڑے بڑے دیہات سے چار توپیں اور مختلف پنی چھپی ہوئی

لائے اور کل چھ توپیں پھر پہیوں پر چڑھا کر صحن مکان میں کھڑی کر دیں۔

ہم نے سنا کہ یہاں اور بہت سی توپیں چھپی ہوئی ہیں اور اگر ضرورت ہوگی نکال لی جائیں گی۔ صحن میں توپوں کو کھڑے کیے جاتے کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ان کی ضرورت واقع ہوئی دفعتہً رات کے آٹھ بجے کے قریب قلعے میں ایک بڑی ہل چل پڑی اور تعلقدار کے حمایتیوں کو اکٹھا کرنے کے لئے جھٹ پٹ سب طرف قاصد دوڑائے گئے اور سب سے کہا کہ ہوشیار رہو باغیوں کا ایک بڑا گروہ گنگا اتر آیا ہے اور دونوں کلکٹروں یعنی پروبن صاحب اور مجھ کو گرفتار کرنے اور قلعے کو لوٹنے کے لئے دھرم پور کی طرف چلا آتا ہے اس قدر عرصہ قلیل میں کہ قرین قیاس نہ تھا تخمیناً ایک ہزار آدمی سب کے سب برچھی وغیرہ ہتھیار باندھے ہوئے حسب المطلب تعلقدار کے جمع ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ دشمن کے مقابلے میں کٹ مرنے کو آمادہ ہیں اسی وقت توپیں قلعے کے دروازے سے باہر نکالی گئیں اور پھر سب لوگ توپوں کے پیچھے کھڑے ہوئے وہاں پروبن صاحب اور میں دونوں ہردیو بخش کے پاس گئے۔ ہردیو بخش کے لوگ ہم کو کچھ اچھا تو سمجھتے ہی نہ تھے وے ہم کو اس طرح دیکھتے تھے کہ دھرم پور کی طرف باغیوں کے آنے کا سبب ظاہر ہم لوگ ہیں اس گاؤں کی طرف باغیوں کو اس خبر نے متوجہ کیا (اگرچہ عموماً لوگ اس کو بالکل جھوٹ باور کرتے تھے) کہ پروبن صاحب ہردیو بخش کے پاس سرکاری خزانے کا کئی لاکھ روپیہ لے گئے ہیں اسی روپیہ کے لے لینے کی تمنا باغیوں کو تھی ہم ہردیو بخش کے پاس پہونچے ہی تھے کہ اس نے ہم سے یہ کہا کہ آپ لوگ ایسی

وقت دھرم پور سے روانہ ہو کر رام گنگا کے پار تین میل دور ایک چھوٹا سا گانوں ہے وہاں چلے جایئے وہاں چند لوگ میرے اپنے ہیں اور وے آپ کو چھپالیں گے اس تدبیر سے میرا اور آپ کا بچاؤ ہے کیوں کہ اگر باغی فی الواقع دھرم پور میں آئیں گے تو میں ان کو قلعہ دکھلا دوں گا اور وے لوگ جب آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ انگریز اس میں نہیں ہیں تو زیادہ میرے درپے نہ ہوں گے پروبن صاحب اور میں پہلے تو اس تجویز میں بہت ہچکچائے پروبن صاحب نے کہا کہ اسی جگہ لڑ کر مرجانا بہتر ہے کیوں کہ اگر ہم ذرا بھی دھرم پور سے گئے تو آدھے گھنٹے میں ہمارے سر کٹ جائیں گے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ہر دیو بخش مصر ہے اور کسی طرح ہم کو زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دے گا اسی واسطے میں اس کے پاس گیا اور اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہم ابھی جاتے ہیں بشرطیکہ تم ہمارے بچاؤ کے لیے قول کرو اس نے فوراً ذمہ کیا اور تہ دل سے کہا کہ پہلے میرا خون بہایا جائے گا قبل اس کے کہ آپ کے سر کا بال بیکا ہو اپنے مرنے کے بعد البتہ میں مجبور ہوں آگے مدد نہیں دے سکتا۔ میں مدت سے جانتا تھا کہ جب کوئی اشراف راجپوت اپنا داہنا ہاتھ پکڑا دیتا ہے اور قول کر لیتا ہے تو اس کی بات پکی قابل اعتماد ہوتی ہے اور میں نے پروبن صاحب اور ان کی میم سے کہا کہ اب یہاں سے بے تامل چلیے اور جو ہر دیو بخش کہتے ہیں اس کی تعمیل میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔ ہم نے اپنے بچھونے لیٹے اور چار دن بچوں کے واسطے کچھ چیزیں لے لیں اور چلے پروبن صاحب کی میم ایک

بچے کو لئے ہوئے تھیں اور ایک بچے کو میں اور تیسرا بچہ اور میری بندوق وزیر سنگھ اور چوتھا بچہ پروبن صاحب کا نوکر۔ پروبن صاحب خود اپنی تین بندوقیں اور توشہ دان وغیرہ لئے ہوئے تھے میں اس وقت کیسا شکر کرتا تھا کہ میری میم اور میرا بچہ پہاڑ پر آرام سے ہیں اور یہ مصیبتیں اور تکلیفیں مجھ اکیلے کو جھیلنی پڑتی تھیں ہم ایک میل کے قریب چلے ہوں گے کہ رام گنگا پر پہونچ گئے وہاں بڑی دیر تک کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے آخر کار کشتی آئی اور آدھی رات کے قریب اترے دو میل کے قریب اور آگے چل کر ہم اسی گانوں میں جس کا نام کسورہ تھا پہونچے وہاں کے ٹھاکروں نے ہم کو بہت خاطرداری سے لیا یہ لوگ ہردیو بخش کے بنی اعمام تھے لیکن ہردیو بخش سے ذات میں کم کیوں کہ ان کی ماں بیاہتا نہیں تھی ہم کو کئی احاطوں کے اندر ایک احاطے میں لے گئے وہاں بہت سے مویشی بندھے ہوئے تھے ایک گھوڑی اور اس کا بچھیرا اور بہت سی بکریاں۔ ہم سے کہا کہ یہی مکان آپ کے لئے تجویز ہوا ہے بعض جانور تو ہمارے پہونچتے ہی کھول لئے گئے باقیوں کی نسبت انھوں نے اقرار کیا کہ کل صبح کو کھول لئے جائیں گے اس جگہ کو دیکھتے ہی سمجھا کہ گھبراہٹ اور عفونت اور جانوروں کی کثرت کے سبب یہاں نیند آنی ناممکن ہے غرض ہم سب کے سب نہایت رنجیدہ اور اداس ہوئے صبح کے وقت چونکہ ہمارے ساتھی چارپائے چراگاہ کو بھیج دئے گئے ہم نے کسی قدر فراغت پائی لوگوں نے ہم سے کہا کہ سپاہیوں کا ایک گروہ ڈھائی سو جوانوں کے قریب دسویں ہندوستانی پلٹن والے واقعی کل رات

کو گنگا اتر آئے تھے اور یہ خبر اڑادی تھی کہ دھرم پور پر چڑھائی کرنے اور اور لوٹنے اور انگریزوں کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کے ارادے سے چلے ہیں یہ گروہ دھرم پور کی طرف تھوڑی دور تک بڑھا چلا گیا ناگاہ لکھنؤ کی طرف مڑ گئے۔ تین لاکھ روپیہ ان کے ساتھ تھا اس روپیے کو یہ لوگ کسی حیلے سے بغیر اپنے ساتھیوں کی اطلاع کے فتح گڈھ سے نکال لائے تھے اور ساتھیوں کو اس فقرے سے دم دے دیا تھا کہ ہم صرف دھرم پور تک جاتے ہیں اور کل تم سے پھر آملیں گے ہردیو بخش کے لوگوں نے چاہا تھا کہ ان پر حملہ کریں اور لوٹ لیں لیکن اس نے نہایت دانشمندی سے اجازت نہ دی اس کا سبب چند روز بعد اس نے ہم سے یہ بیان کیا کہ مجھ کو خوف تھا کہ اگر ایک دفعہ میرے آدمی لوٹ کا مزا پا جائیں گے تو میں پھر ان کو ہرگز نہ روک سکوں گا الغرض سپاہی اس کے علاقے میں ہو کر توبالکل بے روک ٹوک چلے گئے لیکن اس کی سرحد سے نکلتے ہی دوسرے علاقے کے گانوں والوں نے ان پر حملہ کیا اور لوٹا مارا ان کے ساتھ نمبر ۴ ہندوستانی پلٹن کا ایک انگریزی افسر بھی تھا انھوں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تم کو صحیح سلامت لکھنؤ لے جائیں گے جب گانوں والوں نے ان پر حملہ کیا تو انھوں نے اس افسر سے کہا کہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیجئے آپ ہی کے سبب سے ہم پر حملہ ہوا وہ افسر مجبور ہو کر ان کے ساتھ سے جدا ہوا اور تھوڑی دیر تک ادھر ادھر پھرتا رہا جب ایک ندی اترنے لگا تو اس کو (جیسا کہ ہم نے بعد اس کے سنا) لو لگ گئی اور لوگ اس کو آدھ موا

ایک گاؤں میں اٹھا لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں تمام ہو گیا۔ ہم جون کی ۲۰۔ تاریخ ہفتہ کے دن تک بالکل بے کھٹکے کسورہ میں رہتے رہے مگر اس دن توپوں کی آواز سخت سن کر متردد ہوئے پہلے تو ہم نے یہ سمجھا کہ سلامی سر ہو رہی ہوگی لیکن پھر ہم لڑائی کی توپوں کی خاص آواز کو پہچان گئے کیوں کہ خالی باروت کی تھیلی بھر کر چھوڑنے کی آواز اور ہی طرح کی ہوتی ہے اس آواز سے اور فیر کے متواتر اور تا بہ دیر رہنے سے ہم کو یہ یقین ہوا کہ قلعے پر حملہ ہو رہا ہے جوابی توپوں کی آواز بھی ہم کو تمیز ہوتی تھی دن میں گرمی کے وقت تھوڑی دیر تک فیر کم رہی لیکن شام کے قریب پھر شدید ہو گئی تمام رات اور اگلے دن کے دوپہر تک اسی طرح برابر رہی پھر کم ہو گئی لیکن جس طرح پہلے دن ہوا تھا پھر شدت سے شروع ہوئی ان میں ایک توپ بڑی بھاری تھی اور وہ لڑائی کے وقت پانچ پانچ یا دس دس منٹ پیچھے چلتی تھی اور ہم اس خیال سے کہ یہ قلعہ والی توپ ہے اور یقیناً ہر فیر میں دشمن کا بڑا نقصان کرتی ہوگی اپنی ہمت بندھاتے تھے۔ چونکہ ہم مجبور تھے کہ نکمے بیٹھے رہیں اور اپنے ہم وطنان محصور کی کسی طرح مدد نہیں کر سکتے تھے ان کمبخت گھنٹوں میں ہماری گھبراہٹ اس قدر تھی کہ دل اکتائے جاتے تھے۔ جب فیر شروع ہوئی تو بروبن صاحب نے ہردیو بخش کے پاس ایک پیغام بھیجا (کیونکہ ہم کو ان کے پاس جانے کی ممانعت تھی اور وہ بھی کبھی ہمارے پاس نہیں آتے تھے) اور یہ کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے لوگوں کی مدد کو

کچھ اپنے آدمی بھیج دیجئے اور اگر وے لوگ باغیوں پر حملہ کریں گے یقیناً سرکار سے بڑا انعام پائیں گے لیکن ہردیو بخش نے درجواب اس کے یہ کہلا بھیجا کہ یہ امر ناممکن ہے میں نہیں کر سکتا کیوں کہ میرے آدمی اگرچہ آپ لوگوں کی جانیں بچانے اور دھرم پور پر کوئی حملہ ہو تو اس کو دفع کرنے پر دل سے آمادہ ہیں لیکن گنگا اترنے یا باغیوں سے مقابلہ کرنے پر رضامند نہیں ہیں اس وقت ہمارے پاس فتح گڈھ کے حالات کی نہایت متناقض خبریں آرہی تھیں ایک آدمی کہتا تھا کہ باغی قلعہ کا کچھ نہیں کر سکے آپ کی توپ سے ان کا بہت نقصان ہوا حتی کہ انھوں نے قلعہ کے لینے کا عزم فسخ کرکے دہلی چلے جانے کا ارادہ کیا ہے۔ ابھی اچھی طرح یہ آدمی جانے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک اور گانوں والا یہ خبر سنا کر ہماری ہمت ہرا دیتا تھا کہ آپ کے لوگ مغلوب ہو گئے ہیں اور برابر لڑائی لگی رہنے کے سبب ان کے پاؤں سوج کر ہاتھی جیسے ہو گئے ہیں اور بسبب کثرت بیداری کے آنکھیں نکلی پڑتی ہیں۔ اتنے میں ایک قاصد ہردیو بخش کے پاس سے جھپٹا ہوا آیا اور انھوں نے یہ کہلا بھیجا کہ میرے پاس ٹھیک خبر پہونچی ہے کہ آپ کے لوگ سب خیر و عافیت سے ہیں اور اکتالیسویں پلٹن ایسی دل شکستہ ہو گئی ہے کہ محاصرہ اٹھا کر کل صبح روانہ ہو جانے والی ہے۔ ابھی وہ قاصد یہ خبریں کہنے بھی نہ پایا تھا کہ گانوں کے لوگوں نے ہم سے کہا کہ نانھا باغیوں کو ایک لاکھ روپیہ دینے کو کہتے ہیں اگر وے لوگ قلعہ فتح کرلیں اور انگریزوں کو مار ڈالیں۔ اور باغی یہ ارادہ

کر رہے ہیں کہ آج کی رات سیڑھیاں لگا کر قلعے پر چڑھ جائیں الغرض یہی حال رہا یہاں تک کہ ۲۲۔ تاریخ کو ہم نے ہردیو بخش کے ایک آدمی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ذرا فتح گڈھ جا کر دریافت تو کرو کہ درحقیقت وہاں کا کیا حال ہے وہ یہ اقرار کر کے روانہ ہوا کہ اگلی رات کو واپس آکر خبر دوں گا۔ ۲۲۔ تاریخ کو دن ڈھلے ہم اکٹھے بیٹھے ہوئے فیر کی آواز سن رہے تھے اس وقت یہ آواز بہت تواتر کے ساتھ تھی اور اپنے دلوں میں بہت اداس تھے کہ اتنے میں پروبن صاحب کے پاس بیچارے ہمارے دوست لالبرٹ تھارن ہل صاحب جج فتح گڈھ کے پاس سے ایک چٹھی آئی قاصد جو یہ چٹھی لایا تھا شام کے وقت قلعے سے چلا تھا اور اس طور پر محاصرین کے ہاتھوں سے بچ آیا تھا کہ دیوار قلعہ سے گنگا میں کود پڑا اور دریا تیر کر آیا وہ چٹھی نہایت عجلت اور نہایت ناامیدی بلکہ یاس محض کی حالت میں لکھی گئی تھی صاحب نے یہ خبر لکھی تھی کہ: پچھلے ۴۸۔ گھنٹہ اکتالیسویں پلٹن ہم پر بلا وقفہ حملہ کرتی رہی پھر مئو کے پٹھان ان کی مدد کو آگئے قلعے کے سپاہی بالکل تھکے ہوئے ہیں اور سب مارے جائیں گے مگر آنکہ خدا یاوری کرے اور جلدی سے کوئی مدد بھیج دے انھوں نے پروبن صاحب سے لجاجت یہ درخواست کی تھی کہ آپ ہردیو بخش کو ترغیب دیجیے کہ جتنے آدمی وہ جمع کر سکے ساتھ لے کر ہماری مدد کو پہونچے اور اس سے یہ اقرار کرنا چاہئے کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس

کو بہت بڑا انعام دیا جائے گا اور جو اس کے آدمی زخمی ہوں گے ان سب کو پنشن ملے گی اور جو شخص مارے جائیں گے ان کے پس ماندوں کا تکفل سرکار سے ہوگا۔ پروبن صاحب نے ایک قاصد کے ذریعے سے پھر ہردیو بخش کے پاس کہلا بھیجا لیکن کچھ جواب باصواب نہ آیا۔ پس ہم سے کیا ہو سکتا تھا سوائے اس کے کہ بیچارے اپنے قلعہ والے دوستوں کو جواب میں یہی حال لکھ بھیجا کہ ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا ہم نے لکھنے کو یہ لکھا لیکن ہمارے دل ٹکڑے ہوئے جاتے تھے۔ پروبن صاحب نے ٹھارن ہل صاحب کو یہ صلاح بھی لکھی کہ آپ فرخ آباد کے سادھوؤں سے مدد حاصل کرنے میں کوشش کیجئے کہ یہ فرقہ اگرچہ مذہبی لوگوں کا ہے بڑے لڑنے والے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ وے سپاہیوں کے جانی دشمن ہیں اور ضرور ان کا مقابلہ کریں گے اسی وقت یعنی دن ڈھلے فرخ آباد کے دو مہاجن ہم سے ملنے آئے میں نے ان کو دیکھتے ہی پروبن صاحب سے کہا کہ مجھ کو ان کے ڈھنگ اچھے نہیں معلوم ہوتے اور مجھ کو یقین ہے کہ ان کے آنے میں کچھ خیر نہیں یہ جاسوس معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن پروبن صاحب نے کہا میں ان کو جانتا ہوں یہ خیرخواہ ہیں مہاجنوں نے ہماری مصیبت ناک حالت پر نہایت رحم ظاہر کیا کہ ہم اس وقت ایک گاؤخانے میں بند تھے کسی طرح کا آرام میسر نہ تھا جانیں ایک تار نفس میں اٹکی ہوئی تھیں۔ انھوں نے ہم سے کہا کہ ہمارے دل بے قرار ہیں کہ کسی طرح مدد آپ ہم سے

مانگیں اور ہم دین فتح گڈھ کی خبریں انھوں نے نہایت موافق مراد بیان کیں
کہ باغی اور ہوئے لوگ نہایت دل شکستہ ہیں اور کچھ اندیشہ نہیں ہے قلعہ
والوں پر ان کو دست رس ملنا محال ہے تب وے ہم سے رخصت ہوئے
اور کہہ گئے کہ ہم آپ کے پاس جو کچھ فرخ آباد میں ہوا کرے گا اس کی خبر
روزمرہ بھیجتے رہیں گے ایک رات دونوں طرف سے متواتر فیر ہوتے رہے
اور گانوں کے چند آدمی دن کو گنگا کے پاس تھے انھوں نے لوٹ کر ہم
سے کہا کہ دریا کے کنارے بندوق کی فیریں بھی بہ کثرت سن پڑتی تھیں
ایسی سخت لڑائی ہو رہی ہے کہ دونوں طرف کا نقصان بہت ہوا ہوگا۔
۲۴- تاریخ دن ڈھلے کے قریب ہمارا قاصد واپس آیا وہ کسی حکمت سے
قلعہ کے اندر پہونچا اور اندر کے لوگوں کو دیکھا اور ان سے باتیں بھی
کیں بلکہ خود سمتھ ارنل صاحب اور رابرٹ لوئیس صاحب سے گفتگو
کی۔ اس نے بیان کیا کہ مجھ کو سپاہیوں نے پکڑ لیا تھا اور میں نے
اپنے بچانے کے لئے مجبور ہو کر وہ چھٹی جو لوئیس صاحب نے آپ
کے نام دی تھی اپنے پاس سے پھینک دی پھر اس کو بہتیرا ڈھونڈھا
کیا نہ ملی۔ قلعہ والے لوگ حالت یاس میں ہیں اور اگرچہ نہایت
استقلال سے لڑ رہے ہیں لیکن آخر آدم زاد ہیں کہاں تک ڈٹے رہیں۔
جتنے سپاہی قلعے میں بچے ہیں رات دن کمربستہ رہتے ہیں اور ایک لحظ
اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے لڑنے والے جوان اصل میں کل تیس تھے
ان میں سے بھی اب بہت کم ہو گئے ہیں کرنیل سمتھ صاحب اور مسٹر

جونس صاحب اور ایک توپ خانے کا سرجن اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے گولیاں لگیں مر گئے دسویں پلٹن کے فلی مور صاحب زخمی ہوئے تھا ان ہل صاحب کو اتفاقاً انھیں کے ہاتھ سے داہنے بازو میں گولی لگ گئی۔ میں عورتیں اور بچے قلعے کے اندر میجر رابرٹسن صاحب کی کوٹھی میں ہیں وہاں وے لوگ گولیوں سے بالکل محفوظ ہیں ۔ ان میں ایک عورت کے گولی لگی اور مر گئی وہ اس سارجن کی میم تھی جو مارا گیا اس میم نے پہلے اپنے شوہر کا قصاص باغیوں سے خوب لیا دیر تک مورچے پر رفل لئے کھڑی رہی اور بہت باغی مارے یہاں تک کہ خود بھی ماری گئی۔ قاصد نے ہم سے بیان کیا کرنیل تھمسن صاحب جن کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا ایک رفل لئے ایک دیوار پر کھڑے ہوئے دشمن کے خوب آدمی مار رہے ہیں اور اپنی جگہ سے کسی وقت نہیں ہٹتے روبرٹ صاحب (جیسا کہ ہم بھی ان کی بے باکانہ عادت سے ایسا ہی خیال کرتے تھے) قلعے میں درحقیقت سب سے پیش رفت ہیں اور شدت کی آتش باری میں اِدھر اُدھر جا کر سب کی ڈھارس بندھاتے ہیں۔ لیکن ہمارے قاصد نے صاف بیان کیا کہ یہ سب لاحاصل ہے کیوں کہ حملوں کا دفعیہ زیادہ نہیں کر سکتے اس سبب سے کہ قلعے والوں کا سامان جنگ ہو چکنے کو آیا اور دشمن نے قلعے میں سرنگ لگانی شروع کی ہے اور کل جو ایک سرنگ اڑائی تھی اس سے ایک مورچے کا بڑا نقصان ہوا باغیوں نے دو مرتبہ ارادہ کیا کہ اس جگہ سے جو صدمۂ سرنگ سے ٹوٹ

گئی تھی قلعہ پر دھاوا کریں لیکن دونوں دفعہ بڑے نقصان کے ساتھ ہٹا دیے گئے۔

ملتان خان ایک موٹا پٹھان ان لوگوں کو دوبارہ لے کر چڑھا (یہ وہ شخص تھا کہ چند روز ہوئے جب ہم پر شمس آباد میں حملہ ہوا تھا تو ہم اسی کے طفیل سے بچ گئے تھے) اس موٹے کے سر پر اس شخص کے گولی لگی اور مر گیا ہم فرخ آباد کا یہ حال سن کر نہایت مغموم ہوئے اور ہم کو اپنی حفاظت کی نسبت بھی بہت خطر پیدا ہوا کیوں کہ قاصد نے ہم سے یہ کہا کہ وہ مہاجن جو آپ سے بمشکل ملاقات کر گئے ہیں یہاں سے لوٹ کر گنگا اترتے ہی سیدھے نواب اور اکتالیسویں پلٹن کے صوبہ دار کے پاس چلے گئے اور ان کو جا خبر دی کہ ہم فتح گڈھ اور بداؤں کے کلکٹروں کو دیکھ آئے ہیں یہ لوگ سڑک سے پورب کی طرف اس کے متصل ہی ٹھاکر کستوری سنگھ کے مویشی خانے میں چھپے ہوئے ہیں تو رہے سے ہتھیار بند آدمی بہ آسانی ان کو گرفتار کر کے مار ڈال سکتے ہیں۔ نواب اور صوبہ دار نے یہ خبر پا کر کہا کہ بعد اس کے کہ قلعہ لے لیا جائے اور سوار اس کام سے فراغت پائیں ہم ان کی گرفتاری کا بندوبست کریں گے۔ دو راتیں اور دو دن اسی مصیبت سے ہم پر اور گذرے توپوں کی آوازیں اسی شدت سے چلی آتی تھیں لیکا یک مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ ۲۹۔ تاریخ کی صبح کے پانچ بجے قریب آواز بند ہو گئی معاً ہم نے خیال کیا کہ محاصرین نے دھاوا کر دیا اور فتح یاب ہوئے

اور ہم چپ اداسی کی حالت میں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے
بار بار دل میں یہ یقین ہوتا تھا کہ بیچارے ہمارے دوست اور ملاقاتی
مرد عورتیں بچے دشمن تشنۂ خون بے رحم نے اس وقت تہ تیغ بے دریغ
کیے ہوں گے دو گھنٹے سے زیادہ بالکل سناٹا ہو زیر سنگھ خبر لانے
باہر گیا مگر ناکام پھر آیا ہماری طرح گانوں کے لوگ بھی مطلق نہیں
جانتے تھے کہ کیا ہوا اس وقت دلوں کا جو حال تھا بیان نہیں ہو سکتا
یکایک بڑی بھاری توپوں کے فیر متواتر اور بے قاعدہ شروع ہونے سے
ہم نے اس سناٹے اور حیرت کی حالت سے جو ہم پر طاری تھی افاقہ پایا آواز
سابق کی بہ نسبت اور طرف سے آتی تھی اور فتح گڈھ سے دریا کے بہاؤ
کی طرف زیادہ ہٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ہم ہر ایک آواز کو خوب کان
لگائے سن رہے تھے اور اسی چھوٹی سی جگہ میں جس میں ہم رہتے تھے
ٹہل رہے تھے اتنی مجال نہ تھی کہ ایک دوسرے سے بات کر سکیں اتنے
میں ہردیو بخش کے پاس سے ایک قاصد آیا فیر کے بند ہوتے ہی بہت
تڑکے یہ شخص گنگا کے کنارے پر بھیجا گیا تھا تاکہ تحقیق خبر لائے جو
حال اس نے وہاں دیکھا اپنے آقا سے جا بیان کیا انھوں نے اس
کو ہمارے پاس بھیج دیا کہ جاؤ وہاں یہ خبر دے آؤ۔ یہ خبریں نہایت
مصیبت ناک تھیں رات کے وقت انگریزوں نے قلعہ خالی کر دیا اور
تین کشتیوں میں چلے گئے یہ کشتیاں محاصرے سے پہلے قلعے کے
محاذی دریا میں اس غرض سے باندھ رکھی تھیں کہ ضرورت کے وقت

موجود رہیں۔ ان لوگوں کو یہ امید تھی کہ چپ چاپ دھار پر بہے جائیں گے اور صبح نمودار ہونے سے پہلے سپاہیوں کے نشانہ کی مار سے نکل جائیں گے لیکن عورتوں اور بچوں کو کشتیوں میں سوار کرنے اور اسباب اور سامان جنگ اور رسد کے لادنے میں اس قدر وقت ضائع ہوا کہ تھوڑی دور چل کر دن نکل آیا لوگوں نے ان کو دیکھ لیا جب انھوں نے دیکھا کہ ہم دیکھ لئے گئے اور سب کو خبر ہو گئی کشتیوں کو اس طرف موڑا اور بیچ دھارے نکل کر ادھر والے کنارے کی طرف چلے آرہے تھے یکایک جو کشتی بڑی بوجھل تھی فتح گڈھ سے تین میل ادھر آکر ریت میں اٹک گئی اور باوجودیکہ جتنے مرد اسمیں سوار تھے انھوں نے بہت کوششیں کیں اور اسے ہلکا کرنے اور ڈھکیلنے کے لئے دھار میں بھی کود پڑے تاہم وہ سرکتی نہ تھی اپنی جگہ جمی ہوئی تھی تب ضرور ہوا کہ اس کشتی کو چھوڑ دیں اور پاس والی کشتی کو پیچھے ہٹالے جائیں تاکہ اس کے لوگ اس پر سوار کئے جائیں اس کشتی کو دھار پر الٹا لٹانا پڑا۔ جس وقت ان بد نصیب لوگوں کو ایک کشتی سے دوسری کشتی میں منتقل کر رہے تھے سپاہی بڑی بھاری بھاری چار توپیں دریا کے کنارے پر کھینچ لائے اور کشتیوں کے محاذی کھڑی کر کے گولے مارنے شروع کر دیئے۔

یہ وہی فیریں تھی جو اس وقت سن پڑتی تھیں اور ہم ڈر رہے تھے کہ ان کے مارے سب کے دھوئیں اڑ جائیں گے۔ چونکہ

فیر بند نہیں ہوتی تھی قاصد وہاں سے بلا انتظار انجام اس وقت چل دیا کہ جب دوسری کشتی ان لوگوں کو سوار کر کے دھار پر بہی جاتی تھی اس نے ہماری تسلی کی صرف ایک بات یہ کہی کہ کشتیاں گرداب کی مار سے باہر تھیں اور چونکہ فیر اونچی ہوتی تھی اکثر گولے ان لوگوں کے اوپر ہو کر چلے جاتے تھے اور دریا کے اس کنارے ریت میں دھنس جاتے تھے۔ ہم نے اس کی منت کی کہ ذرا پھر جاؤ اور خبر لاؤ۔

ہم ان خبروں کا انتظار ایسے اضطراب کے ساتھ کر رہے تھے کہ وہ حالت غم و خوف بیان سے باہر ہے لوگ مختلف خبریں کہتے چلے آ رہے تھے کسی وقت یہ خبر آئی تھی کہ کشتیاں غرق ہوئیں۔ دوسرے وقت کوئی یہ کہہ دیتا تھا کہ کشتیاں صحیح سلامت دھار پر بہی چلی جا رہی ہیں اور سپاہیوں کے گولوں کی مار سے باہر ہیں ہم امید کر رہے تھے کہ یہی سچ ہوگا کیونکہ فیر آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی اور پھر ایک گھنٹے تک بالکل بند رہی لیکن دن ڈھلے چار بجے کے قریب ہم بڑی بھاری توپوں کی فیر سن کر پھر چونک پڑے ظاہرا یہ آواز دریا کے بہاؤ کی طرف بڑے فاصلے پر نیچے ہٹی ہوئی آتی تھی ایک گھنٹے کے قریب تک رہی اس وقت ہم ایک نہایت غمناک اور تذبذب کی حالت میں تھے فقط اڑتی اور متناقض خبریں ہمارے پاس آئیں یہاں تک کہ بہت رات گئے پیچھے ایک سوار جس کو ہردیو بخش نے دریا پر بھیجا تھا یہ ہولناک خبریں لے کر واپس آیا کہ دو کشتیاں جو فتح گڈھ سے بچ بھاگی تھیں ایک تو موضع سنگرام کے پاس ریت میں

اٹک گئی اور باوجود یکہ اس کو بہانے میں ہر طرح کی کوشش کی گئی جگہ سے نہ ہل سکی۔ سپاہی کنارے کنارے اس کشتی کی رفتار کے مراقب حال تھے توپیں اس کشتی کے محاذی کھینچ لائے اور گولے مارنے شروع کئے دو کشتیاں سپاہیوں سے بھری ہوئی براہ دریا اور آپہونچیں اور مار کی حد پر پہونچتے ہی بندوقوں کی بڑی بھاری فیر ان کم نصیب لوگوں پر مارنے لگے اور جب بہت قریب آپہونچے لبرستی آگ میں اس کشتی پر جا پڑے اب کوئی چارہ نہ رہا جو لوگ کشتی میں تھے ان میں سے بہت سے گنگا میں کود پڑے اور بری موت کے منھ میں گئے یا تو گولی مار دیئے گئے یا ڈوب گئے بعضے کشتی میں قتل کئے گئے تین یا چار میمیں گرفتار ہو گئیں اور ان کو بائیں کنارے پر لے گئے۔ دوسری کشتی جو بڑے فاصلے پر آگے تھی اگرچہ اس پر بھی سنگرام پور میں حملہ ہوا لیکن کسی حکمت سے بچ بھاگی سنتے ہیں کہ اس میں لوئیس صاحب اور بھارن ہل صاحب بھی تھے۔ یہ خبر ایسی تھی کہ اگر ہم اس کو باور کرتے تو نہایت خوف ناک تھی اور اس کی تکذیب بھی بالکل نہیں کر سکتے تھے ہم نے امید کی کہ کل کچھ اچھی خبریں آئیں گی وہ کمبخت رات کسی طرح پوری کی جب اور گرداب غم میں ڈوبے ہوئے کبھی بیٹھتے تھے اور کبھی اُٹھ کر اس چھوٹی سی جگہ میں ادھر ادھر ٹہلتے تھے۔ ہم تینوں شخص متواتر عاجزی کے ساتھ مل کر دعائیں مانگتے تھے کہ خدا اپنے بیچارے بندوں کو جو اس کے نام سے پکارے جاتے ہیں اپنے رحم بے

حملہ سے بچایئے اور دشمن کے ہاتھوں سے نجات دے کر کسی مامن میں پہونچایئے۔

جو خبریں پہلے دن آئی تھیں آج کی خبروں نے اور ان کی تائید کی جو لوگ پچھلی کشتی میں تھے ان میں سے سوائے تین عورتوں فز جرلڈ صاحب کی میم اور جون صاحب کی میم اور ان کے ساتھ آٹھ یا نو برس کی لڑکے کر ان سب کو فرخ آباد لے جاکر نواب کے حوالے کر دیا کوئی نہیں بچا۔ ایک مرد بھی بچ گیا ہم سے لوگوں نے بیان کیا کہ وہ بیمار جن تھا اور زخم مہلک کھاکر ہردیو بخش کے دیہات میں سے ایک گانوں کے متصل کنارے آلگا اور ہردیو بخش کے حکم سے لوگوں نے اس کو پناہ دی اور حفاظت کی بعد ازاں ہم نے جانا کہ یہ شخص میجر رابرٹ سن صاحب تھے۔ اس وقت گولے وغیرہ کی آوازیں بند تھیں ہنگامہ قتل ختم ہو گیا تھا اور پھر بھی نہیں سن پڑتی تھی اسی لئے اب ہم کو صرف اتنا ہی کام تھا کہ اپنا بچاؤ کریں کیوں کہ ہمارا مقام اب محل خطر عظیم ہو گیا تھا۔

اکتالیسویں پلٹن کے سپاہی جو ڈبے کہلاتے تھے اب فارغ ہو گئے تھے اور سنا گیا کہ نواب اس خبر پر عمل کرکے جو اس کو مہاجنوں نے ہمارے مقام اختفا کی نسبت دی تھی کچھ لوگ ہمارے گرفتار کرنے کے لئے بھیجنے والا ہے اس نے گنگا پار ہردیو بخش کے پاس ایک قاصد بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ انگریزوں کی سلطنت اب تمام

ہوگئی ہم نے جتنے آدمی ان کی قوم کے فتح گڈھ میں تھے سب مار ڈالے۔ نواب صاحب نے ہردیو بخش سے ایک لاکھ روپیہ پیشگی نئی سلطنت کے مدد خرچ کے طور پر طلب کیا لیکن ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم پروبن صاحب اور اڈوارڈ صاحب دونوں کلکٹروں کے سر کٹوا کر شام تک ہمارے پاس بھیج دو تو ہم اس مطالبہ سے دست بردار ہونے کو موجود ہیں اس مطالبہ کی خبر فوراً ہم تک پہونچی اور لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہردیو بخش نے یہ خیال کیا ہے کہ استمالت بہت مناسب ہے۔ اس نے نواب کو در جواب یہ کہلا بھیجا کہ میں معاملے میں غور کروں گا اور پھر آپ کو جواب دوں گا ہم خاصی طرح مطمئن تھے کہ ہردیو بخش ہرگز ہم کو نواب کے حوالے نہ کرے گا لیکن ہم نے سوچا کہ اپنے بچاؤ کے لئے جو کچھ ہم سے بن پڑے کرنا مناسب ہے ہردیو بخش کو برانگیختہ کرنا چاہئے کہ نواب سے مقابلہ کرے اسی لئے ہم نے ان کو بہ منت کہلا بھیجا کہ ہم سے ایک ملاقات کر جائیے (کیونکہ ہم تو مجاز نہ تھے کہ دھرم پور میں جاکر ان سے ملیں) کئی دن کے عرصے کے بعد ہردیو بخش بڑی رات گئے ہم سے ملنے آئے اتنے دنوں تک ہم اس عذاب سخت میں مبتلا تھے کہ اکثر یہ خبریں آتی تھیں کہ فتح گڈھ سے سوار ہمارے گرفتار کرنے کے لئے کسورہ کی طرف چلے آرہے ہیں اور اگر وے لوگ کچھ بھی مستعد ہوتے تو آسانی سے ہم کو گرفتار کر سکتے تھے۔ ہردیو بخش ہمارے اور اپنے اہل وعیال کے بچانے میں ظاہراً سخت متردد تھا

اور چونکہ اس نے ہم کو پناہ دی تھی ہمارا اور خاندان کا بچاؤ باہم وابستہ یک دگر ہو گیا تھا اس نے ہم سے کہا کہ علاوہ اس پیغام کے جو آپ لوگوں کو بھی معلوم ہوا نواب اور صوبہ دار افسر باغیان کے پاس سے اور بہت پیغام میرے پاس آئے ہیں کہ اگر تم انگریزوں کو حوالہ نہ کرو گے تو اس کا انتقام بالکل تم سے اور تمہارے لوگوں سے لیا جائیگا اُس نے ادھر ادھر کے حالات اور بھی مصیبت ناک بیان کئے کہ کانپور میں نانا صاحب باغیوں کے سردار ہوئے اور انگریز لوگ اس طرح تباہ ہوئے کہ ایک کتا بھی چھاؤنی میں نہیں بچا۔ آگرے کا محاصرہ ہو رہا ہے۔ دہلی میں انگریزی فوج نے شکست کھائی اور شہر کے پاس ایک پہاڑی کی چوٹی پر گھری ہوئی ہے۔ فوج اودھ بھی باغی ہو گئی اور لکھنؤ میں سمٹ آئی لیکن اس نے ہم سے کہا کہ آپ باور کیجئے میں آپ کو نواب کے حوالے ہرگز نہ کروں گا بلکہ اگر کچھ فوج فرخ آباد سے دھرم پور کی طرف آپ لوگوں کی گرفتاری کے لئے آئے تو میں اپنے لوگوں سے حتی المقدور اس کا مقابلہ کروں گا مگر طریق دانشمندی میں اس کو سمجھتا ہوں کہ ان کی استمالت کرتا رہوں اسی لئے میں نے اپنا مختار معتمد نواب صاحب کے پاس بھیج دیا ہے اور یہ کہلا بھیجا ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوں لیکن چونکہ میں اس وقت سے کہ اودھ میں سرکار نے اپنی عملداری کی مطیع سرکار انگریز رہا ہوں مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ لکھنؤ سے مراسلت کئے بدون کوئی کام کروں وہاں میں نے ایک قاصد بھیجا

ہے اور وہاں کے حکام کو اطلاع دی ہے کہ میرے پاس ڈپٹی
صاحب کلکٹر ہیں اور ان سے پوچھا ہے کہ میں ان کو کیا کروں اگر وہاں
سے اور کچھ حکم نہ آیا تو میں انگریزوں کو آپ کے حوالے کر دوں گا لیکن
قبل اس کے کہ میں کوئی کام کروں مجھ پر لازم ہے کہ اس قاصد کے واپس
آنے کا منتظر رہوں اور وہ قاصد دس یا بارہ دن میں واپس آئے گا۔ ہردیو
بخش کی یہ غرض تھی کہ کسی طور پر مینھ برس جانے تک جو عنقریب برسنے والا
تھا مہلت مل جائے پھر تو رام گنگا اور گنگا طغیانی پر ہوں گی اور تمام علاقے
میں پانی پانی ہو جائے گا دھرم پور اور کسورہ جزیرے بن جائیں گے جن کے
گرداگرد کوسوں پانی ہوگا تب میں سپاہیوں سے لڑائی مول لوں گا کیوں کہ
ان کو توپوں کا لانا محال ہوگا اور بے توپ خانہ ان کو آنے کی ہمت نہ ہوگی
قریب صبح ہردیو بخش ہمارے پاس سے رخصت ہوئے ان کی ملاقات
سے بھی کچھ ہماری ڈھارس نہ بندھی رہی تردد اور تذبذب کی حالت
رہی جب سے فتح گڈھ لوٹا لوگوں کا طرز گفتگو ہمارے ساتھ بالکل
بدل گیا نہایت گستاخ ہو گئے دبانے دھمکانے لگے صاف ہمارے
منھ پر کہتے تھے کہ ہم آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ صرف کنور کا خوف ہم کو
روکتا ہے کہ ہم آپ کا جھگڑا نہیں چکاتے (یہ لوگ ہردیو بخش کو کنور کہا
کرتے تھے) اس کے ایک یا دو دن بعد ہردیو بخش کا ایک رشتہ
دار جس کو کلکٹر صاحب کہتے تھے اپنا ایک اور رشتہ دار ساتھ لئے جس
کو ہم جانتے تھے کہ ہم سے سخت عداوت رکھتا ہے ہم سے ملنے

کو آیا ان کا آنا ہمارے حق میں کچھ بہتری کا نشانی نہ تھا اور نہایت
بے دلی سے ہم ان سے ملے اور ان سے گفتگو کرتے رہے انھوں نے
ہم سے کہا کہ یہ امر محال ہے کہ ہردیو بخش اب آپ لوگوں کو بچا سکے
اس نے ہم لوگوں کو بھی خطر میں ڈال رکھا ہے پس آپ لوگ اس
کی پناہ سے چلے جائیے اور اپنا بندوبست آپ کیجیے اور انھوں نے
ہم سے کہا کہ ہردیو بخش نے ہمیں یہی کہنے کو آپ کے پاس بھیجا ہے کہ
آپ لوگ رام گنگا کی راہ کشتی میں سوار ہو کر کانپور چلے جانے کی تیاری
کیجیے کانپور ابھی نہیں لوٹا اور وہاں آپ آسانی سے پہنچ سکتے ہیں ہم
نے اس میں بہت عذر کیا اور کہا کہ چند روز ہوئے ہردیو بخش خود
اپنے دلی خیالات ہم سے بیان کر گئے تھے یہ امر ان کے بالکل برخلاف
ہے لیکن کلکٹر صاحب نے کچھ معذرت نہ سنی اور ہم کو حکم دیا کہ
کل شام تک ضرور چلنا ہوگا تیار رہیے ایک کشتی آپ لوگوں کے
لیے منگوائی گئی ہے اسی وقت آجائے گی اس گانوں کے دو
بڈھے ٹھاکر جو برابر ہم پر جب سے اس گانوں میں آئے تھے مہربانی
کرتے تھے اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور اسی طرح ایک غریب
برہمن سیتارام وہ بھی نہایت مہربانی اور ہمدردی ظاہر کرتا تھا یہاں تک کہ
اپنے بال بچوں کو دودھ نہ دیتا بلکہ پردن صاحب کے بچوں کے لیے
لے آتا ان سب لوگوں نے ہم کو یہی صلاح دی کہ آپ کشتی میں نہ جائیے
کیوں کہ اگر ایسا کیجیے گا تو آپ دو کوس بھی نہ چلنے پائیے گا کہ کنارے

والے دیہات کے لوگ آپ کو مار ڈالیں گے ہم نے ارادہ کیا
کہ ہردیو بخش کو اس مقدمے میں کچھ کہلا بھیجیں لیکن ہمارے قاصدوں
کو رام گنگا نہ اترنے دیا جو ہم میں اور دھرم پور میں واقع تھا اور
اسی لئے ہم بالکل مجبور تھے اور سوائے اس کے کہ حکم کی تعمیل کریں
اور کچھ نہ کر سکتے تھے پس ہم نے روانہ ہونے کی تیاری کی اور ہم جانتے
تھے کہ اس کا انجام موت ہے ہم تو ہم ہندوستانی اس درجے یقین
کئے ہوئے تھے کہ یہ سفر ہمارے حق میں باعث ہلاکت ہوگا کہ پرو بن
صاحب کے تین نوکر جو اب تک وفادار تھے اب انھوں نے بھی
انکار کیا کہ ہم آپ کے ساتھ نہ چلیں گے اس وقت میں نے یہ تجویز
کی کہ وزیر سنگھ کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤں بلکہ اس کے ہاتھ وداع
کی ایک چھٹی اور اپنی چھوٹی انجیل نینی تال پر میم صاحب کے پاس بھیج
دوں اور ان کو لکھ بھیجوں کہ مجھ کو یہ حادثہ پیش آیا میں نے وزیر سنگھ
کو اس غرض سے بلایا اور اس سے کہا کہ تم اب ہم سے رخصت ہو
کیوں کہ ہم اب ایسے سفر کو جاتے ہیں جس میں غالباً ہماری جان نہ
بچیں گی میں تم کو اجازت نہیں دیتا کہ میرے سبب سے تم بھی اپنی
جان ضائع کرو کیونکہ اگر تم ہمارے ساتھ چلوگے تو یہی ہونا ہے پس
تم ایسی کوشش کرو کہ میم صاحب تک پہونچو اور جو مصیبت مجھ پر
پڑی ہے ان سے جا کہو اس نے مجھ کو چھوڑنے سے پہلے تو نہایت
بے دلی ظاہر کی آخر کو صرف اس سبب سے رضامند ہوا کہ میں نے کہی

دفعہ بالتجا اس سے درخواست کی تب ہم نے مل کر نماز پڑھی کیوں کہ بالتحقیق میں یہ سمجھتا تھا کہ اس دنیا میں ہم دونوں کو مل کر نماز پڑھ لینے کا یہ آخری موقع ہے میں نے اس کو وصیّت کی کہ ہرگز ترک ایمان مت کرنا پھر بُت پرست مت بن جانا بلکہ اسی نجات دہندہ کا دامن پکڑے رہنا جس پر ایک دفعہ ایمان لا چکے ہو اس میں کچھ ہی پیش آئے۔ وزیر سنگھ بہت رویا اور ہم جدا ہوئے لیکن تھوڑی ہی دیر کے لئے کیوں کہ ایک گھنٹے سے کچھ ہی زیادہ عرصے کے بعد وہ میرے پاس پھر لوٹ آیا اور پوٹلیا پلنگ پر رکھ کے کہا کہ میرا پاؤں آگے نہیں پڑتا اور میں کسی طرح نہیں جا سکتا اور میری منت کرنے لگا کہ آپ مجھ کو اپنے ساتھ رہنے دیجئے اور یہ بات اس نے قریب انھیں لفظوں میں کہی جیسے رتھ نامی سے کہی تھی کہ جہاں تم جاؤ گے میں بھی جاؤں گا اور جہاں تم مروگے میں بھی مروں گا ؎

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ایسا شخص ہوں کہ جہاں تم وہیں ہوں میں

وہ اس طرح سے میری تقدیر میں شریک رہنے پر مستعد تھا کہ میں مجبور ہو کر اس کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گیا ہم نے اپنی چھوٹی چھوٹی گٹھریاں باندھ رکھی تھیں اور تقدیر پر صابر و شاکر ہو کر روانہ ہو جانے کو تیار تھے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے رحم بے حد سے ہماری دعائیں سن لیں اور ہمارا جانا روک دیا ایک قاصد رات کے آٹھ

بجے آیا ہم تو سمجھے کہ حکم روانگی لایا مگر اس نے یہ خبر دی کہ کشتی تیار نہیں ہے آپ لوگ آج کی رات نہیں جا سکتے اس طور پر اس وقت قضائے مبرم ٹل گئی۔ ہم میں سے کسی کو اتنی بھی امید نہ تھی کہ صبح پکڑنی بھی نصیب ہو گی اس کے بعد ایک یا دو دن ہم کو بے مزاحمت رہنے دیا رام گنگا ان دنوں نہایت طغیانی پر تھی پر ہم سے یہ کہا کہ بسبب طغیانی دریا کے سفر بالکل ماموں ہے اگر کشتی بہم پہونچ گئی تو آپ لوگ شام کے وقت روانہ ہو جانے کو تیار رہیئے۔ سیتا رام اور ٹھاکروں نے پھر ہم کو سمجھایا کہ آپ گانوں سے جانے میں انکار کیجیے لیکن ہم مجبور تھے اور تسلیم ہی کرتے بن پڑتی تھی رات کے آٹھ بجے نجو کو ٹھیک تاریخ یاد نہیں ہے ہم گانوں سے کشتی پر سوار ہونے کو چلے وزیر سنگھ اور پردن صاحب کے دو خدمت گار جو اس وقت ساتھ چلنے پر از خود آمادہ ہو گئے تھے ہماری مختصر گٹھریاں اور چند ضروری چیزیں جو کشتی میں ساتھ رکھنے کے لئے لی تھیں لیے ہوئے تھے پردن صاحب اور ان کی میم ایک ایک بچہ اور میں ایک لڑکا کہ سب بچوں میں وہی میرے پاس آتا تھا۔ کستوری بڈھا ٹھاکر گانوں کی حد تک ہمارے ساتھ آیا۔ لیکن آگے چلنے سے اس نے پہلو تہی کیا اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو اس طرف لے جانے میں شریک ہوں جدھر میں جانتا ہوں کہ آپ کو ہلاک کرانے لیئے جاتے ہیں گانوں سے رام گنگا کو جو سڑک جاتی تھی اس میں بالکل کیچڑ اور پانی تھا پردن صاحب کی میم بیچاری

اس میں مشکل سے چل سکتی تھیں۔ ہم آدھ میل کے قریب کشتی کی سمت میں بڑھے ہوں گے کہ ایک قاصد دھرم پور سے ہانپتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ آپ کشتی کی طرف نہ جائیے کسورہ کے پاس ایک گاؤں ہے فوراً وہاں چلئے کیوں کہ سپاہی دھرم پور پر حملہ کرنے کے لئے فتح گڈھ سے چھپٹے ہوئے چلے آرہے ہیں اور ہردیو بخش اپنے آدمی لے کر ان کا مقابلہ کرنے گئے ہیں بموجب اس حکم کے ہم الٹے پھرے ہر دم اس انتظار میں تھے کہ اب فیر سن پڑے۔ تین میل قریب اس گاؤں کے سمت میں گئے ہوں گے جہاں ہم کو حکم تھا کہ اتنے میں دھرم پور سے ایک دوسرے قاصد نے ہم کو آلیا اور حکم دیا کہ پھر کشتی کو چلئے کیوں کہ سپاہی جو دھرم پور کی طرف تھوڑی دور بڑھ آئے تھے لوٹ گئے اور لوگ کہتے ہیں کہ گنگا اُلٹے اترے جاتے ہیں ہم پھر پچھلے پاؤں ہٹے اور آدھ گھنٹے کے قریب کسورہ میں ٹھہرے کیوں کہ پروبن صاحب کی میم اگرچہ ہر ایک حالت میں نہایت استقلال صابرانہ کرتی تھیں اس وقت نہایت تھک گئی تھیں اور ان کے کپڑے کیچڑ اور پانی سے شوربور ہو گئے تھے۔ ہم کو زیادہ ٹھہرنے نہ دیا بلکہ کہا کہ کشتی پر سوار ہونے کو چلو لیکن خدائے رحیم کی مشیت اور ہی کچھ تھی۔ جب ہم کسورہ اور دریا کی وسط راہ میں پہونچے ہم نے باہو دیا صلاح کی آخر چارہ یہ قرار پایا کہ پروبن صاحب ہم سے آگے آگے جا کر دریا اتریں اور دھرم پور پہونچ کر ہردیو بخش سے ملاقات کریں ہم یہ سمجھے کہ پروبن صاحب جا کر ہردیو بخش کو سمجھا لیں گے

کہ ہم لوگوں کو بے حفاظت صرف ملاحوں کے ساتھ کہ وہ بھی یقیناً ہم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے دریا کی راہ میں بھیج کر بے رحمی سے موت کے منھ مت جھونکو۔ چنانچہ پروبن صاحب آگے بڑھے اور ان کی میم اور بچے اور وزیر سنگھ اور ہم سب ان کے پیچھے ہوئے اور بہت تھک جانے کے بعد کنارہ رام گنگا پر پہونچے بجائے اس کے کہ ہم دریا کو طغیانی پر دیکھتے جیسا کہ ہم امید کر رہے تھے ہم یہ دیکھ کر جی میں دہل گئے کہ دریا اس قدر اترا ہوا ہے کہ گویا ایک چھوٹا سا نالہ بن گیا ہے دریا کا پاٹ یہاں تک کم تھا کہ دونوں کنارے کے دیہات کے لوگ بہتی ہوئی کشتی تک بے دقت بندوقیں لے کر پہونچ سکتے تھے۔ لیکن کنارے پر کوئی کشتی نہیں تھی ایک لکڑی کا کندا پروبن صاحب کی میم کو کہ اس وقت نہایت تھکی ہوئی تھیں بیٹھنے کے لئے مل گیا اور خشک جگہ تلاش کر کے ایک کپڑا بچوں کے لئے بچھا دیا وہ بچے ایسے اطمینان سے غفلت کی نیند میں سوئے کہ گویا اپنے بچھونوں میں سوتے ہیں اس طرح ہم یہاں ایک گھنٹے کے قریب رہے اور تعجب کرتے تھے کہ پروبن صاحب تو پہلے کھیوے اتر گئے تھے اتنی دیر ہوئی اب تک نہیں آئے اتنے میں ایک آدمی نے ہم کو پکارا چاندنی میں ہم دیکھا کہ وہ دریا کے بہاؤ کی طرف کچھ فاصلے سے نیچے ہٹ کر ہماری طرف چلا آتا ہے وہ مردیو بخش کا رشتہ دار نکلا جو چند روز پہلے کلکٹر کے ساتھ ہم سے ملنے آیا تھا اور اس کو دیکھ کر ہم نے سمجھا کہ کچھ خیر نہیں ہے لیکن اس وقت تو

اس نے ہماری فراست اور قیافہ شناسی کو خوب ہی جھوٹا بنایا کیوں کہ
اس نے ہم کو یہ مژدہ دیا کہ آپ پیچھے کسورہ لوٹ جائیے اور وہاں
منتظر رہیئے جو کچھ ہوگا وہاں کہلا بھیجا جائیے گا۔ پس ہم چل کھڑے ہوئے
بچوں میں سے لیسی کو میں نے اپنی چوڈی چڑھایا اور دوسرے بیچارے کو
گود لیا لیکن اب وہ بے چارہ نہیں ہے کیونکہ خدا نے اس کو اپنے پاس
بلا لیا ہے اور وہ اس کے دربار میں حاضر ہے۔ راہ میں ایک ٹھاکر ہم
سے ملا اس نے پروبن صاحب کی میم کو اپنا ہاتھ پکڑا گیا کیونکہ میم
صاحب نہایت تھکی ہوئی تھیں اور بے اس کے سہارے کے ان سے
آگے کو نہ ہلا جاتا تھا۔ دن کے تین بجے نہایت تھکے ماندے پسینے میں تر ہم
اپنی پرانی جگہ میں پہونچے کیونکہ ہم شام کے چھ بجے سے گویا برابر چلتے ہی
رہے ہمارے پہونچنے سے ایک گھنٹے کے بعد پروبن صاحب بھی
ہم سے آملے۔ حسن اتفاق سے ہردیو بخش سے ان کی ملاقات ہوئی
ہردیو بخش پہلے تو بے کہے سنے صاحب کے چلے آنے سے ناخوش
ہوئے لیکن جب پروبن صاحب نے حال بیان کیا تب تو اس
نے بہت خاطر کی اور کہا کہ مطمئن رہیئے بالفعل میں نے دریا کی راہ
آپ لوگوں کو روانہ کر دینے کا خیال ترک کر دیا تب ہم نے مل کر نماز
پڑھی اور خدا کا شکر کیا کہ اس نے اپنے کرم سے ہماری آرزو پوری کی
اور اس خطر عظیم سے ایسی اچھی ہم کو نجات دی اور اسی وقت
ہم نے دعا مانگی کہ اے خدا آئندہ کے لئے ہم کو راہ دکھا اور ہم کو

بجا اس کے بعد بہت دن گذرے کوئی نئی بات واقع نہیں ہوئی مگر ایک مرتبہ وزیر سنگھ نے آکر یہ خبر دی کہ میں گاؤں کے باہر پھر رہا تھا مجھ سے چند آدمی ملے ان کو میں نے فوراً پہچان لیا کہ سپاہی ہیں بدن سے ننگے حقیر زدہ حالت ان سے یہ معلوم ہوا کہ وے باغیان دہلی میں سے بھاگ کر آئے ہیں لوٹ کا مال لئے ہوئے گھر جاتے تھے میں پوری کے قریب گاؤں والوں نے حملہ کیا اور کپڑے تک اتروا لئے۔ انھوں نے کہا کہ دہلی میں باغیوں کا حال اچھا نہیں ہے انھوں نے بڑی شکستیں اٹھائیں اور اب کئے کو پچھتاتے ہیں اس وقت تو اس خبر سے کسی قدر خوشی ہوئی لیکن اس کے تھوڑے ہی دیر بعد دھرم پور سے ایسی خبر آئی کہ ہم پھر اداس ہو گئے کہ نواب اور صوبہ دار ہردیو بخش پر زیادہ تاکید کر رہے ہیں اور متواتر پروانے اس حکم سے بھیجتے ہیں کہ انگریزوں کے سر کاٹ کر بھیج دو۔ وے یہاں تک کر گذرے کہ شاہ دہلی کا ایک فرمان بنا کر اس کے پاس بھیجا جس میں ہم لوگوں کے قتل کر ڈالنے کی نسبت خاص حکم شاہی تھا ہردیو بخش نے اپنے سالے کو کہ وہ اپنے آدمیوں میں اسی پر بہت اعتماد کرتا تھا یہ کہنے کو ہمارے پاس بھیجا کہ دیکھئے اب مجھ پر کیسا دباؤ پڑا ہے اور آپ کو پناہ دینے میں مجھ پر اتنی سخت مشکل آپڑی ہے اسی واسطے انھوں نے اپنے سالے کو اس بات پر خاتمہ کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ مامون ترین تدبیر یہ ہے کہ آپ لوگ لکھنؤ روانہ ہو جائیے اور اسی نظر سے ہردیو بخش

ان تعلقہ داروں کی معرفت جو لکھنؤ کی راہ میں تھے ایسا بندوبست کرنے لگے جس میں ہم لوگ لکھنؤ تک بامن پہونچ جائیں۔ ہردیو بخش نے جو ہم کو جانے کی صلاح دی اس کا باعث یہ تھا کہ چند روز ہوئے اسکے پاس یہ خبر آئی تھی کہ لکھنؤ پر جو حملہ ہوا تھا بالیقین دفع کر دیا گیا اور باغی شہر سے چلے گئے۔ اور چوں کہ اس جگہ جلد رسد اچھی طرح مہیا تھی اور سامان جنگ بھی وہاں کثرت سے موجود وہاں یہ اندیشہ بھی نہیں تھا کہ فوج سرکاری اس جگہ کو سنبھال نہ سکے گی خصوصاً اس سبب سے کہ رجواڑوں یعنی بڑے بڑے تعلقہ داروں میں سے کوئی شخص اب تک شریک بغاوت نہیں ہوا تھا بلکہ برخلاف اس کے سپاہیوں سے بالکل الگ تھے۔ ہم نے ہردیو بخش کے سالے سے کہا کہ ہم ابھی لکھنؤ چلے جانے پر جیسا کہ ہردیو بخش کہتے ہیں راضی ہیں بلکہ اس کے تو ہم خود متمنی ہیں ہم اپنے دلوں میں اس تصور سے زیادہ خوش تھے کہ کسو رہ چھوٹے گا اور پھر بھی ایک دفعہ ہم اپنے دوستوں اور ہم وطنوں میں اپنے آپ کو دیکھیں گے اسی لیے یہ بندوبست ہوا کہ خاص رات جب راتیں اندھیری ہونے لگیں ہم سانڈنی کی راہ لکھنؤ کو روانہ ہوں چار منزلوں میں لکھنؤ پہونچ جائیں گے۔ اس شب معہود کو ہمارے گھوڑے جن کو ہم نے ابتدائے ۹- جون سے دیکھا بھی نہ تھا تاریکی ہونے کے بعد دھرم پور سے بھیج دیے گئے تاکہ مجھ کو اور پروبن صاحب کو لے جائیں اور پروبن صاحب کی میم

اور ان کے بچوں کے لئے ایک پالکی تیار کرائی گئی حتی الامکان شناخت سے بچنے کے لئے پروین صاحب نے اپنے منھ اور گردن اور ہاتھوں اور پاؤں کو سیاہی ملی اور چوں کہ مجھ کو دھوپ نے مانند ہندوستانیوں کے سیاہ فام کر دیا تھا لوگوں نے کہا کہ آپ کے لئے تبدیل لوں ضرور نہیں اور میں اس مکروہ تدبیر سے بچ گیا۔ ہم چلنے کے لئے سب تیار بیٹھے تھے اور کئی ہفتے کے بعد یہ پہلا وقت نصیب ہوا تھا کہ ہمارے دلوں میں تھوڑی سی فرحت آچلی تھی کہ یکایک مینھ آیا ہم کو یاس تلخ ہوئی لوگوں نے کہا کہ اب آپ آج کی رات تو مینھ کے سبب نہیں جا سکتے اگلے دن یہ کہا کہ ہردیو بخش جب تک آپ سے آکر مل نہ جائیں تب تک آپ کا جانا نہ ہوگا اور ان کا آنا اس قاصد کے آنے پر منحصر ہے جس کو انھوں نے آپ کی راہ کا انتظام کرنے کے لئے بھیجا ہے چار شب اسی طرح ہم ان کا انتظار کرتے رہے اور دیر کے سبب بہت گھبراتے تھے اور ہردیو بخش کو الزام تساہل لگاتے تھے۔ پانچویں رات نصف اللیل کے قریب ہردیو بخش آئے اور اس قدر اداس تھے کہ ہم نے پہلے کبھی ان کو ایسا نہیں دیکھا تھا انھوں نے ہم سے کہا کہ لکھنؤ کی آس بھی صرف چند روزہ نکلی کیوں کہ باغیوں کو مدد پہونچ گئی ہے اور وے شہر پر حملہ کر رہے ہیں اور رات اور دن برابر لڑائی ہوتی ہے ٹھیک آپ جس وقت لکھنؤ روانہ ہونے کو تھے اور اسی رات جو آپ کی روانگی کے لئے مقرر کی گئی تھی ایک

اڑتی سی خبر میرے پاس پہونچی کہ لڑائی پھر ہونے لگی پس مجھ کو منھ برسنے کا حیلہ ہاتھ لگا اور آپ کو روانہ ہونے سے باز رکھا اور سوچا کہ جب تک وہاں ایک قاصد بھیج کر اصلی حال تحقیق نہ کر لوں آپ کو نہ جانے دوں۔ وہ قاصد ابھی لوٹ کر آیا ہے اور اس خبر کو جو پہلے معلوم ہوئی تھی تصدیق کرتا ہے وہ کہتا کہ سرکاری فوج انبوہ باغیاں کے مقابلے میں امید نہیں ہے کہ زیادہ ٹھہر سکے الغرض لکھنؤ جانے کی صلاح اس طرح موقوف رہی۔ اگر ہم چلے گئے ہوتے جیسا کہ پہلے ارادہ کر چکے تھے تو بالضرور باغیوں کے ہاتھوں میں جا پھنسے ہوتے اور مار ڈالے گئے ہوتے۔ اسی واسطے ہم پھر خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو ایسے خطر عظیم سے نجات دی جس میں ہم اندھوں کی طرح گھسے جاتے تھے۔ ہردیو بخش نے ہم کو یہ خوشی کی خبر سنائی کہ چھوٹے جونس صاحب اور چیر صاحب فتح گڈھ کے دو انگریز اُس کشتی میں سے بچ بھاگے جس پر سنگرام پور کے قریب باغی چڑھ آئے تھے وے میرے ایک گانوں میں چھپے ہوئے ہیں ان کو گڈریوں نے جن کے پاس وے ہیں اس طرح چھپایا کہ مجھ کو بھی ابھی چند روز ہوئے حال معلوم ہوا اور میں نے حکم دے دیا ہے کہ ان کو کھانا کپڑا پہونچا دیا جائے۔ نہایت ہولناک خبریں جو انھوں نے ہم سے بیان کیں وہ تھیں جو اطراف و جوانب سے ان کے پاس آئیں کہ جو لوگ فتح گڈھ سے دریا کی راہ پہلی کشتی میں کانپور کی طرف روانہ ہوئے تھے یعنی امریکا کے پادری لوگ اور منکٹن صاحب مع

اہل وعیال اور ریرلی صاحب وغیرہ میں نے سنا ہے کہ بھٹونڈ کے قریب ان پر حملہ ہوا اور مارے گئے لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ لُٹ گیا اور وہاں کے انگریز جس وقت کہ کشتیوں میں جمنا کی راہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے مارے گئے - فوج بنبئی نے بغاوت کی اور سب سے بدتر خبر یہ تھی کہ کہیں سے مدد کی امید نہیں کسی طرف سے فوج نہیں آتی ہردیو بخش نے کہا کہ ان حالات میں میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کے بچاؤ کی صورت صرف یہی ہے کہ آپ چپکے سے کسورہ سے نقل مکان کیجئے نواب اور سپاہی لوگ ان خبروں سے جو مہاجنوں نے جا سنائی سمجھیں جانتے ہیں کہ آپ میری پناہ میں ہیں اور یہاں آپ ہرگز حملے سے بے خطر نہیں ہیں میرے ایک گانوں میں جو یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر غیر آباد جگہ میں گنگا کے کنارے پر ہے جا کر چھپ رہیے اور تاکہ آپ کا مقام اختفا کسی کو معلوم نہ ہو پر دین صاحب صرف ایک خدمت گار اپنے ساتھ لیں اور آپ کے ساتھ وزیر سنگھ رہے جس وقت ہم سے یہ درخواست کی گئی مجھ کو یقین ہوا کہ اگر ایک دفعہ ہم کسورہ اور ٹھاکروں کی پناہ سے نکل کر اس گانوں کو چلے جائیں گے جو ہردیو بخش بتاتے ہیں تو ہم بالکل ہردیو بخش کے آدمیوں کے بس جا پڑیں گے تو ان کو موقع مل جائے گا کشتی میں بٹھا کر دریا سے اتار دیں گے پس یہاں سے جانے کا انجام موت ہے اس وقت سہل انکار کی کا موقع تو بالکل نہ تھا کیوں کہ اگر ہردیو بخش کے چلے جانے سے پہلے اس گانوں میں جانے کے سوائے

اور کوئی تجویز ہمارے لئے نہ ٹھہرتی تو بالضرور جانا ہی پڑتا پس میں نے وزیر سنگھ کے کان میں کہ وہ اس گفتگو کے وقت میرے پیچھے جھکا ہوا کھڑا تھا یہ بات کہی کہ جو کچھ ہردیو بخش کہتے ہیں وہ تم نے سنا اگر ہم اس گانوں میں جائیں گے سب مارے جائیں گے ٹھاکر کستوری کے پاس جاؤ اور جو ہردیو بخش نے ہم سے کہا ہے بیان کرو اور اس کی منت کرو کہ ہمارے لئے کوئی معقول بندوبست کرے چند لحظے میں وہ لوٹ آیا اور کہا کہ معاملہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے جب ہردیو بخش باہر جائیں گے کستوری ان سے آکر ملے گا اور کہے گا کہ میں ان لوگوں کا ذمہ دار ہوں اور اپنے دیہات میں سے ان کو کسی گانوں میں چھپا لوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ہردیو بخش دھرم پور لوٹ جانے کے لئے ہم سے رخصت ہوئے میں نے وزیر سنگھ کو اشارہ کیا کہ پیچھے پیچھے جاؤ اور جو باتیں ہردیو بخش اور کستوری باخود باکریں ہم کو آکر خبر دو وہ جلد لوٹ آیا اور بہت خوش معلوم ہوتا تھا ہم سے کہا کہ سب کام خاطر خواہ ہو گیا اور ہردیو بخش خود آپ سے یہ کہنے کو لوٹے آتے ہیں کہ وہ صلاح بدل گئی چند لحظے میں ہردیو بخش کستوری کو ساتھ لئے آئے اور ہم سے کہا کہ کستوری کہتے ہیں کہ ہم آپ لوگوں کو ایک جنگل میں جو اس گنگا والے گانوں کی بہ نسبت جہاں میں آپ لوگوں کو بھیجنا چاہتا ہوں ایک قریب کے گانوں میں واقع ہے خاصی طرح چھپا لیں گے پس بہتر ہے کہ جہاں آپ کا اکھوں

نے بندوبست کیا ہے وہیں جایئے اور اپنے تئیں انھیں کے حوالے کر دیجئے۔ ہم فوراً خوشی سے اس پر راضی ہو گئے اور مردیو بخش ہم سے رخصت ہوئے۔ اگلے دن کستوری نے ہم سے کہا کہ اب میں نے آپ کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ میں نے وہ کام اپنے سر لیا جو میرے کرنے سے زیادہ ہے۔ میں نے اس کی ہمت بندھائی اور کہا کہ جب تک تم ہمارے ساتھ ہو ہم کو بہت اطمینان اور آسائش ہے اور تم کسی طرح پر ہراساں مت ہو۔ اس نے کہا کہ آخر مجھ کو جنگل میں جا کر ایسی جگہ تلاش کر رکھنی تو ضرور ہے جس میں آپ امن سے چھپ سکیں۔ یہ جنگل شمال و مشرق کی طرف کئی میل تک پھیلا ہوا ہے اور اس گانوں کسورہ کے دو میل باہر سے شروع ہوتا ہے۔ کستوری نے کہا اگر اجازت دیجئے تو میں اور وزیر سنگھ آپ کے دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر دن ڈھلے چلے جائیں اور جگہ دیکھ آئیں (یہ گھوڑے اس رات سے جب ہم لکھنؤ روانہ ہونے والے تھے کسورہ میں بندھے ہوئے تھے) میں نے کہا بہت خوب۔ شام کے چار بجے کستوری اور وزیر سنگھ دونوں گئے اور رات کے نو بجے لوٹ آئے۔ وزیر سنگھ نے کہا کہ پہلے تو ہم جنگل میں بہت دور تک چلے گئے یہ جنگل بہت گھنا ہے پھر اس چھوٹے سے گانوں میں گئے جو ہمارے چھپ رہنے کے لئے تجویز ہوا ہے اور مجھ کو بھی یقین ہے کہ اگر کوئی شخص ایک برس تک ہم کو ڈھونڈھتا پھرے تو نہ پا سکے۔ اگلے دن بہت سویرے کستوری اور دوسرا ٹھاکر پورن

دونوں آئے اور مجھ سے کہا کہ آپ الگ چلئے جو تدبیریں ہم نے آپ
کو چھپا رکھنے اور بچانے کی سوچی ہیں بیان کریں یہ تدبیریں دل کو رہ رہ
جانے کی تھیں اولاً تو انھوں نے باصرار کہا کہ جب تک آپ کے پاس
یہ چار بچے رہیں گے یہ امید کرنی بالکل فضول ہے کہ آپ لوگوں کا حال
مخفی رہے گا یا آپ کی خبر کسی کو نہ ہوگی پس ضرور ہے کہ پزدبن صاحب
ان بچوں کو گانوؤں میں چھوڑ جائیں یہاں حتی الامکان سب طرح سے ان
کی خبر گیری کی جائے گی اگر بالفرض دشمن کسورہ میں چلے آئیں (یہ امر کچھ بعید
از قیاس نہیں ہے) اور آپ لوگوں کو تلاش کریں تو ہم کسی حکمت سے بچوں
کو چھپا لیں گے اور اگر وے لوگ ان کو دیکھ بھی لیں گے تاہم قرین قیاس
نہیں ہے کہ سپاہی لوگ یہ دیکھ کر کہ آپ لوگ تو چل دیے ہیں ان کو ستائیں۔
لیکن اگر باوجود اس کے بھی وے کم بخت ان بچوں کو قتل کر ڈالیں تو البتہ
مقام مجبوری ہے۔ مگر ہماری رائے میں بچوں کے لئے درحالیکہ وے
اپنے ماں باپ سے جدا ہوں بچنے کی بہت صورتیں ہیں بہ نسبت اس کے
کہ وے ان کے ساتھ رہیں۔ رہے آپ لوگ اس کا یہ بندوبست ہی
کہ آپ تمام دن جنگل میں چھپے رہئے اور دل چاہے اور موقع بھی ہو تو
اسی میں پھرا کیجئے اور رات کے وقت ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں جو
آپ لوگوں کے سونے کے لئے بنوا دی گئی ہے چلے آیا کیجئے۔ یہ تدبیر
مجھ کو ناممکن الوقوع معلوم ہوئی اور میں نے اس سے کہا کہ موسم پر
لحاظ کرو ہم میں سے بھلا کوئی اس کا متحمل ہو سکے گا (اور خاص کر پزدبن

صاحب کی میم) کہ تمام دن جنگل میں پانی اور دھوپ کھاتے پھرا کریں جیسا کہ تم چاہتے ہو اور تم لوگ وہ باتیں یاد کرو کہ ہم سے ہمیشہ کہتے رہے کہ بارش کے شروع ہوتے ہی کسورہ ٹاپو بن جائے گا دریاؤں کی طغیانی سے یہ گانوں جزیرہ ہو جاتا ہے اور یہ تو عنقریب ہونے والا ہے پھر اب کیا ہوا بالفعل ہم کو اس وقت تک جہاں میں چپ چاپ کیوں نہیں رہنے دیتے۔ دونوں ٹھاکروں نے کہا کہ یہ امر ناممکن ہے کیوں کہ ہر دیو بخش کبھی یہ بات نہ مانیں گے کہ آپ لوگ ذرا دیر بھی کسورہ میں رہیں اگر پانی حسب معمول برس گیا ہوتا تو البتہ ہم یہ کر سکتے تھے لیکن ہنوز بارش نہیں ہوئی اور یہ جگہ حملے کے لئے بالکل کھلی پڑی ہے انھوں نے مجھ سے اتنا اور کہا کہ اگرچہ آغاز بارش میں یہ گانوں حملے سے بالکل مامون ہو جائے گا (کیونکہ آس پاس بالکل اتنا پانی بھر جاتا ہے کہ کوئی شخص بدون اسکے کہ کہیں تیرے اور کہیں پانی اترے یہاں پہونچ نہیں سکتا) لیکن تاہم کشتیوں کے لئے کوئی کافی روک نہیں ہوتی کیوں کہ شباب برشگال میں کسورہ سے گنگا اور رام گنگا تک ایک ندی سی بہنے لگتی ہے کہ اس میں کشتیاں چل سکتی ہیں انھیں کشتیوں کی راہ ممکن ہے کہ فتح گڈھ سے سپاہی لوگ باسانی چلے آئیں اور آپ کو ان کے ارادے کی خبر نہ پہونچے اگر دے لعنہ غروب آفتاب چل کھڑے ہوں صبح سے پہلے ممکن ہے کہ آپ پر آگریں میں نے ان سے کہا کہ مجھ کو یقین ہے کہ پردہن صاحب اپنے بچوں کو چھوڑ جانے پر رضامند نہ ہونگے اگرچہ تم لوگ کتنا ہی ان کو مطمئن کرو کہ ہم

ان کی جانیں بچائیں گے اور ان کو حفاظت سے رکھیں گے۔ میں نے اپنے مقدور بھر سب طرح سمجھایا لیکن انھوں نے جواب دیا کہ اگر آپ سب لوگ یک جا رہیں گے تو آپ سب کو بچانا ہمارے حیز امکان سے باہر ہے لیکن اگر آپ بچوں سے الگ ہو جائیں تو ممکن ہے سب بچ جائیں اور اگر بالفرض بچے مارے بھی جائیں تو اس نقصان کا معاوضہ ہو سکتا ہے ماں باپ زندہ رہیں گے تو اور اولاد ہو رہے گی لیکن اگر ماں باپ ہی مارے گئے تو ان کو زلیست گم کردہ دوبارہ نہیں مل سکتی جب میں نے دیکھا کہ ٹھاکر کسی طرح نہیں پسیجتے تب میں نے کہا کہ اچھا میں باہر جاتا ہوں اور پروبن صاحب سے اس بات میں مشورہ کروں گا اور جو بات ٹھہرے گی تم سے کہوں گا جو کچھ مجھ سے اور ٹھاکر دل سے گفتگو ہوئی تھی وہ سب میں نے جا کر پروبن صاحب سے کہی انھوں نے کہا کہ ہم کو اپنے بچوں کی مفارقت اصلاً منظور نہیں ہے لیکن اس وقت یہ بھی خیال گذرا کہ بچوں کو ساتھ رکھنے کے التزام سے ایسا نہ ہو کہ اپنے بچاؤ کا ایک احتمال ضعیف جو باقی ہے وہ بھی جاتا رہے اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ بچوں کو ٹھاکر دل کے سپرد کر دیا جائے اور اطمینان کیا جائے کہ اگر بالفرض پروبن صاحب اور ان کی میم مارے بھی گئے تو بچے اگر جیتے بچیں گے تو فتح گڈھ کے سر ہوتے ہی ہمارے کسی ہم وطن کے پاس پہونچا دیے جائیں گے۔ لیکن بے چارے ماں باپ کے دل اس درد سے پھٹے پڑتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کون امر اختیار

کریں آیا سے پوچھیں کہ اگر بچوں کو کسوره میں چھوڑ جائیں تو تم ان کے ساتھ رہو گی اس نے دبی زبان سے انکار کیا تب پردبن صاحب کی میم نے کہا کہ اگر ہو سکے مجھی کو بچوں کے پاس چھوڑ جاؤ لیکن پردبن صاحب نے کہا کہ میں تم کو چھوڑ جانے پر راضی نہیں ہوں آخر کار یہ امر قرار پایا کہ ہم سب یک جا رہیں اور اپنی حفاظت آئندہ کے لئے خدائے قدیر کی نگہبانی پر بھروسا کریں جس نے اب تک اپنے فضل سے ہماری خبر گیری کی ہم نے ٹھاکر دں کو اندر بلایا اور ان سے کہا کہ ہماری یہ تجویز ہے انھوں نے ہماری حالت پر رحم کیا اور اس امر پر زیادہ مصر نہ ہوئے کہ ہم فوراً کسوره سے چلے جائیں بلکہ یہ کہا کہ آپ بالفعل یہیں بنے رہئے کیونکہ امید قوی ہے کہ مینھ جلد برسے۔ ہم بہت اشتیاق سے بادلوں کے آنے کے منتظر رہا کرتے تھے اور جو بادل اٹھتا تھا بڑی آس لگائے ہوئے اس کو دیکھتے رہتے تھے بہت دن ایسا اتفاق ہوا کہ بادل اٹھا اور خاصی امید ہوئی کہ بڑی زور کی رو برسے گی لیکن ہم یہ دیکھ کر اداس ہوتے تھے کہ یکایک وہ بادل پھٹ گیا اور ایک چھینٹا بھی نہ پڑا جب آسمان صاف میں کوئی بادل سر پر نظر آتا تھا تو ممولوں کو اڑتے دیکھ کر بھی ہم یہ توقع کرتے تھے۔ ہندوستانی لوگوں نے ہم سے یہ کہا تھا کہ جب ممولے زمین پر اڑتے ہیں تو آمد باراں کی یہ علامت قوی ہے لیکن روز بروز امساک بارش زیادہ ہوتا گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید اب پانی مطلق

نہ برسے گا اتنے عرصہ دراز کے امساک بارش سے ٹھاکروں کی ہمت ہار گئی اور آخر کار انھوں نے ہم سے صاف کہا کہ زیادہ آپ لوگوں کو گھر میں رکھنے کی جرأت ہم میں نہیں ہے جنگل میں شمال کی طرف تھوڑے فاصلے سے ایک گانوں ہے اسی میں ہم نے آپ لوگوں کو چھپانے کا بندوبست کیا ہے پس آپ اس گانوں میں چلئے۔ انھوں نے کہا کہ گانوں کے نجومی پنڈت نے یہ بچارا ہے کہ آج کا دن آپ لوگوں کے لئے سعید ہے پس رات کو چاند کے اگانی لیتے ہی آپ لوگ روانہ ہو جئے۔ ہم اسباب باندھ چلنے کو تیار ہو رہے اور اسی وقت سو گئے رات کے گیارہ بجے کے قریب ٹھاکر پورن نے مجھ کو جگا کر کہا کہ چاند تو تین بجے نکلے گا اور جو ساعت سعید ٹھہرائی گئی ہے وہ گذر کر اس وقت تک دوسری لگن شروع ہو جائیگی پس ساعت مقرر میں اب صرف ایک گھڑی باقی ہے۔ چوں کہ جب تک کہ چاند کی روشنی اچھی طرح نہ ہو جائے ہم تو روانہ نہیں ہو سکتے تھے اس نے کہا کہ خیر آپ کی کوئی چیز اس طرف بھیج دی جائے۔ نجومی نے کہا ہے کہ یاترا اب بھیج دینے سے بھی وہی بات حاصل ہو گی جو خود جانے سے ہوتی۔ روٹی کھانے کا ایک کانٹا ہاتھ آگیا وہی پورن کے حوالے گیا وہ اس کو لے کر خوش ہو چلا گیا اس نے وہ کانٹا ہماری راہ میں آگے کسی آدمی کے ہاتھ بھیج دیا اس نے وہاں جا کر ایک پتہ سے گاڑ دیا۔ صبح کے تین بجے ٹھاکروں نے ہم کو جگا اٹھایا اور ہم روانہ ہوئے پھر وبن صاحب کی میم اور ان کی آیا اور بچوں کے لئے ایک ہاتھی

منگوالیا تھا۔ پروبن صاحب اور ان کا ایک خدمت گار اور دوسرا تو ایک رات پہلے چل دیا تھا) اور میں اور وزیر سنگھ سب پیادہ پا چلے جب ہم چلنے لگے تو میں نے دیکھا کہ بڈھا کستوری نہیں ہے اور چونکہ مجھ کو اس پر بڑا اعتماد تھا اور اس کی متواتر نصیحتیں مجھ کو یاد تھیں کہ جب تک میں آپ کے ساتھ نہ چلوں آپ ہرگز کہیں نہ جائیے گا میں اس کا انتظار کیا آخر کار کئی آدمی بھیجنے کے بعد وہ آیا لیکن ظاہراً نہایت بے دلی سے۔ ہمارے روانہ ہوتے ہی پانی خوب زور سے برسنے لگا ہم بھی بھیگے اور اوڑھنے بچھانے کا جو تھوڑا سا سامان ہمارے ساتھ تھا وہ بھی بھیگا۔ کسورہ سے ایک میل آگے ایک ندی ایسی گہری ملی کہ ہاتھی اس کو نہیں اتر سکتا تھا اسی لئے اس کو چھوڑ دیا اور ہم لوگ ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر اترے اور آگے پیادہ پا چلے ہر ایک شخص ایک بچے کو لئے ہوئے تھا راہ خاردار گھنی جھاڑیوں میں ہو کر تھی اور اسی سبب سے ہم بہت آہستہ آہستہ چل سکتے تھے اور بار بار جو کانٹے پاؤں میں لگتے تھے بڑی تکلیف ہوتی تھی ندی سے ڈیڑھ میل آگے پھر پانی ملا جو دور دور تک بھرا ہوا تھا اس کو بھی اترنا پڑا۔ پروبن صاحب نے اپنی میم کو کندھے پر چڑھایا لیکن چونکہ پانی گہرا تھا اور نیچے چکنی مٹی تھی بہت مشکل سے اترے آخر کو دن نکلنے کو تھا کہ منزل مقصود تک پہونچے اور راہ میں برابر زور سے پانی برستا رہا یہ گانوں کیا تھا اجاڑ میں چار یا پانچ جھونپڑے تھے واہیات ویران ان میں صرف

گڈریے اپنے مویشیاں لئے بستے تھے۔ ایسا ویرانہ معلوم ہوتا تھا کہ جس
کا بیان نہیں جب ہم بستی میں گئے تو کسی کی آہٹ نہیں معلوم ہوتی تھی
اس وقت تک سب خوابیدہ تھے ایک ٹھاکر نے جاکر رئیس دیہ کو کہ
ایک گنوار صورت امیر تھا جگایا اُس نے ایک واہیات ساڈیٹہ
چھپّر بتادیا کہ یہ پردبن صاحب کے واسطے ہے اس میں مویشی بھرے ہوئے
تھے نہایت گندہ اور کیچڑ گھٹنوں سے اوپر تک پھیلی ہوئی اس ویران
جگہ کو دیکھ کر جہاں کوئی اپنا یار اور یاور نہ تھا میرا دل نہایت پژمردہ
ہوا۔ میں نے اس بے چارے بچے کو جس کو میں لئے ہوئے تھا ایک جھونپڑی
میں جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا ایک چارپائی پر لٹا دیا گڈریوں میں سے
بھی ایک کا بچہ اسی چارپائی پر خوب غافل سویا ہوا تھا پردبن صاحب
کی میم یہ دیکھ کر کہ یہاں ان بچوں کا اور میرا اپنا کیسا پتلا حال ہو گا آغازِ
مصائب سے اس وقت خوب پھوٹ کر رو دئیں۔ پردبن صاحب بھی
بہت برافروختہ ہوئے اور ٹھاکروں سے الجھ کر کہنے لگے کہ اگر ہم لوگوں
کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے تو اچھّا ہے ہم سب کو ایک
دم سے مار ڈالو۔ کیوں کہ بچے چند گھنٹے سے زیادہ یہاں زندہ نہیں
رہ سکتے اور بالضرور مر جائیں گے اسی وقت میں آس پاس دیکھ رہا
تھا کہ کہیں کوئی ایسی صورت نظر پڑے کہ ان لوگوں کے لئے سائے
کا بندوبست بقدرِ امکان ہو جائے۔ ایک جھونپڑی کی چھت پر ایک
چھوٹی سی جگہ نظر پڑی۔ میں نے وزیر سنگھ کو وہ جگہ دکھلائی وہ فوراً

اس پر اچک کر چڑھ گیا اور اس کو دیکھ بھال کر بولا کہ مکان خالی اور صاف
سوکھا ہے۔ اور جیسا مکان کہ نیچے ہے اسی کے مطابق اوپر بالاخانہ
ہے۔ میں وزیر سنگھ کے سہارے سے اس پر چڑھا اور یہ دیکھ کر نہایت
خوش ہوا کہ ایک چھوٹی سی جگہ صاف اور خوشنما ہے اور چھت بھی ایسی
ہے کہ پانی ٹپکنے کا خوف نہیں میں نے پرڈبن صاحب کو نیچے سے بلایا
اور وزیر سنگھ نے اور میں نے پرڈبن صاحب کی میم کو سہارا لگایا اور
پھر بچوں کو چڑھایا سب کے پیچھے پرڈبن صاحب بھی چڑھ آئے اور
ہم آٹھ آدمیوں نے اس چھوٹی سی جگہ میں بستر جما دیئے اگرچہ وہ جگہ نہایت
تنگ تھی لیکن ہم نے نہایت شکر کیا کہ ایک سایہ گاہ ملی اس جگہ میں
فرد کش ہونے سے پہلے وزیر سنگھ کو اس امر کے لئے تاکید کر دی کہ کسی طرح ہم پر متعرض نہ ہوئے مگر یہ کہا کہ آپ
چپ چاپ اس کے بھیتر بیٹھے رہیے ہرگز نہ نکلئے گا مبادا آپ کو کوئی
دیکھ لے اور آپ کا مقام اختفا لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ ہم اپنی اپنی
جگہ میں سب کے سب زمین پر اس مکان میں بند پڑے رہتے تھے
ایک چھوٹا سا کونا میرے حصے میں آیا تھا وہ جہاز کی تنگ تر کوٹھری
کے برابر بھی عرض و طول نہ رکھتا تھا اتنی ہی جگہ میں میں نے اپنا بچھونا
بچھا رکھا تھا اور چھوٹی سی گٹھری سے تکیے کا کام لیتا تھا۔ اسی گٹھری
میں میری دنیوی سب کائنات تھی یعنی صرف ایک جوڑ ہندوستانی
کپڑے لیکن اسی قدر کافی تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص کتنا ہی
حالت تنعم میں ہو فی الحقیقۃ اس سے زیادہ کا محتاج ہے جس وقت

ہم اس جگہ میں بیٹھ گئے سٹاکر لوگ ہم سے رخصت ہوئے اور اقرار کر گئے کہ ہم اکثر آپ سے ملنے آیا کریں گے ہماری نگہہ داشت امیر دن کے سپرد کی اور ان سے کہا کہ اجنبی لوگوں کو ہرگز گانوں میں مت آنے دینا اور ان لوگوں کا حال نہایت مخفی رکھنا۔ ان سب باتوں کی نسبت ان لوگوں نے نہایت مستعدی کے ساتھ اقرار کیا اور کہا کہ ان لوگوں کا ظاہر کر دینا تو درکنار ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی جان تک دینے کو موجود ہیں۔ مینہ کہ صبح کے وقت بہت دیر تک بشدت برستا رہا اب منقطع ہو گیا اور کئی دن تک صرف گاہے گاہے ایک جھالہ برس جاتا تھا۔ چوں کہ ہم اس چھوٹی سی جگہ میں بالکل بھیچے ہوئے پڑے تھے گرمی نہایت سخت معلوم ہوتی تھی۔ ہم صرف رات کے وقت باہر نکل آیا کرتے تھے دن بھر کروٹیں بدلتے گذرتی تھی کبھی سرہانے سے پائینتی کبھی پائینتی سے سرہانے یا کبھی اٹھ بیٹھتے تھے کھڑا ہونا یا پھرنا تو بالکل ناممکن تھا غریب بچوں کا حال بہت پتلا تھا مکان سے باہر جانے کی ان کو اجازت نہیں دی جا سکتی تھی اور اندر اتنی جگہ نہ تھی کہ وے چلیں پھریں۔ لیکن وے اس درجہ پر صابر تھے کہ ہم کو اتنی امید ان سے نہ تھی اور خوب فراغت سے سویا کرتے تھے اب ہم کو کھانے کی بھی بہت تکلیف ہونے لگی۔ صرف تھوڑا سا دودھ اور چپاتیاں بس یہی کھانا ہم کو مل سکتا تھا سو دودھ بھی یک شنبہ کے دن نہیں ملتا تھا کیوں کہ امیر

لوگ اپنے جانوروں کا دودھ اس دن کسی طرح نہیں دیتے بلکہ خاص اپنے لئے رکھ چھوڑتے ہیں - باوجودیکہ ہم ایسی تکلیف میں تھے لیکن تاہم خوش رہتے تھے اور بہ نسبت سابق کے خاطر جمعی بھی تھی خدا کا شکر ہے کہ ان دنوں ہم کو فراغت عبادت خوب حاصل تھی اور ہم صبح شام اس سے دعائے خیر و برکت مانگتے تھے اور ہجوم مصیبت کے وقت اس کے ذکر سے ہمارے دلوں کو فوراً تسلی حاصل ہو جاتی تھی اور جو اس کو یاد کرے گا وہ اس کو ایسا ہی پائیگا۔

یکایک پانی بڑے زور و شور سے آیا اور اب تک تو ہم رات کے وقت تاریکی ہو جانے کے بعد مکان کی چھت پر باہر نکل کر سویا کرتے تھے اب نہ تو پرون صاحب سو سکے اور نہ میں سو سکا۔

مکان کے اندر پانی ٹپکنے کے سبب اب جگہ اور بھی زیادہ تنگ ہو گئی - ایک یا دو آدمی کی جگہ میں تو بالکل بچاؤ کی صورت نہ تھی اسی سبب سے ضرور ہوا کہ میں اپنے لئے کوئی سایہ گاہ اور کہیں تلاش کروں - وزیر سنگھ کو ایک گاؤخانہ دو روپیہ ماہواری کرایہ پر میرے لئے ہاتھ لگ گیا - یہ جگہ ایک چھوٹی سی واہیات کوٹھری تھی اور اس میں دو گائیں اب تک بھی بندھی ہوئی تھیں حسب دستور اس میں بھی کواڑ نہ تھے اور چونکہ غالباً برسوں سے صاف بھی نہیں ہوا تھا اس قدر گندہ تھا کہ بیان سے باہر ہے لیکن میں اس سایہ گاہ کے مل جانے سے نہایت شکر گذار ہوا وزیر

سنگھ نے اس کو صاف کیا اور کہیں سے میرے لئے ایک چارپائی بھی کرایہ کی لے آیا چوں کہ اس کی چھت نہیں ٹپکتی تھی تو مجھ کو کسی قدر زیادہ آسائش ملی۔ جب مجھ کو اپنے عزیز یاد آتے تھے جن کو بار دیگر دیکھنا قرین قیاس نہ تھا اور وہ مبارک عافیت جو مجھ کو کبھی میسر تھی تو اس تنگ جگہ میں پہر دل مغموم اور محزون پڑا رہتا تھا۔ اس پوروے کے لوگ اکثر گاہ لگاہ میری پاس ملاقات کو آتے اور مجھ سے گفتگو کرتے۔ اگرچہ بعض وقت میرا دل ان سے ملنے کو نہیں چاہتا تھا تاہم میں ان کو منع نہیں کر سکتا تھا۔ پس وے لوگ اپنی مرضی سے آتے تھے اور جاتے تھے۔ ایک دن رئیس دیہ کا ایک رشتہ دار جو ایک پاس کے گانوں میں رہتا تھا میری ملاقات کو آیا اور بیٹھ گیا میری اس کی باتیں شروع ہوئیں۔ میں یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا کہ وہ بہ نسبت اور دیہاتیوں کے جو عموماً نہایت اجڈ ہوتے ہیں بہت فہیم اور ہوشیار تھا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ سفر کردہ بھی ہے اور جب پنجاب میں دریائے ستلج پر ہماری پہلی لڑائی ہوئی تو یہ شخص اپنا جو بلدی چھکڑہ لئے کمسریٹ والوں کے ساتھ تھا ان دنوں یہ لاہور تک گیا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو کرایہ واجبی ملا تھا اس نے کہا کوڑی کوڑی بے تامل۔ اور ہماری سرکار کی معدلت اور فیاضی کی تعریف کرنے لگا اور کہا کہ اس راج میں شیر اور

بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ فوراً میرے دل میں اس امر نے خطور کیا کہ شاید یہ سمجھائے بجھائے نینی تال میری بیوی کے پاس چھٹی لے جانے پر راضی ہو جائے۔ کیوں کہ ۲۶۔ مئی کے بعد سے اس دن تک یعنی ۱۷۔ جولائی تک میں نے ان کا حال کچھ نہ سنا تھا اور ان کی اور اپنے لڑکے کی خیر و عافیت کی طرف سے مجھ کو ہمیشہ سخت تردد رہتا تھا کیوں کہ اس وقت مجھ کو یہ یقین ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ بریلی اور فتح گڈھ کی طرح نینی تال نہیں بگڑا اور وہاں کے انگریز اور انگریزوں کی طرح نہیں مارے گئے۔ میں نے اس آدمی سے کہ اس کا رہنا نام تھا کہا کہ میم صاحب اور مس بابا کی طرف سے ہم بہت تردد رہتا ہے اور اگر یہ معلوم ہوتا کہ وے خیر و عافیت سے ہیں تو کسی قدر ہماری تسلی ہو جاتی اور اس کی منت کی کہ تم ہم پر رحم کرو اور ایک چھٹی ہماری میم صاحب کے پاس لے جاؤ اور ہماری خیر و عافیت ان سے کہو اور ان کی خبر لاؤ۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس بہت تھوڑا روپیہ ہے اور تم کو فقط آٹھ روپے دے سکتا ہوں لیکن اگر تم میم صاحب تک پہنچ جاؤ گے تو یقین کرو وہ تم کو بڑا انعام دیں گی اس نے کہا کہ مجھ کو آپ کا حال دیکھ کر سخت تاسف ہے اور اپنے حتی المقدور آپ کی چھٹی نینی تال لے جانے میں کوشش کروں گا اور آپ کو اس کا جواب لا دوں گا۔ میں اس کے منھ سے یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا اس

نے کہا کہ آج شام کو تیں اپنے مکان پر جاتا ہوں اور وہاں اپنا بندوبست کروں گا کل صبح روانہ ہوں گا بریلی ہو کر جاؤں گا میں وہاں پہلے بھی گیا ہوں اور راستہ جانتا ہوں - یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا اور کہا کہ میں ایک گھنٹے میں لوٹ کر آپ سے چھٹی لینے آتا ہوں - اس گفتگو کے وقت وزیر سنگھ بھی موجود تھا میں نے اس کو اس کے پیچھے بھیجا کہ دیکھو یہ آدمی سچ مچ جانے کو مستعد ہے یا پچاس روپئے کے لیے مجھ کو جل دیتا ہے وزیر سنگھ جلد لوٹ آیا اور کہا کہ طور و طرز سے آدمی تو اچھا معلوم ہوتا ہے اور یقیناً وہ یہ سفر اختیار کرے گا میں نے ارادہ کیا کہ دو چٹھیاں لکھوں ایک اپنی میم صاحبہ کو اور دوسری بریلی میں مسٹر بیجنا تھ کو اس مضمون کی کہ تم اس قاصد کو نینی تال پہونچنے میں مدد دینا لیکن میرے پاس کاغذ کا صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا یعنی بر جس قسم کے تختے کا نصف ورق جو زبور کے ایک سو انیسویں تشید کی جگہ اتفاق سے رکھا ہوا تھا قلم یا سیاہی تو میرے پاس کچھ موجود تھا ہی نہیں صرف ایک ٹوٹی ہوئی سیسے کی پنسل تھی اس میں بھی سیسہ اس قدر گھس چکا تھا کہ صرف ایک ذرا سی نوک باہر نکلی رہ گئی تھی میں نے جھٹ پٹ لکھنا شروع کر دیا وسط تحریر میں وہ سیسے کی سلائی باہر نکل کر گر پڑی اور میں مایوس ہو کر رہ گیا آخر کار زمین کی ریت میں بڑی جستجو کے بعد وہ مجھ کو ملی اور میں نے کسی حکمت سے اس کو پھر اس کی جگہ میں جمایا تاکہ کسی طرح ایک انچ مربع کی

مختصر سی دو چٹھیاں تو ختم کر پاؤں - اس آدمی نے کہا تھا کہ میں اسی قدر چھوٹی چیز اپنے بدن میں چھپا سکوں گا کیوں کہ سن پڑتا ہے کہ باغی کاغذ اور چٹھی کے لئے سب مسافروں کی تلاشی لیتے ہیں اور کئی شخص مار ڈال چکے ہیں جن کے پاس سے انگریزی چٹھیاں برآمد ہوئی تھیں - جب چٹھیاں لکھی جا چکیں تو میں نے ان کو تھوڑا سا دودھ منگوا کر اس میں تر کر دیا تاکہ حروف اس کی ڈھنیت سے مٹنے نہ پائیں اور ایک دیوار پر جو میرے مکان کے متصل تھی دھوپ میں سکھلانے کو رکھ دیں ناگاہ ایک کوّا آگرا اور ایک چھٹی لے کر اڑ گیا یہ وہ چٹھی تھی جو میں نے اپنے میم صاحبہ کے نام لکھی تھی میں تو سمجھا کہ بس اب یہ چٹھی گئی - اور اس کیفیت کو دیکھ کر میں بہت دل شکستہ ہوا کیوں کہ نہ تو میرے پاس اور کاغذ تھا اور نہ کہیں سے ملنے کی امید تھی لیکن وزیر سنگھ نے بلا میری اطلاع کے اس کوّے کو دیکھا تھا اور ایک گڈریہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا اور ایک گھنٹے کے قریب دوڑ دوڑ کھیدتا پھرا آخر کو اس کوّے نے حیران ہو کر چٹھی ڈال دی وہ اس کو صحیح سلامت لے کر میرے پاس آیا میں نے دونوں چٹھیاں دیکر اپنے قاصد کو روانہ کیا اور بہت سمجھایا کہ مشکلات کو دیکھ کر ہراساں مت ہو جانا بلکہ بریلی ہو کر اپنی راہ چلے جانا وہاں بیجناتھ مشیر مجھ کو یقین ہے کہ نینی تال جانے میں تمہاری مدد کرے گا - آج تک مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ اپنے ارادے

میں کامیاب ہوا یا نہیں۔ لیکن اس آدمی کی صورت سے میرے ذہن میں آتا ہے کہ غالبا وہ وہاں پہونچ گیا ہوگا۔ وہ گانوں جو دنیچ پورہ کہلاتا تھا (اور یہ بھی ایک بالکل عجیب بات تھی کہ وہ حقیقت میں اسم بامسمیٰ تھا) اب بارش اور دریاؤں کی طغیانی سے سو گز مربع کی وسعت کا ایک ٹاپو بن گیا تھا حوالی میں باستثنائے ایک جانب شمال کے کہ ادھر تو ۳-۲ میل دور تک جنگل چلا گیا تھا سب طرف طوفان آب تھا پانی بعض مقامات میں بہت عمیق تھا اور تین یا چار فٹ سے کہیں کم نہ تھا جب میں پردین صاحب کے پاس جانے کے لئے کہ وہیں ہم کھانا جو میسر آتا تھا کھایا کرتے تھے اپنے گھر سے قدم باہر نکالتا تو گھٹنوں سے اوپر کیچڑ کھوند کر وہاں پہونچتا گانوں کے متصل حوالی میں پانی بہت بھرا ہوا تھا اور جانوروں کے چرانے کے لئے بھی صرف وہی ایک جنگل تھا جو یہاں سے ۳-۲ میل دور تک چلا گیا ہے اور اس جنگل کی اونچی زمین بھی تھوڑی سی پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اس چراگاہ تک مویشی اور چرواہے تیر کر آتے جاتے تھے اور یہ طریقۂ قطع مسافت دونوں کو ایسا آسان اور معمولی معلوم ہوتا تھا جیسے زمین خشک پر چلنا۔ جب سے تمام علاقے میں پانی بھر گیا ہمارا مقام اس قدر مامون ہوا کہ اب ہم کو مثل سابق بالکل چھپنا نہیں پڑتا بلکہ اس کی بھی اجازت ہوئی کہ پردین صاحب کی فرودگاہ کے قریب جو مکان تھا اس کی چھت پر چڑھیں اور

دن ڈھلے ادھر ادھر چلا پھرا کریں یہ بھی بہت غنیمت ہوا اور بعد غروب آفتاب جب چرواہے واپس آتے اور جانوروں کو باندھ چکتے ہم سب اکٹھے ہو کر بیٹھتے تھے اور گھنٹوں ان سے باتیں کیا کرتے تھے وے ہم سے ہمارے ملک کا حال بہت پوچھا کرتے تھے اور ان کا سلسلۂ استفسار منقطع نہیں ہوتا تھا کہ کیوں صاحب یہ کیا بات ہے کہ آپ کی ملکہ کا شوہر بادشاہ نہیں ہے اس امر سے ان کو سخت استعجاب ہوتا تھا اور ہم ان کے مویشیوں کا حال اور ان کا طرز زیست پوچھا کرتے تھے اور نہایت عجیب باتیں معلوم ہوتی تھیں۔ غرض اس طور پر ان سیدھے سادے لوگوں کے ساتھ ہم اکثر جی بہلایا کرتے تھے۔ ہر شام ہم یہ عجیب اور عمدہ تماشا بھی دیکھا کرتے تھے کہ مویشیوں کا بڑا بھاری گلہ جنگل سے نکلا اور اپنے مواضع کی طرف جداگانہ سمتوں میں تیرنے لگا ان جانوروں کو اپنی راہ ایسی سیدھی معلوم ہوتی تھی کہ اس کی شناخت میں ان کو کبھی غلطی واقع نہیں ہوتی تھی چرواہے اکثر ان کے پیچھے پیچھے تیرا کرتے اور بعض اوقات گلے کے کسی مضبوط جانور پر سوار ہو لیتے تھے چوں کہ سیلاب اب بڑے چڑھاؤ پر تھا اور ہم جانتے تھے کہ اسی طرح کسورہ کے آس پاس بھی پانی بھر گیا ہوگا بے اختیار ہمارے دل چاہتے تھے کہ ہم کسورہ لوٹ چلیں کیوں کہ وہاں کے مکانات بمقابلۂ مکانات رنج پورہ

ہم کو محل معلوم ہوئے تھے۔ اسی نظر سے ہم نے بہت سے پیغام ٹھاکروں کے پاس بھیجے لیکن نہ تو انھوں نے کچھ التفات کیا اور نہ ہر دیو بخش نے۔ بلکہ برخلاف اس کے ایسا معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی یہ مرضی ہے کہ ہم سے کچھ سروکار نہ رکھیں یہاں تک کہ ایک عورت تھی وہ بے چاری پرون صاحب کی میم کے پاس ان کی اور ان کے بچوں کی خدمت گذاری کو آیا کرتی تھی کسورہ سے ہر روز صبح کو چلتی اور تیرتی ہوتی اور پانی مجھاتی ہوئی یہاں آتی اور اسی طرح ہر شام کو لوٹ جاتی ان لوگوں نے اس کو بھی منع کر دیا کہ اب ان کا کار خدمت مت کیا کر۔ اس سبب سے پرون صاحب کی میم بے چاری کو نہایت تکلیف اور محنت پڑتی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا ہوں اور جو لوگ میری طرح ان تکالیف کے شاہد حال نہیں تھے عجب نہیں کہ اس کو باور بھی نہ کریں۔ لیکن میم صاحب نہایت صبر اور استقلال سے ان تکالیف کا تحمل کرتی تھیں اور چوں کہ وہ ہمارے ملک کی عورت تھیں مجھ کو ان کے استقلال پہ نازش ہے بجز اس بے چاری عورت اور اپنی آیا کے پرون صاحب کی میم نے اس دن سے کہ انگریز دھرم پور سے فتح گڈھ کو لوٹ گئے اور کسی عورت کی شکل تک نہیں دیکھی۔ ہر دیو بخش کی رانیاں یا اور ٹھکروں کی بیویاں چاہتیں تو میم صاحب کا غم غلط کرتیں اور ان کو بہت کچھ تسلی دیتیں لیکن مہربانی تو بالائے طاق ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ کسی طرح کی غمخواری

ظاہر کریں۔ میم صاحب کی مصیبت زیادہ کر دینے کو بے چارہ چھوٹا لڑکا کا اچھا خاصا جو بنگل اور بچوں کے اس وقت تک کہ ہم نے کسورہ چھوڑا باوجود دھوپ اور پانی میں رہنے کے صحیح المزاج رہا اب گھلنے لگا اور روز بروز کمزور ہوتا جاتا تھا یہاں سوائے بھینس کے دودھ کے اس کے لئے اور کچھ سہارا نہ تھا اور وہ اس کو پچتا نہ تھا اور اگرچہ پروبن صاحب اپنی دودھ کی بکریاں کسورہ میں چھوڑ آئے تھے مگر لوگوں سے کہہ نہ سکتے تھے کہ ہمارا بچہ مرا جاتا ہے ہماری بکریاں بھیج دو کہ ان کے دودھ سے اس کو سہارا ملے اب ہماری حالت روز بروز بدتر ہونے لگی اور ہم کو یہاں تک منع کر دیا کہ اپنے خدمت گاروں میں سے کسی کو گاؤں کے باہر مت بھیجا کرو۔ صرف ایک شخص سیتارام برہمن ہنوز ہم سے محبت رکھتا تھا اور ملاقات کو آیا جایا کرتا تھا۔ ہم ہمیشہ اس آدمی کے ہاتھ ٹھاکروں کو اپنے پیغام کہلا بھیجا کرتے تھے لیکن وے مطلقاً ملتفت نہیں ہوتے تھے چند روز ہوئے کہ سیتارام ایک یا دو مرتبہ ہمارے لئے فتح گڈھ خبر لائے گیا تھا یہ بات ٹھاکروں کو معلوم ہو گئی اور انھوں نے نہایت ناخوش ہو کر اس کو بھی منع کر دیا کہ آگے کو صاحب لوگوں سے مت ملا کرو۔ ان اجیرن دنوں میں قابل تحریر صرف ایک یہ اتفاق پیش آیا کہ ایک دن صبح کے وقت میں اور پروبن صاحب دونوں بیٹھے تھے ایسی آواز آئی کہ کچھ فوجی لوگ فتح گڈھ میں انگریزی

باجا بجارہے ہیں۔ ہوا کے سبب پانی کے ذریعہ سے صاف آواز چلی آتی تھی اور ہم اپنے دلوں میں کہتے تھے کہ وے لوگ جو ہمارے خون کے پیاسے ہیں بہت قریب آپہونچے۔ ایک دن بہت سویرے (اور مجھ کو ایسا خیال پڑتا ہے کہ جولائی کی ۲۲ تاریخ چارشنبہ کے دن) میں مکان کی چھت پر بہت اداس بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ ایک آدمی گانوں کی طرف پانی میں تیرتا ہوا چلا آتا ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور وہ شخص کچھ اشارہ کرتا تھا اس سے ظاہراً یہ معلوم ہوا کہ مجھ کو متوجہ کیا چاہتا ہے تھوڑی دیر تک میں اس کی طرف دیکھتا رہا آخر کار میں نے اس کو پہچانا کہ سیتارام ہے اس کے طور سے میں نے قیاس کیا کہ کوئی نئی بات لایا ہے جب وہ کنارے پر پہونچا تو میں نیچے اتر کر اس کے پاس گیا اور اس کو ایک خوشی کی حالت میں پایا اس نے یہ مژدہ سنایا کہ آپ کی فوج اب کہیں جا کر حس پڑی ہے اس طرح پر کہ کانپور تک بڑھ آئی ہے اور نانا کی فوج کو پانڈو ندی پر شکست فاش دی اور بہت آدمی مارے۔ بھاگے ہوئے سپاہی غول کے غول فرخ آباد میں آئے انھوں نے نواب اور اس کے لوگوں کو بھی بہت ڈرا دیا ہے کہ عن قریب یہی حال تمہارا ہونا ہے اور میں دل سے بھروسا رکھتا ہوں کہ سرکاری فوج بے شک ان کا ایسا ہی حال کرے گی۔ میں سیتارام کو ساتھ لیے چھپتا ہوا پرویں صاحب کے پاس گیا تاکہ ان کو بھی یہ مژدہ سنا دوں جس سے

ہماری ہمتیں بندھ گئیں اور کچھ امید ہوئی کہ آخر کو ہم بھی کبھی خلاصی پائیں گے چونکہ ہم اس حال کو تحقیق کرنے کے لئے نہایت مضطرب تھے ہم نے سیتارام کو ابھارا کہ تم گنگا پار فتح گڈھ اور خبر لاؤ وہ روانہ ہوا اور اقرار کر گیا کہ رات تک لوٹ آؤں گا ۲۳ - جولائی کی صبح کو فرخ آباد میں بھاری توپوں کی فیر سن کر ہمارے کان کھڑے ہو گئے ہم آس لگائے ہوئے تھے کہ یہ فیر ہماری فوج کی ہے اور ہم سمجھے کہ ناناکی افواج مفرور کے تعاقب میں ہماری فوج اب فتح گڈھ پہونچ گئی ہو گی ایک گھنٹے کے قریب تک توپ برابر چلتی رہی کبھی کبھی بے قاعدہ وقفہ بھی ہو جاتا تھا پھر بالکل بند ہو گئی ہم دن بھر نہایت گھبراہٹ کی حالت میں رہے اور نجات عاجل کے آرزو مند تھے دن گذر گیا اور سیتارام لوٹ کر نہ آیا اور کسی طرف سے بھی کوئی خبر نہ آئی ۲۴ - تاریخ کی صبح کو سیتارام آیا اور ہم نے بہت شوق سے پوچھا کہ ہماری فوج آگئی توپیں کیسی چل رہی تھیں اس نے ہم کو یہ مہیب خبر سنا کر بالکل مایوس کر دیا کہ کل صبح جو توپ چلنے کی آواز سن پڑتی تھی سو نواب کے حکم سے بیچاری میمیں جن کو کشتی سے بچا کر فتح گڈھ لوٹا لائے تھے اور بہت ہندوستانی کرسٹان سب ۶۵ یا ۷۰ - آدمی توپوں سے اُڑائے جاتے تھے اور گر اب سر ہو رہی تھی ناناکے سپاہی جو شکست کھانے سے جلے ہوئے تھے انھوں بہ اتفاق نواب ان بےچاروں کو شہید کر کے اپنا انتقام

لیا۔ سیتارام نے بیان کیا کہ جونس صاحب کی لڑکی نہ ۹ سالہ باوجودے کہ بہت سے گراپ مارے گئے صحیح سلامت بچ گئی تھی ایک سپاہی نے لپک کر اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ سیتارام نے کہی سپاہیان مفرور سے گفتگو کی اکثر ان میں کے زخمی تھے اور ماندگی اور خوف اور کھانا نہ ملنے کے سبب سب کے سب تباہ حال۔ ایک توپ اور دو یا تین ہاتھی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وے لوگ بالکل ہیبت زدہ تھے۔ اور انھوں نے اپنا خوف نواب اور اس کے آدمیوں سے بھی بیان کیا۔ انھوں نے سیتارام سے کہا کہ جس لڑائی میں ہم نے شکست کھائی وہ ایک ندی پر جو فتح پور اور کانپور کے بیچ میں ہے واقع ہوئی اور انگریزوں نے ہمارے بہت آدمی مارے اور سوائے اس ایک توپ کے جو ہمارے ساتھ ہے اور سب توپیں چھین لیں اور یہ خیال کرنا بالکل بے ہودہ سری ہے کہ ہم فوج انگریزی سے مقابل ہو سکیں گے ان کے پاس ایسی بندوقیں ہیں اور اتنے فاصل پر ان کا توڑ ہے کہ آواز سے پہلے گولی آ لگتی ہے۔ سیتارام نے یہ بھی بیان کیا کہ فرخ آباد میں لوگ ایسے ڈر رہے ہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی یہ غل مچا دیں کہ انگریز آ گئے تو ایک دن میں تمام شہر خالی ہو سکتا ہے نواب کی فوج اور شہر کے باشندے سب بھاگ جائیں۔ ہماری فوج کی فتح مندی اور بڑھ آنے کی خبروں سے ہماری نسبت لوگوں کے ڈھنگ فوراً متبدل

ہو گئے تھا کر لوگ بھی مبارک باد دینے کے لئے ہم سے ملنے آنے لگے بڈھا کستوری جس کو ہم نے اس دن سے نہیں دیکھا تھا جب ہم کسورہ سے پہلے اس توزک سے ہم سے ملنے آیا کہ ہاتھی پر سوار تھا نہایت لذیذ میٹھی روٹیاں بھی ہمارے واسطے لایا ہردیو بخش نے ہماری خیر و عافیت پوچھنے اپنے سالے کو بھیجا پروبن صاحب کی بکریاں بھجوادیں اس غریب عورت کو اجازت دی کہ پروبن صاحب کے بچوں کی خدمت گزاری میں حاضر رہا کرے۔ الغرض ہماری حالت میں بہت کچھ بہتری ہو گئی۔ لیکن ہم کو یقین نہ تھا کہ یہ لوگ جو ہماری ملاقات کو اکٹھے ہو کر آئے تھے ناکا کی شکست سن کر دل سے خوش ہوئے ہوں ہم نے اس موقع کو کہ لوگوں کے دل ہماری طرف ملتفت تھے غنیمت سمجھا اور ہردیو بخش کے سالے سے درخواست کی کہ کسورہ لوٹ جانے کی اجازت ہم کو دلوا دیجئے اس نے کہا کون بڑی بات ہے ہردیو بخش فوراً اس کو منظور کر لیں گے کیوں کہ اب فتح گڈھ کے سپاہیان عرف زندہ سے کچھ مقام اندیشہ نہیں ہے ہم اس بے چارے لڑکے کی حالت دیکھ کر کسورہ لوٹ جانے کی بڑی خواہش کرتے تھے بہ سبب تکالیف اور سردی گرمی کھانے کے اس لڑکے کا حال ردی ہوتا جاتا تھا اور ہم ڈرتے تھے کہ اگر دنبح پورہ میں اس نے انتقال کیا تو دفن کرنے کے لئے بھی خشک جگہ ملنی ناممکن

ہے گاؤں کے آس پاس دور دور تمام عمیق پانی بھرا ہوا تھا صرف
گھر بچے ہوئے تھے۔ ۲۶ تاریخ ہفتے کے دن ہم نے سنا کہ رات
ہوئے پیچھے کسورہ واپس چلنا ہو گا دن ڈھلے پروبن صاحب کی
میم اور ان کے بچوں کے لئے ایک کشتی بھیجی گئی کیوں کہ پانی ان
دونوں دھرم پور اور رنج پورہ میں بہت عمیق بھرا ہوا تھا اور ہمارے
لئے بھی ایک ہاتھی آیا پروبن صاحب تو مع زن و فرزند کشتی میں
گئے اور میں اور وزیر سنگھ ہاتھی پر۔ یہ پہلا وقت تھا کہ میں اس
جانور پر گھوڑے کی طرح ننگی پیٹھ سوار ہوا اور چونکہ ہاتھی گہرے پانی
اور کیچڑ میں کچھ دور تیرتا اور کچھ دور پایاب جاتا تھا ایسی حالت
میں اس پر آسن جمائے رہنا کچھ آسان نہ تھا رنج پورہ سے چلنے کو
ہم فوز عظیم سمجھے اور نو بجے رات کے اپنی پرانی جگہوں میں پہونچے
یہاں پہونچ کر تو حقیقت میں ہمارے دل بہت ہشاش بشاش
ہوئے جب ہم اس جگہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت سے
ہمارے لوٹ آنے کے چند گھنٹے پہلے تک یہاں مویشی باندھے
جاتے تھے اور یہ جگہ ایسی گندہ اور خراب ہو گئی تھی جیسی اس
وقت تھی کہ ہم پہلے دھرم پور سے یہاں آئے تھے۔ اگرچہ
یہ مکانات گندہ تھے لیکن چوں کہ ہم پانزدہ روزہ ماضیہ میں تکلیف
رنج پورہ اٹھائے ہوئے تھے ہم کو یہ مکان نہایت آسائش اور
راحت کی جگہ معلوم ہوتی تھی۔ بے چارہ چھوٹا لڑکا اس وقت

نہایت بے دم ہو گیا تھا اور سانس بھی مشکل سے لیتا تھا اس کی ماں
کو کہ انھیں کی تیمارداری اور خبرگیری متصل کے سبب وہ لڑکا اب
تک زندہ بھی تھا بہت مشکل سے تھوڑا گرم پانی مل گیا اور انھوں نے
اس کو نہلایا نہلانے سے ایسا معلوم ہوا کہ پھر جی اٹھا نہلا کر انھوں نے
اس کو ایک چارپائی پر لٹادیا اور آپ اس کے پہلو میں لیٹ گئیں۔
چوں کہ پچھلی کئی راتوں میں ان کو آرام نہیں ملا تھا اور اس لڑکے کو برابر
گود میں لیے بیٹھی رہتی تھیں اور اس سبب سے بالکل تھک گئی تھیں
اس وقت لیٹتے ہی سو گئیں۔ میں ان سے تھوڑے فاصلے پر الگ چارپائی
پر لیٹا تھا۔ یکایک تنفس کی آواز بلند منقطع ہوئی اور میں لڑکے کو دیکھنے
چارپائی کے پاس گیا کچھ سانس کی آواز نہیں آتی تھی اور اس کا ننھا سا جی
نکل گیا تھا میں نے اس کے ماں باپ کو جگایا اگرچہ پیارا بچہ جاتے
رہنے سے بہت غم تھا لیکن اس امر کا شکر کرتی تھیں کہ وہ لڑکا مرگ
طبعی سے مرا اور باغیوں کے ہاتھ سے اس کی جان نہ گئی۔ ہم سب
نے مل کر خدا کو سجدہ کیا اور میت صغیر کے حق میں دعا کی اور پھر میں
وزیر سنگھ کو ساتھ لے کر رات کے دو بجے باہر گیا کہ کوئی خشک جگہ
تلاش کروں جہاں اسکی قبر کھودی جائے یہ کام اگرچہ کسی قدر مشکل تھا لیکن
آخر کو ایک جگہ درختوں میں ملی کہ وہاں پانی نہ تھا اور نہ احتمال تھا کہ
کبھی وہاں پانی پہونچے۔ جب سب سامان تیار ہو گیا اس لڑکے کے
بے چارے باپ نے وہ چھوٹی سی نعش ایک چادر میں لپیٹی ہوئی اپنے

ہاتھوں میں اٹھائی اور پرد بن صاحب کی میم میرے ہاتھ کے سہارے سے پیچھے پیچھے چلیں۔ احاطہ میں مویشی بندھے تھے ہم ان میں ہو کر نکل سے نکلے جنازے کی نماز میں نے پڑھائی چونکہ دن بہت جلد طلوع ہونے کو تھا اور اتنی مبادرت ہم نہیں کر سکتے تھے کہ دن میں کوئی ہم کو گانوں کے باہر دیکھ لے پس وقت بہت تھوڑا تھا ہم نے اس لڑکے کو چھوٹی سی آرام گاہ میں دفن کر دیا اور خدا پر اس کی مغفرت کی نسبت توکل اور یقین واثق کر کے مٹی کو مٹی میں ملا دیا۔ دنیا کے بکھیڑوں سے اس لڑکے نے ایسی نجات پائی کہ مجھ کو بھی اس کے آرام پر ایک نوع کا رشک ہوتا تھا۔

اگست کے مہینے کی دوسری تاریخ

روز یک شنبہ

آج میں صبح ہونے سے پہلے احاطے میں غل سن کر جاگ پڑا آنکھ کھول کر نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک شخص کشیدہ قامت مہیب صورت میرے روبرو کھڑا ہے ایک لتے کی لنگوٹی کیے باقی بالکل برہنہ نہایت لاغر پسینے میں ڈوبا ہوا میں نے بغور پہچانا کہ چھوٹے جونس صاحب ہیں جن کا حال ہردیو بخش نے ہم سے بیان کیا تھا کہ جس کی کشتی کو سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا اس میں سے بچ گئے تھے اب تک ہردیو بخش کے ایک گاؤں میں چھپے رہے اور اس عمدہ خبر کے پہونچنے کے سبب کہ افواج انگریزی فتح کناں بڑھتی چلی آتی ہے ان کو بھی ہم سے آملنے کی اجازت دی گئی۔ یہ نہایت لاغر ہو گئے تھے اور اپنے وطن کے آدمی کو دیکھ کر خوب پھوٹ کر روئے انھوں نے اپنے بھاگ جانے اور ان مہمات کا نہایت عجیب حال بیان کیا جو ان کو اس وقت کے بعد سے پیش آئیں جبکہ

اور انگریزوں کے ساتھ فتح گڈھ لوٹ جانے کے لئے دھرم پور سے چلے گئے انگریز لوگ جب تک ہو سکا قلعے کو سنبھالے رہے جب سامان جنگ ختم ہونے کو ہوا اور دشمن کی سرنگوں نے اس جگہ کو نا محفوظ کر دیا تب انھوں نے ان تین کشتیوں میں جانے کی تجویز کی جو زیر دیوار قلعہ اس خیال سے باندھ رکھی تھیں کہ ضرورت کے وقت کام آئیں گی۔ اتفاقاً جونس صاحب اس تیسری کشتی میں سوار تھے جو قلعے سے تھوڑی دور نکل کر ریت میں اٹک گئی تھی جونس اور اور لوگ جو اس میں سوار تھے دوسری کشتی میں جا بیٹھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے جس وقت کہ یہ نقل و حرکت ہو رہا تھا سپاہی لوگ ان توپوں سے جو کنارے پر لگا رکھی تھیں برابر گولے مار رہے تھے لیکن کچھ نقصان نہیں ہوتا تھا کیونکہ گولہ صاف اوپر کو چلا جاتا تھا۔ پہلی کشتی چھوڑ دینے کے بعد موضع سنگرام پور تک یہ لوگ صحیح سلامت بے اٹکاؤ چلے گئے لیکن وہاں پہونچ کر یہ کشتی بھی ریت میں پھنس گئی گانوں والوں نے توڑہ دار بندوقوں سے ان پر حملہ کیا اور کنارے پر دو توپیں ان پر گولہ باری کرنے کے لئے لا کھڑی کیں۔ جونس صاحب اور اور لوگ جو کشتی پر سوار تھے پانی میں کود پڑے کہ کشتی کو ڈھکیلیں لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اسی اثنا میں انھوں نے دیکھا کہ ایک کشتی دھار میں بہتی ہوئی ہم پر چلی آ رہی ہے۔ جونس صاحب اپنا رفل لینے کے لئے پھر کشتی میں اچک کر گئے۔ اتفاق سے وہ رفل کشتی میں بہت پیچھے کی طرف

رکھا تھا جونس صاحب نے جب اپنا رفل اٹھایا تو انھوں نے دیکھا کہ ایک سپاہی نے آہستہ کشتی پر جو چھپر پڑا ہوا تھا اٹھایا اور دیکھا جونس صاحب نے اس کے گولی ماری وہ گرا اور فوراً سپاہیوں نے بڑی زور کی باڑان پر برسانی شروع کی اسی میں چھوٹے جیر جر صاحب سوداگر کے زخم مہلک لگا تب سپاہی ان کی کشتی پر چڑھنے لگے اور جونس صاحب اور بہت سی میمیں اور لوگ گنگا میں کود پڑے جب جونس صاحب نے کشتی کو چھوڑا تو سب سے اخیر حادثہ انھوں نے یہ دیکھا کہ جیر جر صاحب حالت جاں کنی میں اپنے خون میں لتھڑے ہوئے تڑپ رہے تھے اور کپتان فرجز لڈ صاحب اپنی میم کو اپنے زانو پر لئے بیٹھے تھے اور اپنے مجروح ہاتھ میں ایک بندوق لئے ہوئے تھے پانی کمر سے اونچا تھا اور دھار بڑی زور میں بہہ رہی تھی تہ میں ریگ رواں تھے اور اسی سبب سے پانی میں کھڑا رہنا نہایت مشکل تھا اور بہت سے لوگ جو دریا میں کود پڑے تھے دفعتہً بہہ کر غرق ہو گئے پانی میں اترتے کے ساتھ ہی جونس صاحب کے بھی ایک بندوق کی گولی لگی جو داہنے شانے کو توڑتی ہوئی نکل گئی مگر ہڈی کو گزند نہیں پہونچا اسی وقت جونس صاحب نے دیکھا کہ میجر رابرٹسن صاحب دھار میں کھڑے تھے ایک ہاتھ سے اپنی میم کو سنبھالے تھے اور دوسرے ہاتھ میں اپنا چھوٹا بچہ لئے تھے اور ران میں

بندوق کی گولی لگی ہوئی تھی۔ رابرٹ سن صاحب کی میم سے شوہر کا ہاتھ چھوٹ گیا اور فوراً ڈوب گئیں تب رابرٹسن صاحب نے بچے کو کندھے پر بٹھایا اور دھار کے بہاؤ پر تیرنے لگے جونس صاحب نے جب یہ دیکھا کہ میں بباعث زخمی ہونے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تو انھوں نے اپنی جان بچانے کی فکر کی اور اگلی کشتی پکڑ پانے کی امید سے دھار کے رخ تیرنے لگے جب جونس صاحب کشتی سے باہر کودے تب انھوں نے پادری فشر صاحب کو رابرٹسن صاحب کے حال میں مبتلا دیکھا کہ ایک ہاتھ میں اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کی عمر آٹھ یا نو برس کی ہو گی اور خوبصورت پیارا پیارا لڑکا تھا لیے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے اپنی میم کو سہارا دے رہے ہیں فشر صاحب کی میم پانی میں ڈبکیاں کھا رہی تھیں اور قریب الہلاک تھیں فشر صاحب خود بھی بمشکل سے اپنے پاؤں جما سکتے تھے۔ جب جونس صاحب کشتی سے دور نکل آئے تو ۵ یا ۶ میل کبھی تیرتے کبھی بہتے چلے گئے۔ جب تاریکی شام کی زیادہ ہونے لگی تو انھوں نے دیکھا کہ اگلی کشتی رات کے سبب لنگر کر دی گئی ہے وہ اس کے پاس پہونچے لیکن تیرنے کے تکان اور درد زخم کے سبب نہایت تھکے ہوئے تھے۔ چونکہ جونس صاحب بدن سے ننگے تھے پیٹھ آفتاب کی شعاع ہونے کے سبب جھلس کر کالی ہو گئی تھی۔ جب ان کو لوگوں نے کشتی میں چڑھا لیا تو کشتی والوں کے کہنے سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں پر جب سے فتحگڈھ

چھوڑا صرف ایک یہ صدمہ ہوا تھا کہ کولڈیز ایک لڑکی ماری گئی شنگرام
پور کے قریب کنارے پر جو توپیں باغیوں نے لگا دی تھیں انھیں میں
سے ایک گراب کی گولی اس لڑکی کے آ لگی۔ تو ئیں صاحب کی میم کہ
برابر استقلال سے رہیں اور محاصرے کے دنوں میں نہایت مستعدی
سے لڑنے والے لوگوں کو برابر چائے پانی وغیرہ پہونچاتی رہیں فوراً جونس
صاحب کے واسطے تھوڑی برانڈی اور پانی اور کھانا لائیں تب ان کے
دم میں دم آیا اور ان کے ساتھ والے کہ ان میں سے جونس صاحب
صرف اپنے ہی تئیں بچا ہوا خیال کرتے تھے جب بے کسی کی موت
سے مرے اس کا حال ان لوگوں سے بیان کیا تمام رات کشتی
اسی مقام پر ٹھہری رہی۔ صبح کے قریب ایک آواز سن پڑی
کہ کوئی شخص کنارے سے کشتی والوں کو بلاتا ہے معلوم ہوا کہ فشر
صاحب ہیں اگرچہ ان صاحب کی ران میں بہت بڑا زخم لگا تھا تھوڑی
دور کسی طرح تیرے پھر زمین پر اتر لیے اور کنارے کنارے چلے۔
یہاں تک کہ کشتی پکڑ پائی۔ لوگوں نے ان کو سہارا لگا کر کشتی پر چڑھا
لیا لیکن بد تر از مردہ تھے اور اپنی بیوی اور بیٹے کے لئے بہت تاسف
کرتے تھے کہ دے دونوں ڈوب گئے صبح طلوع ہونے کے
وقت لنگر اٹھایا اور آگے بڑھے لیکن بہت آہستہ آہستہ کیونکہ کوئی
ملاح یا مشاق کھینے والا کشتی میں نہ تھا عہدہ داران ماندہ رکسل زدہ
ڈانڈ کھیتے تھے شام کے قریب سب لوگ نہایت تھک گئے

کشتی ٹھہرادی اتر کہ اودھ کے علاقے کے ایک گانوٗں میں گئے جو کنار گنگ پر تھا اس امید سے کہ بچوں کے لیئے کچھ دودھ اور اپنے لیئے کچھ کھانا لائیں۔ گانوٗں والوں نے خوشی سے رسد کی چیزیں سب دیں اور کسی طرح انکے ساتھ کج مدارتی نہیں کی کشتی جس میں گنے ہوئے نشتراسی آدمی بھرے تھے اس قدر تنگی کرتی تھی کہ جونس صاحب کو لیٹنے اور سونے تک کی جگہ نہیں ملی تھی اور بدخوابی کے سبب نہایت تھک گئے تھے انھوں نے ارادہ کیا کہ کنارے پر چل کر کچھ آرام کریں ایک گانوٗں والا ان کے لیئے چارپائی لے آیا جونس صاحب اس پر لیٹتے ہی سو گئے۔ کرنیل اسمتھ صاحب کے حکم سے لوگوں نے ان کو جگایا کہ کشتی میں چلیے سب لوگ روانہ ہونے کو ہیں۔ جونس صاحب نے دیکھا کہ میں تو بالکل شل ہو رہا ہوں کشتی تک چلنا بہت مشکل ہے پس انھوں نے یہ دل میں ٹھہرائی کہ ہم تو جہاں ہیں یہیں رہیں گے جیسا کشتی پر مرنا ویسا کنارے پر۔ انھوں نے سمجھا کہ دونوں حالتوں میں موت سے گریز نہیں۔ اسی لئے انھوں نے یہ جواب کہلا بھیجا کہ میں نہیں آؤں گا مجھ کو یہیں رہنے دیجئے اس کے بعد بھی کرنیل اسمتھ صاحب نے دومرتبہ بتاکید ان سے کہلا بھیجا کہ فوراً کشتی میں چلے آیئے۔ لیکن آخر کار کشتی جونس صاحب کے بدوں روانہ ہو گئی۔ جونس صاحب صبح تک سویا کیئے اس وقت ایک غریب برہمن نے ان کے حال پر رحم

کر کے ان کو اجازت دی کہ آپ اس ایک چھوٹے سے چھپر میں رہیے
اس جگہ دھوپ کا کسی قدر بچاؤ تھا جونس صاحب وہاں گاؤں والوں
کے ساتھ بلامزاحمت رہے اور اس برہمن نے ان کو پناہ دی یہاں
تک کہ اب انکو ہمارے پاس چلے آنے کی اجازت دی گئی۔ دھوپ
اور زخم کے سبب ان کو نہایت تکلیف تھی اس جراحت کے
مہلک ہونے کا خوف تھا اور اگر جونس صاحب ایک عجیب علاج
جس کا بیان آگے آتا ہے نہ کرتے تو وہ زخم غالباً ان کو ہلاک کرتا
جس وقت جونس صاحب کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو ایک چھوٹا
سا کتا چھپر میں آیا کرتا تھا کہ اگر کوئی ٹکڑا گرے گرائے تو اس کو
کھالے۔ جونس صاحب کے دل میں آیا کہ اگر کسی طرح یہ جانور
زخم کو چاٹ لیا کرے تو بیشک بہت نافع ہوگا۔ پس انھوں نے
یہی کیا اور اس کا نتیجہ بھی بہت سودمند ہوا کتا صبح شام زخم کو چاٹنے
لگا زخم انگور کر لایا اور جب جونس صاحب ہم میں آملے زخم بالکل قریب
الاندمال تھا۔ جس گاؤں میں صاحب چھپے تھے اُس سے شام
کے وقت چلے اور چونکہ تمام راہ غرق آب تھی بڑی مشکل سے
تمام رات چل کر تیرتے ہوئے صبح ہوتے کسورہ میں داخل ہوئے
انھوں نے ہم سے بیان کیا کہ میجر رابرٹ سن صاحب اُسی
گاؤں سے جس میں رہتا تھا چار میل کے فاصلے پر ایک گاؤں
میں ہیں اور وہاں کے لوگوں نے ان کی بہت خاطرداری کی ہے

چرچیر صاحب اس گانوں سے جس میں رابرٹسن صاحب چھپے ہوئے تھے اور جس میں میں چھپا ہوا تھا دونوں سے بڑی دور پر ایک اہیروں کا گانوں ہے اس میں چھپے تھے ہم میں سے کسی کو اجازت نہ تھی کہ ایک دوسرے سے ملیں یا ایک دوسرے کے پاس کچھ پیغام کہلا بھیجیں۔ خود جونس صاحب کی سرگذشت تو یہ تھی۔ لیکن انھوں نے کہا کہ اس کشتی کا حال جس کو میں نے چھوڑ دیا اور ان لوگوں کا جو اس میں سوار تھے مجھ کو تحقیق معلوم نہیں۔ لیکن جیسی خبریں ہم نے سنی تھیں ان کو بھی پہونچیں کہ کشتی کانپور سے گذر کر الہ آباد میں صحیح سلامت پہونچ گئی پھر یہ بھی سنا تھا کہ بھوڑ کے پاس کشتی گرفتار ہوئی اور جتنے لوگ سوار تھے مار ڈالے گئے یہی بات ہماری طرح جونس صاحب کو بھی غالب الوقوع معلوم ہوئی تھی لیکن ہم بہ تکلیف توقع بہتری کرتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ ایسا خوفناک حادثہ واقع نہ ہوا ہوگا۔ آج کی نماز صبح میں ایک خاص عالم سکوت تھا کیوں کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ جو حادثہ ان لوگوں کو پیش آیا جو ہمارے مخلص دوست اور ملاقاتی تھے اور ابھی چند روز ہوئے کہ ہمارے ساتھ اچھی طرح تھے اور جن کی نسبت ہم کو کئی سبب سے اب اس بات کا خوف ہے کہ سب مارے گئے ہوں گے کتنی جلد ہم کو پیش آوے اس غم والم کی حالت میں مجھ کو یہ خیال آیا اور اس سے ایک نوع کی تسلی ہوئی اور

ہمت بندھ گئی - کریلیٹن زبان کی انجیل میں یہ دعا لکھی ہے - اے خدا اپنی مہربانی سے ان سب لوگوں کو جو خطر اور احتیاج اور عذاب میں مبتلا ہیں مدد اور تسلی بھیج - ہم جانتے ہیں کہ ہمارے عزیز اقارب اور احباب جہاں کہیں ہیں اور ہزاروں خدا کے بندے تمام روئے زمین پر آج کے دن نہایت خشوع سے ہمارے حق میں دعا مانگ رہے ہوں گے ان کی دعا بیشک خدا تک پہونچ کر مقبول ہوگی اور ہونہ ہو خدا ہمیں ضرور بچائے گا اور ہم کو اپنے عزیزوں سے پھر ملائے گا۔

عبرانی زبان کی انجیل کے گیارھویں باب میں جو فرمایا ہے کہ بعض بندگان خدا ایمان کے ذریعہ سے تلواروں کی دھار سے بچ گئے ہیں اس آیت کو پڑھتا جاتا تھا اور نور صدق میری آنکھوں میں جلوہ گر تھا اگر وے لوگ اس طرح سے بچے تو ہم بھی ایسی امید کیوں نہ کریں جس ہاتھ نے اس کو بچایا تھا کچھ اب کوتاہ نہیں ہوگیا کہ ہم کو نہ بچا سکے بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ اور جس کان نے ان کی دعائیں بسمع قبول سنی تھیں اسی طرح کھلا ہوا ہے اور ہماری دعائیں جو اسی نجات دہندہ و شافع مقبول کے طفیل سے اور اسی کا نام لے کر مانگی جاتی ہیں سننے کو آمادہ ہے واقعی وہ وعدہ کہ مصیبت کے وقت تیرے ساتھ ہوں گا اور تجھ کو نجات دوں گا میرے حق میں اس خوب صورتی کے

ساتھ ایفا کیا گیا کہ اب مجھ کو اسکے صدق کی نسبت ہرگز کسی طرح کا شک نہیں رہا اور میرے دل کی کیفیت یاس سے اطمینان اور مسرت کے ساتھ تبدیل ہوگئی وہ آدمی جس کو میں نے ۲۰ جون کو بھیجا تھا کہ بداؤں ہوتا ہوا نینی تال پر میم صاحب کے پاس چٹھی لے جائے آج شام کو لوٹ آیا اس کی حالت نہایت تباہ تھی اس نے بیان کیا کہ حسینی آپ کے چپراسی نے مجھ کو بداؤں میں پکڑ لیا تھا میں سمجھا کہ اس اس سے وہ مطلب جس کے واسطے میں نے سفر اختیار کیا ہے ظاہر کر دینے میں کچھ قباحت نہیں لیکن افسوس ہے کہ مجھ کو اپنے اعتماد میں غلطی واقع ہوئی کیوں اس چپراسی نے فوراً مجھ کو گرفتار کر لیا اور خان بہادر کی طرف سے جو نواب حاکم ضلع تھا اس کے روبرو لے گیا غرض آپ کی چٹھی لوگوں نے مجھ سے چھین لی اور مجھ کو بہت مارا اور قید کیا بارہ دن تک مجھ کو قید رکھا اور نہایت سختی سے پیش آتے رہے آخر کار مجھ سے یہ اقرار لے کر چھوڑ دیا کہ بار دیگر کسی انگریز کی پیغام رسانی مت کرنا جب مجھ کو رہائی ملی تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے پاس لوٹ چلوں فرخ آباد سے ۲۰ میل کے قریب ادھر پہونچا ہوں گا کہ پھر مجھ کو نواب کے سپاہیاں گارد نے جاسوس انگریزی سمجھ کر پکڑ لیا اور فرخ آباد بھیج دیا وہاں میں تین ہفتے تک اور بہت سے لوگوں کے ساتھ قید رہا کل شام کے وقت ایک شخص نے کہ وہ حاکم قیدخانہ تھا مجھ کو چھوڑ دیا

آٹھ آنے پیسے کہ میری ساری کائنات تھی اس کو رسوت میں دیئے جب میں فرخ آباد سے روانہ ہوا اس وقت سے تھوڑی دیر پہلے میں نے دیکھا کہ تین شخص انگریزی چٹھیوں سمیت پکڑے گئے یہ لوگ آگرے سے پورب کی طرف چٹھیاں لیے جاتے تھے نواب کے حکم سے قواعدگاہ میں توپ سے اڑا دیا شہر بداؤں اور ضلع بداؤں اور دیگر اضلاع انگریزی خفیں ہو کر وہ گذرا ان سب کا حال اس نے نہایت درجہ پر ابتر بیان کہ دیہات روز بیچو نکے اور لوٹے جاتے ہیں اور بہٹرکیں اجاڑ پڑی ہیں کسی آدمی کی جان یا مال ایک لمحہ مامون نہیں بداؤں میں مسلمانوں اور ہندؤں میں کچھ لڑائی ہوئی اور ہندوؤں کے بہت سے سر شہر کے ناکوں پر لٹکے ہوئے بھی اس نے اپنی آنکھوں دیکھے ہمارے ملازمان پولیس اور ہندوستانی عملہ سب خان بہادر خاں کے نوکر ہو گئے تھے میرا بڈھا سر رشتہ دار فوجداری بداؤں کا مجسٹریٹ بن گیا تھا اور میرا کوتوال بھی باغیوں کی تحت میں یہی عہدہ رکھتا تھا ان دونوں آدمیوں کی شامت اعمال سن کر میں نہایت متاسف ہوا دونوں بہت اچھے عہدیدار تھے اور کم سے کم چالیس برس سرکار انگریزی کی نوکری اس عمدگی سے کی کہ ان کے لئے مایۂ اعتبار تھا اور سرکار میں بھی ان کی قدر کی جاتی تھی اور قریب تھا کہ معقول پنشنیں پا کر نوکری سے کنارہ کش ہوں۔ میرے قاصد نے کہا کہ آپ کے اضلاع میں تو

اس طرح آگ لگ رہی ہے اور تلوار چل رہی ہے لیکن اودھ کے تعلقہ داروں اور مقید زمین داروں کے علاقے ٹھہرے ہوئے تالاب کی طرح سکون میں ہیں اور واقعی ہردیو بخش کے علاقہ وسیع کا یہی حال تھا اور اسی طرح ان رئیسان مقتدر کا جو ہمارے حوالی میں تھے۔ ان علاقوں میں ہنوز بغاوت نہیں پھیلی اور خلقت بدستور اپنا معمولی کاروبار کرتی تھی اور ان حدود میں سب طرح سے امن اور سکون تھا۔

۴- اگست روز سہ شنبہ

آج میں اپنے مکان کے سامنے جو چھوٹی سی جگہ ہے اس میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا یکایک میں یہ دیکھ کر خوش ہو گیا کہ روہنا میرا قاصد نینی تال سے آیا اور میم صاحب کے پاس سے ۲۷- جولائی کی چٹھی لایا ۲۶- مئی کے بعد سے یہی ایک چٹھی ان کی میرے پاس آئی- روہنا نے میم صاحب اور مس گرلیسی دونوں کو دیکھا کہ اچھی طرح ہیں اس نے مجھ سے کہا کہ جب میں بنگلے پر پہونچا تو میم صاحب کالی پوشاک پہنے ہوئے تھیں جب انھوں نے آپ کی چٹھی پائی تو اٹھ کر چلی گئیں اور سفید کپڑے پہن آئیں قبل اس کے کہ میں وہ چٹھی جس کی ضخامت نہایت کم تھی کھولوں میں اپنے چھوٹے سے مکان کے اندر گیا تاکہ خدا کا شکر ادا کروں کہ اس نے اپنے کرم عمیم سے مجھ کو یہ بڑی تسلی دی جب میں نے چٹھی کھول کر پڑھی تو تہ دل سے پھر خدا کا شکر ادا کیا صرف اسی بات

یہ نہیں کہ میم صاحب اور لڑکی خیر و عافیت سے ہیں بلکہ اس پر بھی کہ میرے بھائی راڈرک صاحب اور ان کی میم مظفر نگر میں صحیح سلامت ہیں میرٹھ کے بلوے کے بعد راڈرک صاحب فوراً یہاں کے کلکٹر مقرر ہو گئے تھے۔ ساٹھ گورکھے اور چند افغان سوار ان کے ساتھ تعینات کر دیئے گئے تھے ان کے ذریعے سے ان کو ایسا موقع ملا کہ اپنے ضلع کو سنبھالے رہے اور اس میں امن قائم رکھا۔ میم صاحب کی چھٹی سے ان خبروں کی تصدیق ہوئی جو پہلے مجھ کو معلوم ہوئیں تھیں لیکن میں امید کرتا تھا کہ غلط ہوگی۔ یعنی بریلی میں بیچارے صاحب اور رابرٹسن صاحب اور رکس صاحب کا مقتول ہونا اور شاہجہانپور میں انگریزوں کا قتل کیا جانا میم صاحب کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ نینی تال میں بالکل امن ہے اور علی ہذا القیاس آگرے میں۔ اور دہلی اگرچہ ابھی تک نہیں لی گئی لیکن قریب الفتح ہے۔ پنجاب سے لے کر میرٹھ تک کچھ غدر نہیں ہے۔ ابتدائے ۱۲۔ جون سے یہ پہلی پکی خبر تھی جو در بات حالات واقعی اضلاع شمالی و مغربی کے مجھ کو پہونچی۔ اور ان خبروں کے آنے سے ہمارا بڑا اطمینان ہوا کہ حال بالکل اس درجے پر تباہ نہیں ہے جیسا کہ ٹھاکر لوگ کہا کرتے تھے۔ رد ہنا نے کہا کہ میں نے بریلی ہو کر پہاڑ تک پہونچنے میں بڑی ہی تکلیف اٹھائی کیونکہ راہ میں مختلف مقاموں پر باغی لوگ چٹھیوں کے لئے مسافروں کی

سخت تلاشی لیتے تھے۔

روہنا نے میری چٹھی جو میم صاحب کے نام تھی ایک بانس کی لاٹھی کے اندر چھپائی تھی اور یہ خیال کرکے کہ شاید کوئی چھین کر لاٹھی میں تلاش کرے اس نے لاٹھی کو نیچے سے آدھی دور تک کھوکھلا کر دیا تھا کہ اگر کوئی اس کو لے کر توڑ بھی ڈالے تو اسی جگہ تک ٹوٹ سکے اور جس جز میں چٹھی چھپائی تھی مضبوط رہے اور چٹھی پکڑی نہ جائے۔ واقعی ایسا ہی پیش آیا بریلی اور رام گنگا کے بیچ میں ایک جگہ ایک سپاہی نے اس کو روکا اور لاٹھی اس کے ہاتھ سے چھین کر ایک سرا زمین پر مارا وہ لاٹھی بیچوں بیچ سے دو ٹکڑے ہو گئی جیسا کہ روہنا سمجھے ہوئے تھا اور سپاہی نے یہ سمجھ کر کہ اسمیں کچھ نہیں ہے ٹکڑوں کو الگ پھینک دیا۔ روہنا نے وہ ٹکڑے پھر اٹھا لیے اور آگے بڑھا۔ پھر کسی نے اس سے کچھ بازپرس نہیں کی۔ میم صاحب نے جو چٹھی میرے نام لکھی تھی اس کو اسنے اپنے کنٹوپ کی تہ میں سی لیا تھا۔ کئی مرتبہ سپاہیوں نے وہ ٹوپ اس کے سر سے اتار اتار لیا لیکن چٹھی ظاہر نہیں ہوئی۔ میں نے وزیر سنگھ کو ہردیو بخش کے پاس بھیجا کہ ان سے جا کر یہ بیان کرو کہ میم صاحب کے پاس سے اچھی اچھی خبریں آئی ہیں اور ان کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ ان اضلاع میں جو ہم سے جانب شمالی واقع ہیں امن چین ہے۔ ہردیو بخش نے بجواب اس کے بہت سی مبارکبادیں اور

دل آویز پیغام کہلا بھیجے اور یہ خبر بھی جو ان کے پاس اسی وقت آئی تھی کہ وہ کشتی جس میں مفروران فتح گڈھ بھرے ہوئے تھے بخیریت الہ آباد جا پہونچی اور گوروں کی تین پلٹنیں اور سکھوں کی دو پلٹنیں آگرہ والی فوج سرکاری کی مدد کو پہونچ گئیں۔

۴- اگست روز پنجشنبہ

جب سے ہم کسورہ میں آئے کل شام ہم کو اجازت ملی کہ باہر جا کر چہل قدمی کر آیا کریں کیوں کہ گاؤں کے آس پاس بالکل پانی بھرا ہوا تھا اور اس امر کا اندیشہ نہیں تھا کہ کوئی جاسوس یا اجنبی شخص آئے اور ہم کو دیکھ پائے۔ ہم اپنے کمبخت تنگ اور محبوس مکانوں سے جو کھلے میدان میں گئے تو یہ تبدیلی نہایت فرحت افزا تھی ہر طرح سے امن معلوم ہوتا تھا خلقت اپنے معمولی کاروبار کر رہی تھی ظاہراً کسی طرح نہیں معلوم ہوتا تھا کہ آس پاس کچھ لڑائی یا بلوا ہو رہا ہے اور ہم لوگ ایسی حالت میں ہیں جیسے پہاڑ پر شکار کے تیتر ہم میں اور موت میں شاید ایک قدم کا فرق باقی ہے اور نہایت خوف زدہ صورتیں رکھتے ہیں۔ آج میں نے بیجناتھ کے ایک آدمی کو جو رہنا کے

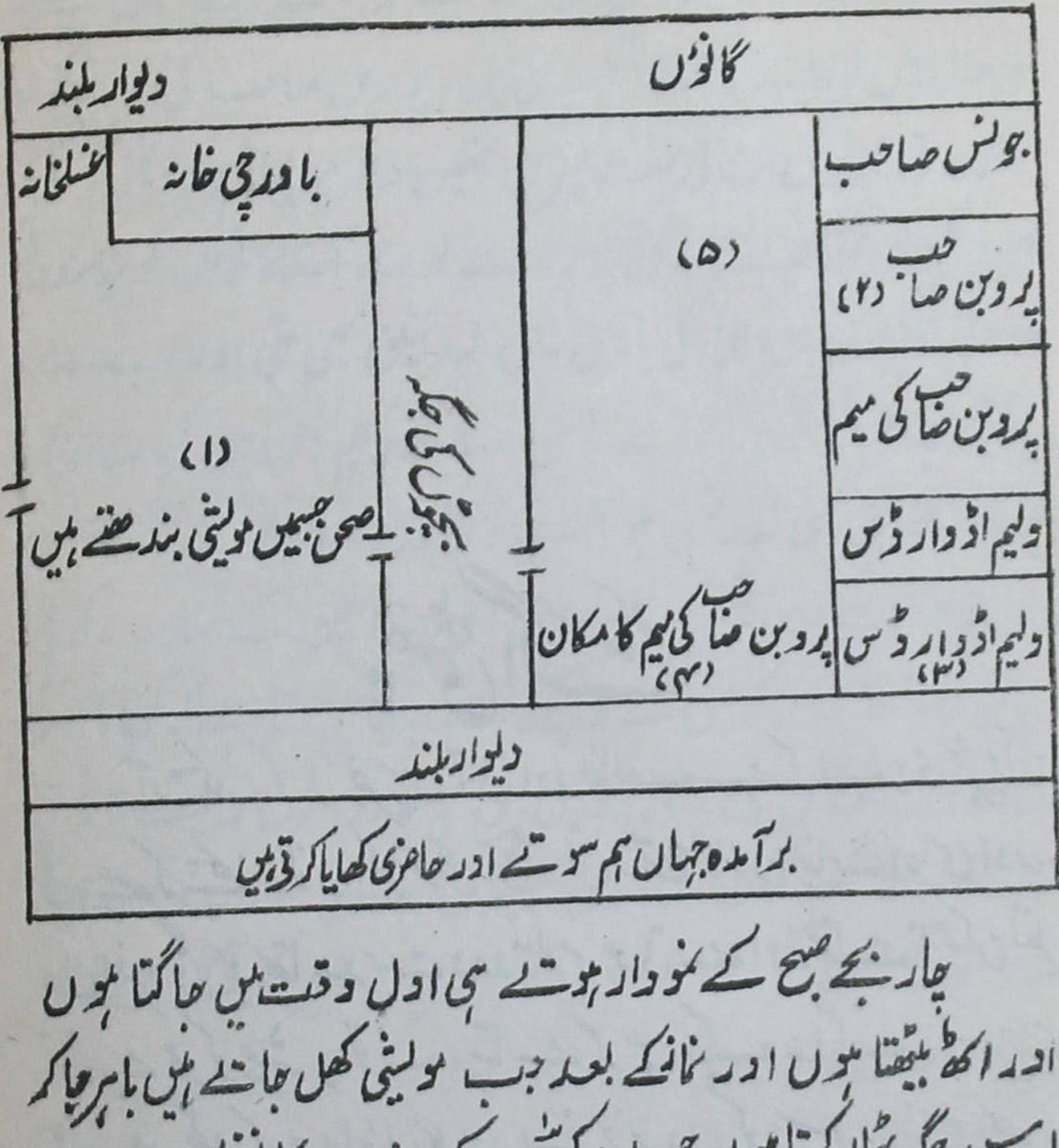
ساتھ بریلی سے آیا تھا ہیم صاحب کے نام ایک اور چھٹی دے کر روانہ کیا اس نے بہت عذر کیا کہ میں کوئی چھٹی نہیں لوں گا کیوں کہ پکڑے جانے کا بہت خوف ہے اور اس کا نتیجہ یقیناً موت ہے میں نے اس کو صرف اس طرح رضا مند کیا کہ اپنی چھٹی پر کے قلم کے اتنے بڑے ______ ٹکڑے میں رکھ کر دونوں سرے بند کر دیئے اتنے ٹکڑے وہ اپنے منھ میں بھی رکھ سکتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اس کو روکے تو نگل جا سکتا ہے اس آدمی سے مجھ کو معلوم ہوا کہ روہیل کھنڈ میں مسلمانوں نے ہندوؤں کو تکلیف دینی شروع کر دی ہے معابد ہنود میں گائیں ذبح کرتے ہیں اور ان کو سنکھ بجانے کی مخالفت کرتے رہیں اس سبب سے ٹھاکروں نے لوگوں کو کہلا بھیجا ہے کہ سب اکٹھے ہو جاؤ اور ان موذیوں پر حملہ کرو اگر لوگ اس طلبی کی تعمیل کریں گے تو ہندو اس سبب سے کہ ان کی جماعت کثیر ہے مسلمانوں کو نکال دیں گے اور بریں تقدیر انگریزوں کو روہیل کھنڈ میں لوٹ آنے کا ایک اچھا موقع ملے گا۔ ٹھاکروں کی زبانی معلوم ہوا کہ کانپور سے لکھنؤ میں مدد پہونچ گئی راہ میں ان لوگوں سے ایک لڑائی واقع ہوئی اس میں دشمن نے بہت سخت نقصان اٹھایا حبا سنگھ نامی ایک سردار زخمی ہوا اور اس کا بیٹا بھی مارا گیا اس فتح کا نتیجہ ہمارے حق میں یہ ہوا کہ ہماری مدارات بہت زیادہ ہونے لگی اور پچھلی رات ہوا خوری کی اجازت دی گئی ہیں ایک مرتبہ آرنلڈ صاحب

کی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں لکھا ہے کہ آیات زبور ایمان کیلئے ہر حال میں لاریب باعث تسلی ہوتی ہیں۔ پرودبن صاحب کی میم کا ایک صندوق جس میں ان کی بہت چیزیں تھیں دھرم پور ہر دیو بخش کی سپردگی میں تھا جب ہم رنج پورہ سے لوٹ آئے تو ان کو یہ صندوق ملا اور چیزوں میں ان کی بائبل یعنی عہد عتیق بھی تھی اور جب سے یہ کتاب مقدس ہمارے پاس ہے اور ہم اس میں آیات زبور پڑھ لیتے ہیں کسی قدر تسلی ہوتی ہے کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ اس میں جو خیالات اور جتنی حاجتیں پیش آتی ہیں انھیں کے مناسب کوئی بیان ایسا نہ ملتا ہو کہ جس کے دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا بالخصوص ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں ہیں جو ہماری طرح زیست ناخوش رکھتے تھے مثلاً آج کے دن پچیسویں سورہ کی ۱۳- اور ۲۶- آیت سے مجھ کو ایسی تشفی حاصل ہوئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور شام کے وقت ۲۷ سورہ کی ۱۴- اور ۱۵- اور ۱۶- آیات سے۔

چھٹی اگست ۴۴ء

آج تک کوئی خبر نہیں آئی اور غالب ہے کہ اب بری خبریں آئیں گی جیسے کہ پچھلے دنوں اکثر اچھی آتی رہیں۔ آج کا دن نہایت اداسی اور دل افسردگی کا تھا مدد بہت دور معلوم ہوتی ہے اور نجات ناممکن نظر آتی ہے مجھ کو ہمیشہ یہ خوف رہتا ہے کہ میں ایک نہ ایک دن ان غموں میں گھل کر مر جاؤں گا اور اپنے عزیزوں کو اس دنیا میں پھر نہ دیکھ سکوں گا اگر مشیت ایزدی اسی طور پر ہے اور اگر یہ مختصر روزنامچہ کبھی میری زوجہ محبوبہ اور بچوں اور گھر والوں کے پاس پہونچ جائے تو ان کے اتنے کام آویگا کہ یہ دیکھ لیں گے کہ میں نے اپنے دن کس طرح گذارے اور کیسی جگہ میں رہتا ہوں اسی نظر سے میں اس مقام کا نقشہ کھینچتا ہوں۔

نقشہ ۴



چار بجے صبح کے نمودار ہوتے ہی اول وقت میں جاگتا ہوں اور اٹھ بیٹھتا ہوں اور نماز کے بعد جب مویشی کھل جاتے ہیں باہر جاکر اس جگہ ٹہلا کرتا ہوں جس پر ایک ٹ کے ہندسے کا نشان ہے یہ کھلا میدان ہے ۳۰ یا ۴۰ گز کے قریب لمبا۔ یہاں ہم کو صبح شام ٹہلنے کی اجازت ہے اس طرح میں تھوڑی سی ریاضت بدنی کر لیتا ہوں یا ایک لکڑی کے کندے پر بیٹھ جاتا ہوں اور صبح کی تلاوت کے لئے جو آیات زبور مقرر ہیں پڑھا کرتا ہوں یہاں تک کہ دھوپ زیادہ ہو جاتی ہے تب میں اپنے مختصر سے قید خانے میں جس پر تین کے ہندسے کا نشان ہے جا بیٹھتا ہوں اس طرح ہمارا یہ وقت بسر

ہوتا ہے یہاں تک کہ دھوپ کے انداز سے ہم نے جانا کہ اب
دس بجتے ہوں گے تب ہم اٹھے ہو کر نماز پڑھتے اور صحیفوں کی تلاوت
کرتے ہیں پھر ہم کھانا کھانے بیٹھتے ہیں اس میں چپاتیاں ہوتی ہیں اور چائے
کہ حسن اتفاق سے ہمارے پاس بہت ہے جس صندوق میں یہ رکھی تھی بے
چارہ تھارن ہل صاحب کا تھا اور جب وے فتح گڈھ لوٹ گئے تو اس
صندوق کو دھرم پور چھوڑ گئے۔ گرمی اور دھوپ اور مکھیاں اس قدر
ستاتی ہیں کہ تحمل نہیں ہو سکتا لاکھوں مکھیاں آکر گھیرتی ہیں دھوپ اور
مکھیوں سے بچنے کے لئے اکثر میں اپنی چھوٹی کوٹھری میں گھس بیٹھتا ہوں
اور وہاں اپنا ہی دھسا دروازے میں لٹکا کر تاریکی کر لیتا ہوں کیوں کہ
اس کوٹھری میں ایک ہی دروازہ ہے حبس تو بہت ہو جاتا ہے لیکن
میں اس کو باہر رہنے پر ترجیح دیتا ہوں کیوں کہ دھوپ کی شعاع میری
آنکھوں کو نقصان کرتی ہے پھر میں صحیفہ اور برجس صاحب کی عمدہ
کتاب جو زبور کے ۱۹۱۔ سورہ پر لکھی گئی ہے اور اس کا ایک نسخہ
پرون صاحب کی میم کے صندوق میں بائبل کی طرح نکل آیا پڑھا
کرتا ہوں جب میں رنج پورہ سے کسورہ لوٹ کر گیا تب تک میرے
پاس صرف چھوٹی انجیل تھی لیکن اب پرون صاحب کی میم ہر روز
چند گھنٹے کے لئے اپنی بائبل جب ان سے فارغ ہوتی ہیں مجھ کو
مستعار دے دیتی ہیں یہ کس قدر غنیمت ہے کہ صحف سماوی ہمارے
پاس ہیں چونکہ اور کتابیں میرے پاس نہیں ہیں سوائے ان کے

مطالعے کے اور کوئی مشغلہ نہیں اور یہ کتابیں گویا گنجینۂ تسلی و تشفی
ہیں لیکن یہ قصور تلخ ہمیشہ رہا کرتا ہے کہ جتنے مواعظ اس باب میں ہیں
کہ عیسائی کو کس طرح دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہئے اب ہم سے متعلق
نہیں ہیں ہم کو صرف ان نصائح سے کام ہے کہ عیسائی کو کس طرح
مرنا چاہئے تین بجے کے قریب وزیر سنگھ ہر روز میرے پاس آتا ہے
اور صحیفے کا ایک پارہ میں اس کے ساتھ تلاوت کرتا ہوں اور ہندوستانی
زبان میں اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں قبل اس کے کہ ہم دنج پور
کو روانہ ہوں چند ہفتہ پہلے میں نے ٹھاکروں سے پوچھا کہ ہندی زبان
کی کوئی کتاب تمہارے پاس ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو پڑھ کر اپنا
دل بہلایا کروں صرف ایک جلد انجیل حواری لوقا کی ان کے پاس تھی
کسی تیوہار میں ایک پادری نے کئی برس ہوئے کسی ٹھاکر کو دی تھی اور
تب سے وہ کتاب باحتیاط رکھی ہوئی تھی اس نے یہ کتاب مجھ کو
مستعار دی۔ میں وزیر سنگھ کے ساتھ اسی میں ہر روز تلاوت کیا
کرتا ہوں پانچ بجے کے قریب اس چھپر میں جو ہمارے رہنے کے مکان
سے باہر ملا ہوا ہے اور مویشیوں کے سایے کے لئے ڈالا گیا ہے
میں غسل کرتا ہوں جب تک کپڑے پہنوں شام قریب ہوتی ہے پھر
برآمدے میں بیٹھ کر ہم کھانا کھاتے ہیں چارپائیاں ہی ہماری میز اور کرسی
ہیں اس کھانے میں اکثر یہ چیزیں ہوتی ہیں کچھ چپاتیاں اور گگریوں کی قسم
کی ایک ہندوستانی مرطوب ترکاری بھونی ہوئی بعض اوقات حسن

اتفاق سے ہم ایک بکری یا بھیڑ کا بچہ خرید لیتے ہیں اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے تو خوب گوشت کھانے میں آتا اور غذائے لذیذ میسر آجاتی ہے لیکن شاذ نادر ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ رنج پورہ میں گوشت یا چاول ہم کو کچھ نہیں مل سکتا ایک قسم کی پوریاں اور چائے یا بھینس کا دودھ بس یہی کھاتے ہیں۔ اس غذائے ردی نے ہم سب کو خصوصاً بچوں کو لاغر اور ناتواں کر دیا ہے کھانے سے جب فراغت ہو جاتی ہے پھر ہم بیٹھ کر یا تو باخود باتیں کیا کرتے یا باہر چلے جاتے اور ٹھاکروں کے ساتھ جو اس وقت دودھ دوہتے ہوتے ہیں گپ شپ اڑایا کرتے ہیں جب تاریکی زیادہ ہو جاتی ہے تو ہم نمازیں پڑھتے اور لیٹ رہتے ہیں کیونکہ روشنی ہمارے مکان میں مطلق نہیں ہوتی اور اسی سبب سے سونے سے بہتر کوئی شغلہ نہیں کر سکتے چوں کہ ہمیشہ کی چوکسی سے ہمارے حواس ایسے تیز ہو گئے ہیں کہ ادنیٰ سا غیر معمولی کھٹکا حتیٰ کہ ان درختوں پر جو ہمارے پاس ہیں ایک پرواز گنجشک ہم کو جگا دینے اور اٹھا بیٹھانے کو کافی ہے ان دنوں کوئی ایسی رات نہ گذرتی ہوگی کہ ہم بڑی بھاری توپوں کی آواز بڑے فاصلے پر لکھنؤ کی سمت میں نہ سنتے ہوں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ کوٹھی ریذیڈنسی کو جو باغی لوگ محاصرہ کیے ہیں انھیں توپیں چل رہی ہوں گی۔ الغرض اس طرح ہمارے دن گذرتے ہیں۔ ہماری حالت اس طرح بدلتی رہا کرتی ہے کہ بعض اوقات (اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے) ایسی خوف ناک اور مہیب کہ اسکے سننے سے روح پر صدمہ ہوتا ہے اور اس وقت ہمارے مضبر

آزمائے جاتے ہیں اور جو لوگ ہماری جیسی حالت رکھتے ہوں گے انکو خوب معلوم ہوگا کہ ایسی حالت میں ایسی خبروں کا اثر دلوں پر کیسا ہوتا ہے بے شغلی سخت ناگوار ہے سہی نہیں جاتی کوئی کام ایسا نہیں کہ اس میں جی لگا رہتا پس صابرانہ جہاں تک ہو سکتا ہے واقعات آئندہ کا انتظار کرتے ہیں جب صبح ہوتی ہے تو دل یہ کہتا ہے کہ یا خدا کہیں شام ہو اور جب شام ہوتی ہے تو یہ آرزو کرتے ہیں کہ کہیں صبح ہو۔

آٹھویں اگست ۱۸۵۷ء

آج کے دن جیسا کہ میں خیال کرتا تھا بہ رغم ان اچھی خبروں کے جو چند روز پہلے آئی تھیں بری خبریں آئیں لوگ کہتے ہیں کہ لکھنؤ خالی ہو گیا یعنی سر ہو گیا۔ شاکر لوگ خالی کے لفظ سے فتح ہو جانے کو تعبیر کرتے ہیں خدا کرے کہ ایسا نہ ہو اور میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہوا ہو گا۔ ایک اور خبر یہ ہے کہ ہمارے ڈڈے آئین رسالے جو ناتھا سے جا ملے تھے اور اس کی فوج کے ساتھ شکست کھا کر فرخ آباد آئے تھے پھر کانپور گئے اس ارادے سے کہ پھر انگریزوں کی نوکری کریں نواب فرخ آباد نے اُن کے دو ہاتھی اور اور مال اور اسباب سب لٹوا دیا اور ان سے کہا کہ ہم کو تمہارا نوکر رکھنا منظور نہیں اور کچھ سروکار تم سے نہیں ہے۔ نواب نے جو اُن

سے اس طور پر مدارات کی یہ ان کو بہت برا معلوم ہوا اور چل دیئے۔ ٹھاکر دل
نے آج مجھ سے یہ درخواست کی اگر آپ کہئے تو پیلی بھیت کی راہ ہم آپ
کو نینی تال پہونچا دیں۔ کستوری کی ایک لڑکی تھی پیلی بھیت کے پاس کوئی بڑا ٹھاکر
رہتا ہے اس سے وہ بیاہی گئی تھی وہ ایک چھوٹی لڑکی چھوڑ کر مر گئی۔ یہ لڑکی
چند روز سے اپنے نانا کے پاس رہتی تھی اب اپنے باپ کے پاس جانا چاہتی
ہے اس کو ایک پردہ دار پالکی میں لے جانے کو ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آپ کو
بھی اسی پالکی میں چھپا کر بٹھا دیں گے۔ تمام رات چلا کریں گے اور دن کو
دوستوں کے گھر مقام کیا کریں گے اس طرح پر کوئی آپ کو دیکھ نہ پائے گا
اور بالفرض راہ میں اگر کوئی روکے تو فوراً اس لڑکی کو دکھلا دیں گے اور امید
ہے کہ اس طور پر رفع شک فوراً ہو جائے گا اور بلا مزاحمت چلے جائیں گے پھر
اس ٹھاکر کے مکان سے پہاڑ کے نیچے تک کستوری کا سمدھی مجھ کو
ٹھیک ٹھیک روانہ کر دے گا یعنی ایک دوست کے مکان سے دوسرے
دوست کے مکان تک کہ سب رازدار اور ذمہ دار ہوں گے یہ تجویز
ممکن الوقوع معلوم ہوتی ہے لیکن پدمن صاحب کی رائے میں سوائے
اس کے کہ گنگا کی راہ پورب کی طرف گریز ہو اور کہیں کو بھاگنے کا ارادہ
خلاف مصلحت ہے۔

نویں اگست روز یکشنبہ

آج کا اتوار بھی ایسا امن نہ ہوا جیسا ہم چاہتے تھے بہت سی افواہی خبریں آئیں کہ کانپور میں فوج انگریزی مغلوب ہے اور کہیں کم زور۔ اس کے سننے سے ہماری ہمتیں پست ہو گئیں اور دل منتشر چند روز گذرے کہ پروین صاحب نے سیتارام کے ایک رشتہ دار کو بیس روپیہ پیشگی دیکر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ کسی طرح کانپور پہونچو اور وہاں سے خبریں لاؤ اور حاکم فوج کے نام لاعلی التعیین ایک چٹھی بھی اس کو لکھ کر دے دی تھی۔ یہ آدمی آج لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ ناسفا کی فوج شہر کے آس پاس اس کثرت سے اٹی پڑی ہے کہ میں نو میل سے زیادہ چھاونی کے قریب نہ پہونچ سکا اور اس درجے کا خوف مجھ پر غالب ہوا کہ ایسا نہ ہو کوئی پکڑ پائے آخر وہ چٹھی میں نے ایک درخت کی جڑ میں چھپا دی۔ اس نے بیان کیا کہ لکھنؤ باغیوں نے لے لیا۔ فوج سرکاری جو وہاں تھی تہ تیغ ہوئی۔ اور اس کثرت سے لوگ کانپور میں جمع ہیں کہ غالباً وہ بھی لکھنؤ کی طرح جلد فتح ہو جائے گا اس کی تصدیق

کرانے کے لئے کہ وہ وہاں تک پہونچا جہاں تک اس نے بیان کیا اُس نے تار برقی کا ایک ٹکڑا ہم کو دکھایا اور کہا کہ یہ ٹکڑا میں نے کانپور سے اٹھا لیا تھا لیکن تھوڑی ہی پوچھ پاچھ سے ہم نے جان لیا کہ یہ ہرگز نہیں گیا بلکہ اتنے دنوں اپنے گھر ایک گانوں میں جو یہاں سے پندرہ میل دور ہے چپ چاپ بیٹھا رہا ہوں کہ سیتارام نے اس کی تقریب ہم سے کی تھی وہ اس کا یہ رویہ دیکھ کر ایسا ناراض ہوا کہ اس نے از خود کہا کہ میں آپ کی چٹھی کانپور لے جاؤں گا جب آپ کی مرضی ہو روانہ کیجئے۔

دسویں اگست روز دوشنبہ

آج کے دن میں نے اپنی میم صاحب کے نام ایک مختصر سی چٹھی لکھ کر ایک پر کے قلم میں بند کی اور رہنا کو دے کر روانہ کیا وہ پیلی بھیت جائے گا اور وہاں سے نینی تال تک میرے لئے راہ کا بندوبست کریگا اور ہم کو واپس آکر خبر دے گا کہ آیا سڑک پر مرور ممکن ہے یا نہیں رہنا کو گئے ہوئے مشکل سے دو گھنٹے ہوئے ہونگے کہ مسٹر بیجناتھ کا آدمی کھان سنگھ جو چند روز پہلے ہم سے مل گیا تھا آیا میں نے اس امید پر کہ وہ نینی تال سے کوئی چٹھی ضرور لایا ہوگا فوراً بلا لیا لیکن میں بہت شکستہ ہوا کہ وہ وہاں نہیں گیا تھا بلکہ صرف بریلی سے آیا اس کے آقا نے اس کو

اس لئے بھیجا تھا کہ دیکھو صاحب کا کیا حال ہے اور کالہ تھوڑے سے ٹھیک خبر لاؤ میں اس سے چٹھی نہ پا کر ایسا آزردہ خاطر ہوا کہ اس سے گفتگو کرنا یا اس کی خبروں کو سننا بھی کو ناگوار تھا۔ لیکن اس کی خبریں البتہ اچھی تھیں وہ بیان کرتا تھا کہ سرکاری فوج جو دہلی کے مقابل پڑی ہے نہایت فتحیاب ہے میرٹھ اور سہارن پور اور پہاڑ کے مقامات بالکل مامون ہیں خان بہادر خان کی فوج نہایت ذلیل ہے ہتھیار اور نا منتظم ہے اور چھوٹی چھوٹی صرف چھ توپیں ان کے پاس ہیں اس نے کہا کہ آپ اس کو باور فرمائیے کہ صرف اتنی خبر کہ سرکاری فوج فتح گڈھ کو آتی ہے باغیوں سے روہیل کھنڈ خالی کرا لینے اور تسلط سرکار بٹھا دینے کو کافی ہے کیوں کہ ہندو انگریزوں کی طرف ہیں اور جل رہے ہیں کہ مسلمانوں سے اپنا لیں۔ جس وقت کھان سنگھ سے یہ گفتگو ہو رہی تھی اس وقت ہم سب لوگ اور ٹھاکر بھی موجود تھے جب اس نے اپنی تقریر تمام کی تو میں نے اس رخصت کیا اور کہا کہ میں تم کو کل روانہ کردوں گا اور ایک چٹھی مسٹر بیچا تھ کے نام دوں گا اور ایک نینی تال کو۔ جب وہ باہر جانے کے لئے اٹھنے لگا تو اس نے چپکے سے میری طرف ایک اشارہ کیا کہ اور کسی نے نہیں دیکھا اس غرض سے کہ میں آپ سے تخلئے میں کچھ کہا چاہتا ہوں میں سمجھ گیا اور آدھ گھنٹے بعد جب میں اپنے مکان میں تنہا ہوا میں نے وزیر سنگھ کو بھیجا کہ اس کو بلا لاؤ۔ اس نے آکر بیان کیا کہ میرے آقا نے یہ خیال کہ اگر آپ زندہ ہیں تو لامحالہ

آپ کو ردپیے سے بہت تکلیف ہوگی آپ کے خرچ کے لیے میرے ہاتھ پانسو روپئے بھیجے ہیں یہ روپیہ اس طرح بھیجا ہے کہ براے نام تو کانپور کے قریب گور سہائے گنج ایک بستی ہے وہاں کے مہاجن کے نام دو ہنڈیاں کر دی ہیں لیکن درحقیقت روپیہ فرخ آباد کے مہاجن سے وصول ہوگا ایک مخفی علامت اس میں کر دی ہے اسی کے ذریعہ سے اور یہ تغلیط اس غرض سے ہے کہ شاید کوئی شخص پکڑ کر ہنڈیاں چھین لے تو دھوکا کھائے کھان سنگھ نے کہا کہ میں فرخ آباد آسانی سے جا سکتا ہوں اور میں سڑک پر یہ بات کہتا چلا آتا ہوں اور اگر سپاہی مجھ کو فرخ آباد جاتے ہوئے پکڑیں گے تب بھی اسی کا اعادہ کروں گا کہ غدر سے پہلے میرے آقا نے ایک کشتی میں نیل کا بیج بھر کر اپنے آدمیوں کے ہاتھ کانپور بھیجا تھا تین مہینے ہو گئے کہ اس کشتی کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا اور چونکہ آدمی خرچ کی بڑی ضرورت رکھتے ہوں گے میرے آقا نے مجھ کو یہ دو ہنڈیاں دے بھیجا ہے کہ گور سہائے گنج میں ان کو پٹا کر ان لوگوں کو خرچ پہونچانا اگر ان کا حال معلوم ہو سکے یا ان سے ملاقات ہو۔ کھان سنگھ نے کہا کہ یہ بات بہت آسان ہے جب تک میرے پاس صرف ہنڈیاں ہوں گی سپاہی لوگ مجھ سے باز پرس نہیں کریں گے یہ ان کے کس کام کی ہیں لیکن ہنڈیاں بھنا لینے کے بعد خیروعافیت سے روپیہ یہاں لے آنا البتہ مشکل ہے میں نہیں جانتا کہ اس کام کا انجام کیوں کر ہوگا۔ وزیر سنگھ نے صلاح دی کہ میں اس باب میں بڈھے کستوری سے مشورہ کروں گا وہ

آدمی قابل اعتماد اور کھرا اور دیانت دار ہے دوسرا کوئی ایسا نہیں کہ اس معاملے میں اس کا اعتبار کیا جائے خدانخواستہ اگر کہیں یہ لوگ جان جائیں کہ پانسو روپئے آپ کے پاس ہیں روپئے کے لالچ سے فوراً آپ کا کام تمام کرڈالیں۔ پس اس معاملے کو سب لوگوں سے باستثنائے کستوری نہایت مخفی رکھنا چاہئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے اس سے کہا کہ جب اندھیرا ہو اور کستوری سونے کو جائے تو بہتر ہے کہ تم اس وقت اس کے پاس جاؤ اور صلاح کرکے کوئی تجویز نکالو۔ وہ بڈھا آدمی ہمیشہ ایک جگہ اکیلا سویا کرتا تھا ایک گھوڑی جو اس کو بہت عزیز تھی اور اس کا بچہ یہ دو جانور اس کے پاس بندھے تھے پس یقین کلی تھا کہ اس جگہ جو گفتگو ہو مخفی رہے گی آج کی رات ہم سب لوگ سویرے سو رہے کیونکہ رات اندھیری تھی اور پانی شدت سے برس رہا تھا۔ بروین صاحب کی میم یکایک اپنی چارپائی سے یہ کہتی ہوئی اٹھ بیٹھیں کہ بہشتی آیا۔ میں بھی جاگ پڑا اور اٹھ بیٹھا دیکھا تو واقعی ایک آدمی احاطے میں چلا آتا ہے یہ بروین صاحب کا سقہ تھا دویا تین ہفتے ہوئے ہوں گے کہ صاحب نے ہیڈ صاحب اپنے چچا کے نام اس کو چھٹی دے کر آگرے بھیجا تھا اس میں ہم لوگوں کا حال لکھا تھا اور ان سے پوچھا تھا کہ وہاں کیا حال ہے اور ہم کو صلاح بتایئے کہ کیا کریں۔ تب تو ہم سب کے سب اٹھ بیٹھے اور بہت شوق سے اس سے کہا کہ خبر کہو اور کوئی چھٹی بھی تم ہمارے نام لائے ہو۔ اس نے کہا ہاں لایا ہوں وہ چھٹی میری لاٹھی میں جو بڑے وزنی بانس کی

تھی بند ہے چٹھی ایسی بری طرح اور مضبوطی کے ساتھ چھپائی گئی تھی اور لکڑی ایسی سخت تھی کہ چٹھی نکالتے آدھ گھنٹے سے زیادہ لگا وہ یونانی حروف میں لکھی ہوئی تھی اور نہایت اچھی خبریں اس سے معلوم ہوئیں کہ جب سے جولائی کے مہینہ میں ہم لوگ ایک لڑائی لڑے اور قلعے میں لوٹ کر چلے آئے تب سے آگرے میں بالکل خیر و عافیت ہے دہلی میں ہماری فوج اچھی خاصی غالب ہے باغیوں کے جتنے دھاوے ہوتے ہیں سب کو بہ آسانی دفع کر دیتی ہے۔ چین کی فوج کلکتے میں آگئی جنرل ہیولاک صاحب لکھنؤ پھر لینے کے لئے آتے ہیں اور غالباً آگئے ہوں ہمارے حق میں ریڈ صاحب نے یہ صلاح لکھی کہ جہاں آپ لوگ ہیں وہیں بنے رہیں یہاں تک کہ کانپور میں انگریزی فوج میں جا ملنے کا ایک مامون موقع ملے۔ ریڈ صاحب نے لکھا تھا کہ میری دانست میں فوج انگریزی بہت عرصہ کے بعد فتح گڈھ لینے کا ارادہ کرے گی ریڈ صاحب کی خبروں میں صرف یہ ایک خبر ہم لوگوں کی ناخوشی کا باعث تھی کنٹنجنٹ گوالیار باغی ہوگئی اور خوف ہے کہ آگرے پر حملہ آور ہو لیکن چوں کہ دریائے چنبل خوب طغیانی پر ہے چند روز تک اس پر عبور نہیں کر سکتے اور اتنے عرصے تک آگرہ مامون رہے گا۔

گیارھویں اگست ۱۸۵۷ء

باوجود سے کہ رات ایسی اچھی خبریں آئیں تاہم آج کا دن ایک عجیب سناٹے اور اداسی کا تھا آج بھی چند خبریں آئیں اور ٹھاکر لوگ ان کو سچا جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ لوگ ایسی افواہیں جو ہمارے برخلاف ہوتی ہیں یقین کر لینے کو موجود ہو جاتے ہیں اور جو خبریں ہمارے مفید مدعا ہوتی ہیں اُن میں ایک کا بھی یقین نہیں کرتے۔ خبریں یہ ہیں کہ کانپور کو باغیوں نے بالکل محاصرہ کر لیا سرکاری فوج نے دہلی میں شکست کھائی اور مجبور ہو کر محاصرہ کر لیا۔ جنرل ہیولاک صاحب کی فوج لکھنؤ میں بیلی گارد والی فوج کو پہنچنے دشمن سے نہ چھڑا سکی اور کانپور لوٹ گئی یہ بھی خبر آئی ہے کہ بیگم نے لکھنؤ میں یہ منادی کرا دی ہے کہ جو کوئی کسی انگریز کا سر لائے سر پیچھے ایک روپیہ انعام پائے۔ ٹھاکروں نے ہم سے صاف بیان کیا کہ منادی کی خبر پہونچنے سے آپ لوگوں کا یہاں رہنا زیادہ تر موجب خطر ہو گیا ہے کیوں کہ ہر ایک گاؤں والے کو آپ لوگوں کے مار ڈالنے کا ایک حیلہ ہاتھ آگیا ہے۔ آپ لوگوں کی

جماعت چار پانچ ہزار روپئے کا مال ہے۔ انھوں نے ہم سے کہا کہ روزند دشمن
میں اس چھوٹے سے احاطے میں جو آپ لوگوں کے رہنے کے مکانات کے
باہر کی طرف ہے ہرگز ظاہر ظہور مت نکلا کیجئے اور رات کے وقت خوب
چوکنے رہا کیجئے دروازے اور راہیں با احتیاط بند کر لیا کیجئے۔ ان لوگوں کے کہنے
سے ہم لوگ ہمیشہ بندوقیں اور پستول بھرے ہوئے اپنے پاس رکھے رہتے
ہیں بیشک ان سب باتوں سے ایک اداسی برستی ہے شام کے وقت ہر دیو
بخش ہم سے ملنے کو آئے اور صاف صاف کہا کہ میں ڈرتا ہوں شاید آپ لوگوں
کو زیادہ یہاں نہ رکھ سکوں گا۔ مجھ سے کہا کہ آپ فوراً نینی تال کو روانہ ہو جئے
یا ہیروبن صاحب کا ساتھ دیجئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان کو خشکی کی راہ کانپور
پہنچا دوں اور اپنے آدمی اس امر کا بندوبست کرنے کے لئے دوڑائے
ہیں کہ علاقہ اودھ سے آپ لوگ با امن گذر جائیں اور آپ کو ایک دوست
کے مکان سے دوسرے دوست کے مکان تک پہونچا کر جنرل ہیولاک
صاحب کے کیمپ میں داخل کر دیا جائے میرے جتنے دوست راہ میں ہیں
ان میں اکثروں کے جواب تو میری مرضی کے موافق آچکے ہیں صرف ایک
یا دو کے جواب کا انتظار ہے جسا سنگھ نے اقرار کیا ہے کہ میں بغوغ خاطر
انگریزوں کو آنے دینے اور ان کو انگریزی کیمپ تک پہونچا دینے میں راضی
ہوں۔ پیروبن صاحب نے ہر دیو بخش کی تجویز کے اس فقرے پر نہایت
نارضامندی ظاہر کی اور کہا کہ مجھ کو خوب معلوم ہے جسا سنگھ ناتھا صاحب
سے سازش رکھتا ہے فتحپور چوراسی میں ناتھا صاحب اسی کے مکان میں چھپے

ہوئے تھے علاوہ بریں جب جسا سنگھ ہمارے مقابلے پر لڑ رہا تھا تو وہ زخمی ہوا۔ ہردیو بخش نے اس کو تسلیم کیا کہ ہاں یہی حال ہوا لیکن کچھ خوف کی بات نہیں ہے کیونکہ جسا سنگھ آپ لوگوں کی حفاظت کے لیے مجھ سے بات ہار چکا ہے اور کبھی سنا نہیں گیا کہ کسی ٹھاکر نے اپنے ہم چشم رئیس کے ساتھ بدعہدی کی ہو ہردیو بخش نے یہ بھی کہا کہ آپ کچھ ہی اعتراض کیجیے جانا ضرور پڑے گا۔ کیونکہ لکھنؤ کے سر ہوتے ہی اور غالباً اب تک سر ہو ہی چکا ہوگا تمام علاقے میں عامل مع افواج بھیجے جائیں گے اور بھاگنے کے جملہ طرق مسدود ہو جائیں گے۔ آخر کو ہردیو بخش ہم سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ خشکی کی راہ آپ کے جانے کا بندوبست کر کے میں آپ کو خبر دیتا ہوں ایک تو ہردیو بخش نے یہ اپنے دل میں ٹھانی کہ ہم لوگوں کو روانہ کر دیوے دوسرے ریڈ صاحب نے لکھا تھا یہ کسی طرح ممکن الوقوع نہیں معلوم ہوتا کہ فوج سرکاری بہت جلد فرخ آباد فتح کرے اور اسی نظر سے آپ لوگوں کے بچاؤ کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ کانپور میں انگریزوں سے جا ملئے ان باتوں سے ہمارے دل میں آیا کہ مستعجلاً جنرل ہیولاک صاحب سے اس مقدمے میں کچھ صلاح کیجیے۔ ریڈ صاحب کے لکھنے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی تھی کہ ہیولاک صاحب وہاں حاکم فوج ہیں اسی لیے ہم نے یہ تجویز ٹھہرائی کہ ایسے موقع پر سیتارام سے کام لینا چاہیے کہ وہ کانپور جانے کو کہہ بھی چکا ہے اور اسی کو چٹھی دے کر بھیجنا چاہیے۔ پروبن صاحب نے یونانی حروف میں ایک چٹھی ہیولاک

صاحب کے نام لکھی اور اس کو ایک پر کے قلم میں بند کیا اس چٹھی میں یہ لکھا کہ ہم ایسے پاس کے مقام میں ہیں آپ کی کیا صلاح ہے کون سا طریقہ بہتر ہے کہ ہم یہاں سے بھاگ کر آپ کے کمپو میں آملیں۔ صبح وزیر سنگھ نے مجھ سے کہا کہ میں رات کے وقت کستوری سے اس باب میں گفتگو کی کہ فرخ آباد سے روپیہ لانے کا کون سا طریق بہتر ہے۔ کستوری اور کھان سنگھ دونوں شام کے وقت آئیں گے اور اس کا حال آپ سے خود بیان کریں گے شام کے پانچ بجے کے قریب وے دونوں آئے کستوری نے یہ صلاح بتائی کہ ہر دیو بخش کے علاقے سے باہر کسی پاس کے گانوں سے دو ٹٹو کرایہ کئے جائیں کیونکہ اگر ہر دیو بخش کے گانوں سے کرایہ کئے جائیں گے تو گنگا کے گھاٹ پر نواب کے آدمی ان کو روکیں گے اور گرفتار کر لیں گے پھر یہ ٹٹو میرے پاس آئیں اور ان پر اناج لاد کر فرخ آباد لے جائیں لوگوں کو یہ ظاہر ہو کہ غلہ بیچنے جاتے ہیں نواب کے آدمی اور سپاہی بہت چاہتے ہیں کہ شہر میں رسد کثرت سے آوے اور اسی غرض سے مزاحم نہ ہوں گے جب اناج بک جائے تو ٹٹو رات کے وقت مہاجن کے گھر لے جائیں وہ ہنڈیوں کا روپیہ دے دے اور گونوں میں سی لیا جائے اگلے دن ٹٹو لے کر دریا اتر آئیں گے اور چونکہ یہ ظاہر ہو گا کہ خالی ٹٹو گھر لوٹائے لئے جاتے ہیں تو غالباً نہ تو کسی کو شبہ ہو گا اور نہ کوئی روکے گا۔ یہ تجویز ہم کو ایسی عمدہ معلوم ہوئی کہ میں نے کہا اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔

تیرھویں اگست ۱۸۵۷ء

ہم پچھلی رات یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ کانپور کی مدد کو آٹھ پلٹنیں آپہونچیں بیشک یہ چین کی فوج ہے اور بہت ہی مناسب وقت پر آئی اب سب کام ٹھیک ہو جائے گا پھر اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہم یہ سن کر مغموم ہوئے کہ ایک سپاہی گھر جاتے ہوئے تھوڑی دیر گانوں میں ٹھہر اتھا وہ کہتا تھا کہ باغیوں کی بمبئی سے پندرہ پلٹنیں گوالیار میں پہونچ گیئں اس میں سے آٹھ پلٹنیں تو چنبل اتر کر باغیان دہلی کی مدد کو روانہ ہوئیں اور باقی گوالیار میں مقیم ہیں تاکہ مہاراجہ سیندھیا کے کنٹجنٹ کے ساتھ ہو کر بفور اس کے کہ موسم مناسب آوے آگرے پر حملہ کریں۔ ایک اور خبر یہ پہونچی کہ سرکار نے صوبہ اودھ بادشاہ اودھ کو دے دیا یہ بھی سنا گیا کہ ہماری فوج تحقیق دہلی کو چھوڑ کر چلی گئی اور بہ مجبوری لوٹ گئی اور غالباً الٹی خود محصور ہو گئی۔ یہ سب خبریں اور شدت کی گرمی اور مچھروں کے دل مزید براں ان کے سبب سے رات

نہایت تکلیف اور خوف میں بسر ہوئی میں یہ خیال کرتا تھا کہ اگر ہماری فوج دہلی چھوڑ گئی ہے تو لامحالہ گورکھے ہم سے بچھڑ گئے ہوں گے اور اس صورت میں نینی تال اگر فتح نہ ہو چکا ہوگا تو بڑے خطرہ میں ہوگا اور جتنے انگریز وہاں ہیں سب مارے گئے ہوں گے۔ مچھروں سے اکثر ہم اس طرح محفوظ رہتے ہیں کہ ہر شب سوکھا ہوا گوبر ہوا کے رخ اس جگہ کے کونے میں جہاں ہم سوتے سلگا دیا کرتے ہیں گھٹا ہوا دھواں جو ہماری چارپائیوں پر رات کو ہوکر گذرتا ہے یہ جانور سب سو ہر لے جاتا ہے۔ لیکن پچھلی رات یہ تدبیر کچھ کارگر نہ ہوئی کیونکہ ہوا معلق نہ تھی اور سلگتے ہوئے گوبر کا دھواں ہمارے آس پاس ایسا گھٹا ہوا اور بند تھا کہ تنفس مشکل ہو گیا تھا اور اسی لئے ہم نے آگ کو بجھا دیا مچھروں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ہزاروں ہم پر ٹوٹ پڑے اور سونا یا آرام کرنا محال کر دیا اس قسم کے صدمات جو روح اور جسم پر گذرتے ہیں ممکن نہیں کہ بیان کئے جا سکیں ایسی دقتوں میں آیات زبور موجب تسلی حقیقی معلوم ہوتے ہیں جس وقت اندر اور باہر بالکل اندھیرا اور سنسان ہوتا ہے ان سے ہمیشہ تشفی اور حاصل ہوتا ہے چونکہ اکثر آیات اوقات خطر منجربہ یاس ہیں کہ جب داؤد ہماری طرح دشمنان تشنۂ خون سے جاگتے اور چھپتے جاتے تھے لکھی گئی ہیں تو ہماری حالت سے ان کو ایک مناسبت خاصہ تھی۔ آج صبح کے وقت اٹھویں سورہ کی پانچویں آیت نے مجھ کو بہت بڑی تشفی دی۔ اس کی تلاوت سے مجھ کو یہی یقین ہوا کہ اگر میں مار بھی ڈالا جاؤں گا تو میری بیوہ بیوی اور یتیم بچوں کے ساتھ میرا خدا رہے گا پھر وہ مضمون ہوا اگلی آیت میں ہے کہ خدا کے بچھڑے

ہوؤں کو ان کے بال بچوں سے ملاتا ہے اور وہ جامع المتفرقین ہے نہایت تسلی بخش ہے موت اور حیات دونوں اسی کی طرف سے ہیں۔ اور وہ اپنے فضل سے مجھ نالائق ترین بندگان کے حق میں اپنی قدرت کاملہ دکھا دے اور مجھ کو میرے بال بچوں میں پہونچا دے۔

چودھویں اگست

آج ایک عجیب افواہ سننے میں آئی کہ گورنر جنرل بادشاہ اودھ کو ساتھ لئے آتے ہیں اور آج کانپور داخل ہوں گے اور وہاں پہونچ کر ملک اودھ فرماں روائے سابق کو حوالہ کر دیا جائے گا۔ اس امید سے ٹھاکر لوگ بہت خوش معلوم ہوئے اور کہنے لگے کہ ولایت کی کونسل سے کہ وہ ہمیشہ انصاف کرتی ہے حکم آیا ہے اور کونسل سے ان کی غرض کورٹ آف ڈیرکٹرس ہیں اودھ کے دے لئے جانے کے باب میں وے مجھ سے اکثر گفتگو کیا کرتے اور پوچھا کرتے تھے کہ کیوں صاحب گورنر جنرل سلیمن صاحب کی (کہ ٹھاکر لوگ اپنی بولی میں ان کو سلیون صاحب کہتے ہیں) صلاح پر کیوں چلے ان لوگوں کا مقولہ یہ ہے کہ سلیمن صاحب ہی نے ہمارا راج برباد کیا ہماری قوم کے عہداروں میں سے بعض کا تذکرہ ادب اور محبت سے کرتے ہیں۔ خصوصاً سیتاپور کے گمشتہ سابق کرسچن صاحب... بہادر بہ قسم کہتے ہیں کہ ہم دو بیسی پلٹن والوں یعنی اکتالیس

پلٹن والوں سے جنھوں نے ان کو اور ان کے بال بچوں کو سیتا پور میں قتل کیا ہے ضرور انتقام لیں گے پر انھوں نے بیان کیا کہ اگر ہم لوگ ہمیشہ ان کے حضور میں باریاب ملازمت ہوا کرتے تو کوئی وجہ سلطنت انگریزی سے شکایت کرنے کی نہ تھی لیکن صاحب کو کام بہت رہتا تھا اور ملاقات بہت کم ہوتی تھی ہندوستانی عہدہ داروں کی بہ نسبت ان کا یہ بیان تھا کہ سب کے سب بد ذات تھے ایک ہندوستانی ڈپٹی کلکٹر جو سانڈی میں متعین تھا ٹھاکر لوگ اس کا ذکر اکثر مجھ سے کیا کرتے تھے وے اس کو نہایت برا کہتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ اس شخص نے بڑے لمبے لمبے جوتوں کا ایک جوڑا بنوا رکھا تھا اور اگر کوئی شخص جتنی رشوت وہ طلب کرتا نہ دیتا یا دیہات یا آراضی کے فیصلے کی نسبت اس کے کہنے کے بموجب دستخط نہ کرتا گو وہ فیصلہ کیسا ہی نادرست اور موجب حق تلفی ہوتا وہ سر کچہری انھیں جوتوں سے پٹواتا تھا اور ہندوستانی لوگ اس سزا کو نہایت بے عزتی جانتے ہیں۔ بڈھے کستوری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک ہزار روپیہ تو میرا عرضیوں میں خرچ ہوا اور ایک عرضی کرسچن صاحب تک نہ پہونچی اور چھ ہزار روپے سے زیادہ رشوتوں میں گیا اور بایں ہمہ وہ دیہات جو پشت ہا پشت سے میرے اور میرے بزرگوں کے ٹھیکے میں چلے آتے تھے ہاتھ سے نکل گئے اور جو بچے ان پر جمع ایسی سنگین تجویز ہو گئی کہ سال ماضی میں اپنے گھر کا زیور اور ایک گھوڑی کہ اس کو میں نہایت عزیز رکھتا تھا بیچ کر مالگذاری ادا کی۔ امسال اگر حسن اتفاق بلوا نہ ہو جاتا تو

میں بشک باقی دار ٹھہرتا اور سب کچھ بک جاتا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ
تُنے لکھنو جاکر چیف کمشنر صاحب سے اسکی فریاد خود کیوں نہ کی اس نے کہا
کہ میں ایک مرتبہ بادشاہ کے وقت میں اپنے دیہات کی نسبت عرضی دینے
لکھنو گیا تھا ایسا اتفاق ہوا کہ ان عرضیوں کے دیکھے میری جان ہی گئی ہوتی
تب سے میں نے عہد کیا کہ پھر کبھی شہر میں نہ جاؤں گا ان دنوں میرے
بدن میں خوب طاقت تھی میں بھرے دربار میں بادشاہ کے روبرو بے
محابا چلا گیا حسب دستور ہتھیار اپنے باندھے ہوئے تھا جو کچھ اس طرف
کا دستور ہے تلوار ڈھال توڑہ دار بندوق۔ مجھ کو ضوابطہ دربار سے آگہی
نہ تھی کہ دربار میں سلح جانا ممنوع ہے اور توڑہ بھی سلگا رہنے دیا۔ بادشاہ
کی نظر اس سلگتے ہوئے توڑے پر پڑی اور یہ چلاتے ہوئے دربار سے
بھاگ کھڑے ہوئے کہ پکڑو مارو یہ شخص مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے فوراً
میرے بیڑیاں ڈال دیں اور توپ پر اڑانے کو لے چلے چونکہ میں اجنبی
تھا کوئی میری معذرت نہیں سنتا تھا اور سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اقدام
قتل بادشاہ میں یہ شخص پکڑا گیا۔ خوش قسمتی سے جب مجھ کو لوگ لئے
جا رہے تھے راہ میں ایک عہدہ دار ملا اور اس نے ان لوگوں سے کہا
ذرا ٹھہرو ہم بھی قیدی کو دیکھ لیں۔ وہ اس طرف کا رہنے والا تھا اور میرا
پرانا دوست اس نے مجھ کو پہچانا اور پکارا کہ کستوری سنگھ دغاباز آدمی نہیں
ہے بلکہ بہت بھلا مانس اور ایماندار زمین دار ہے اس معاملے میں کچھ
غلط فہمی ہوئی۔ تب میں نے اس سے بیان کیا کہ اس طرح لاعلمی

سے میں نے اپنی بندوق کا توڑہ سلگتا رہنے دیا اور اس بلا میں پھنس گیا کہ قریب تھا میری جان جاہی چکی ہوتی اس کو اتنا اختیار تھا کہ حکام سے پوچھنے تک اجرائے سزا روک دی اور جب اس نے وہاں حال مفصل بیان کیا تو حکم ہوا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اسی رات میں لکھنؤ سے چل دیا اور تب سے کبھی نہیں گیا اور نہ اپنی مرضی سے کبھی جاؤں گا۔ ہردیو بخش سے اور مجھ سے جو گفتگوئیں رہا کرتی تھیں۔ ان میں ہردیو بخش نے کہ وہ بہت بڑا دانشمند آدمی ہے مجھ سے کہا کہ آپ یہ سمجھئے۔ کہ سرکاری عملے یعنی عہدہ داران ملکی جو مال کے صیغے میں نوکر تھے اور اودھ میں سرکاری عمل داری کے ہوتے ہی کثرت سے بھرتی ہو گئے تھے بلائے روزگار تھے اور خلقت کا دم ان سے ناک میں آگیا تھا لیکن کرسچن صاحب اور بہت سے اور انگریزی افسروں کا ذکر نہایت ستائش وادب سے کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو کرسچن کے پاس جانے میں کبھی تامل نہیں ہوتا تھا وہ ہمیشہ بھلے مانسوں کی طرح میری مدارات اس طرح کرتے تھے جس طرح کہ پیڈبن صاحب فتح گڈہ میں مجھ کو کرسی دیتے اور مہربانی سے میرے ساتھ باتیں کرتے لیکن ہندوستانی عملہ جو ملازم گورنمنٹ تھے ان کے پاس گئے اور جان کے لاگو ہوئے۔

اٹھارھویں اگست

آج شام کے وقت کھان سنگھ فرخ آباد سے صحیح سلامت روپیہ لے کر لوٹ آیا ٹٹو جو اس نے اور وزیر سنگھ نے کرایہ کئے تھے کسورہ میں اُن پر اناج لادا گیا اور گنگا کے گھاٹ پر لے گئے وہاں دریا اتر گئے کھان سنگھ بھی اسی کشتی میں گیا لیکن اس طور پر کہ کسی پر یہ نہ ظاہر ہو کہ یہ ان ٹٹوؤں کے ساتھ ہے - جب گھاٹ کے پہرے والوں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ ٹٹو یہاں علاقہ مہردیر بخش کے نہیں ہیں ان کو لدے لدائے جانے دیا کھان سنگھ جب اترنے لگا تو اس کو پکڑ کر صوبہ دار کے پاس لے گئے اس نے اپنی ہنڈیاں دکھلائیں اور وہی قصہ جو اس نے پہلے سے سوچ رکھا تھا بیان کیا کہ میرے آقا نے کشتی کے چڑھنداروں کی مدد چرخ کو مجھے بھیجا ہے اور چونکہ سپاہیوں کو ایماندار سوداگروں کا تکلیف دینا منظور نہیں ہے بلکہ ان کی پرورش پیش نہاد خاطر ہے مجھ کو یقین کلی ہے کہ آپ لوگ میرے مزاحم یا سدِ راہ نہ ہوں گے

صوبہ دار نے اس کی بات کو یقین کر لیا اور کہا کہ اچھا تمہارا کام نکل جائے ہم بھی چاہتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیا۔ ٹٹوؤں پر جو اناج لدا ہوا تھا بازار میں بیچ ڈالا گیا اور جانوروں کو رات کے وقت چپکے سے مہاجن کے گھر پر لے گئے وہاں گونوں میں روپیہ بھر کر سی دیا اگلے دن صبح کے وقت ٹٹو والے اپنے ٹٹو بے بازپرس اتار لائے۔ کھان سنگھ یہ سمجھ کر کہ میں اسی گھاٹ اتروں گا تو پکڑا جاؤں گا کئی میل اوپر چڑھ کر دریا اترا اور اس طرف ٹٹو والوں سے پھر آملا اور سب لوگ کسور میں صحیح سلامت پہونچ گئے اور میرے پاس اتنا سامان نقد موجود ہو گیا کہ اتنا ہی مجھ کو مطلوب بھی تھا اور اب میری احتیاج رفع ہو گئی۔ یہ سب کچھ مسٹر بیجناتھ کے سیرچشمانہ سلوک کے طفیل سے ہوا کہ انھوں نے بے طلب از خود مجھ کو ایسے وقت میں دیا کہ کسی طرح میری زندگی کی امید نہیں تھی اور ادا ہونا تو نہایت غیر متیقن تھا اور کھان سنگھ ان کے ملازم کی دلیری اور چالاکی سے گو وہ بے دلی سے تھی روپیہ پاتے ہی میں نے چاہا کہ سب سے پہلے کچھ تنخواہ وزیر سنگھ کو دے دوں کیوں کہ فروری مہینے سے جب کہ اس نے اپنی پلٹن کو چھوڑا اب تک اس کو کچھ نہیں ملا تھا لیکن اس نے کہا کہ میں ایک کوڑی نہیں لوں گا جب پھر آپ کچہری میں اجلاس فرمائیے گا تب البتہ میں اپنی تنخواہ لے لوں گا اور اس وقت تک اپنے اندوختہ سے میں اپنی اوقات بسری خوب اچھی طرح کر سکتا ہوں۔ غرض کسی طرح اس نے روپیہ نہ لیا۔ چونکہ روپئے کو میں اپنے پاس رکھتے ہوئے ڈرتا تھا میں نے کستوری

کے حوالہ کر دیا کہ یہ ہماری امانت رکھ چھوڑو۔

بائیسویں اگست ۵۷ء

آج ہر دیو بخش نے ایک قاصد کے ہاتھ ہمارے پاس یہ کہلا بھیجا کہ دھرم پور میں ایک آدمی آیا ہے اور پیرڈن صاحب کو پوچھتا ہے میں نے اس کو جاسوس سمجھ کر روک رکھا ہے۔ پیرڈن صاحب نے کہلا بھیجا کہ آپ اس آدمی کو ضرور ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ بہت تھوڑی دیر بعد وہ آپہونچا وہ تو دہلی سے ڈیٹن پیرڈن صاحب کا بھیجا ہوا نکلا اس آدمی کو دہلی چھوڑے صرف نو دن ہوئے تھے اس نے اپنے جوتے کے تلے میں چھٹی کو سی رکھا تھا تلا کاٹ کر وہ چھٹی نکالی اگرچہ وہ بہت گرد آلود تھی لیکن بالکل صاف پڑھی جاتی تھی اس چھٹی سے معلوم ہوا کہ دہلی میں کام خاطر خواہ ہو رہا ہے باغی لوگ متواتر شکستوں کے سبب ہمت ہارتے جاتے ہیں اس قاصد نے ہم سے یہ کہا کہ سڑک پر میں نے بہت سے سپاہی جاتے دیکھے کہ وہ مال غنیمت لئے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹے جاتے تھے ایک شتر سوار مجھ کو ملا تھا جن دیہات میں گذرتا جاتا تھا یہ کہتا جاتا تھا کہ انگریزی فوج میرے سامنے ماری گئی اور بادشاہ نے مجھ کو یہ خوشخبری پہونچانے کے لئے نواب فرخ آباد

کے پاس بھیجا ہے میں نے اس شتر سوار سے پوچھا کہ کیوں جی تم دہلی سے کب چلے تھے جب اس کے کہنے سے معلوم ہوا کہ مجھ سے بھی دو دن پہلے کا چلا ہوا ہے تو میں نے جان لیا کہ اس کا بیان بالکل غلط ہے اور میں نے اس سے کہا کہ تم کو ایسی جھوٹ بات کے مشہور کرنے سے کیا حاصل ہے اس نے جواب دیا کہ میں گھر جاتا ہوں مال غنیمت بہت کچھ میرے ساتھ ہے اس غرض سے کہ گانوں والے مجھ کو لوٹیں اور روکیں نہیں میں ظاہر کرتا ہوں کہ بادشاہی قاصد ہوں۔ آج شام کے وقت سیتارام بھی کانپور سے لوٹ کر آیا لیکن جب ہم نے یہ دیکھا کہ پیرون صاحب کی چھٹی کے جواب میں جنرل ہیولاک صاحب کے پاس سے کوئی چھٹی نہیں لایا تو ہم کو نہایت رنج ہوا سیتارام انگریزی کمپو میں صحیح سلامت پہونچا چند سکھ اس کو پکڑ کر جنرل ہیولاک صاحب کے خیمے پر لے گئے اس وقت اس نے چھٹی دی صاحب نے کہا کہ ٹھہرو جواب ملے گا اگلے دن تمام روز وہ بہ انتظار جواب ٹھہرا رہا لیکن نہیں ملا دوسرے دن لشکر بٹھور کو روانہ ہوا اور سیتارام بھی ہیولاک صاحب کے نوکروں کے ساتھ لشکر کے ہمراہ گیا دوپہر کے قریب ایک لڑائی واقع ہوئی اس میں باغیوں نے شکست کھائی اور بہت آدمی مارے گئے اس تمام معرکے میں سیتارام موجود تھا اور بیان کرتا ہے کہ انگریزی توپخانے کی فیر ایسی سخت تھی کہ دشمن کو ایک لمحہ اس کے سامنے ٹھہرنا محال تھا اس لڑائی کے بعد سیتارام نے کوشش کی کہ جنرل صاحب سے پھر گفتگو کی نوبت آئے لیکن صاحب

نہایت عدیم الفرصت تھے موقعہ نہ ملا - اگلے دن جنرل ہیولاک صاحب دشمن کے ایک گروہ پر جو شیوراج پور کے قریب کسی جگہ لوٹ کر پھر آگئے تھے حملہ کرنے کو روانہ ہوئے اور ان کو شکست فاش دی پھر کانپور لوٹ چلنے کا حکم دیا گیا سیتارام ڈرا کہ اس کے لوٹ آنے میں جو دیر واقع ہوتی ہے تو ہم لوگ نہایت ناامید ہوں گے اور یہ خیال کرکے کہ جنرل صاحب سے جواب حاصل ہونے کی کچھ امید نہیں ہے لوٹ کھڑا ہوا اور سیدھا ہمارے پاس آیا - جو خبریں اس نے بیان کیں اچھی اور نہایت مسرت افزا تھیں لیکن ہم نے اس سے کہا کہ چونکہ تم جنرل صاحب کے پاس سے جواب نہیں لائے ادھورا کام کیا چونکہ تم جنرل صاحب کے پاس سے جواب نہیں لائے ادھورا کام کیا چونکہ ہیولاک صاحب میرے پرانے دوست ہیں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں خود ان کو چٹھی لکھوں اور بتاکید ان سے جواب طلب کروں سیتارام یہ چٹھی لے کر کل روانہ ہوگا -

اکیسویں اگست روز جمعہ

آج بے چارے پرڈن صاحب کی چھوٹی لڑکی مرگئی - جب کہ رنج پور میں تکالیف موسمی اور کسی چیز کے نہ ملنے کی دقتیں اٹھائیں تھی سے یہ لڑکی گھلتی جاتی تھی اور جب ہم لوٹ آئے نہایت ناتواں ہوگئی تھی - باوجودیکہ

اس کی ماں اس کی خبرگیری اور تیمارداری بہت کرتی تھیں لیکن کوئی فائدہ اس پر مترتب نہیں ہوتا تھا۔ ان غمناک مصیبتوں میں یہ دوسری جان قربان ہوئی معمولات انسانی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ اگر یہ لڑکی ایسی تکلیفیں نہ اٹھاتی یا کوئی طبیب معالج ہوتا یا دوائیں بہم پہونچتیں تو وہ زندہ رہتی جب میں دھرم پور میں آیا تب یہ لڑکی اچھی خاصی تھی اور بہت پیاری لگتی تھی اس کے گھونگھروالے بال نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے جب وہ مٹی کا ڈھیر ہوگئی تو ہم فوراً باہر گئے اور اس کے لئے ایک قبر کھودی آدھی رات کے وقت اس کی لاش کو ایک چادر میں لپیٹ کر لے گئے اور اس کے بھائی کے پہلو میں اس کو بھی دفن کردیا اس کے ماں باپ کا غم والم میں کبھی نہ بھولوں گا وہ نہایت ملنسار لڑکی تھی روز بروز اس کا گھلتا جانا اور ایسی حالت میں بیماری کی تکلیفیں اٹھانا کہ کوئی چیز تخفیف و تسکین کے لئے اس کو نہیں ملتی تھی ایک ایسی مصیبت تھی کہ اس کا تحمل نہیں ہوسکتا تھا بجز مشیت ایزدی یہی تھی۔

بائیسویں اگست روز شنبہ

آج دن ڈھلے ہردیو بخش ہم سے ملنے آئے جب سے ہم اس گانوں میں ہیں تب سے یہ پہلا اتفاق ہے کہ ہردیو بخش دن کو ہم سے ملنے آئے ورنہ بہت رات گئے ملاقات کو آیا کرتے تھے۔ آج تو ان کا حوصلہ بہت بلند معلوم ہوا کیوں کہ ان کو یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ ہیولاک صاحب کانپور فتح کر کے آگے بڑھے اور کانپور میں مدد پہ مدد چلی آتی ہے انھوں نے بیان کیا کہ اودھ کے تعلق دار یا رئیس لوگ اب تک باغیوں سے نہیں ملے صرف ایک جسا سنگھ باغی ہوا تھا وہ بھی سنا جاتا ہے زخم کھا کر مر گیا ہردیو بخش نے کہا کہ صوبہ داران افواج باغیہ دلی و لکھنؤ نے تمام تعلقہ داران اودھ کے نام ایک اشتہار جاری کیا ہے اس کی ایک نقل میرے پاس بھی پہونچی اس میں صوبہ دار لوگ نہایت تعجب اور افسوس سے لکھتے ہیں کہ اگرچہ فوج پاس مذہب اور رفاہ عام کے لئے بگڑی تھی لیکن زمین داروں نے سپاہ کا مطلق ساتھ نہ دیا اور نہ کسی طرح کی مدد ان کو دی بس فوج آپ اپنے میں اتنی

طاقت نہیں دیکھی کہ انگریزوں سے لڑے اسی لئے ہم صوبہ داروں نے مناسب سمجھا کہ اودھ کے سرداروں اور رئیسوں اور معزز لوگوں کو آگاہ کردیں کہ انگریزوں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ فوج کو مارتے ہی اونچی ذات کے سب لوگوں اور بھنگیوں کو اکٹھا کریں اور سب کو ساتھ کھلائیں لہذا ہم صوبہ دار اس امر کو اپنے اوپر فرض سمجھتے ہیں کہ رئیسوں کو اچھی طرح انگریزوں کے ارادے سے مطلع کردیں اور سب لوگوں سے درخواست کی کہ اپنے دین دھرم کے لئے آپ لوگ فوج کو مدد دیجئے۔ سب کھڑے ہو جاؤ اور استیصال کفار کردو اور ذات خراب کرنے سے کہ آخر کو ہونا ہے بچو۔

ہردیو بخش نے کہا کہ میں جانتا ہوں اور آپ کو بھی معلوم ہے کہ یہ باتیں سب واہیات اور مزخرفات ہیں لیکن عوام الناس تو اس درجے کے جاہل اور بے وقوف ہیں کہ حرف بحرف اشتہار کے مضمون کو یقین کرتے ہیں اور انگریزوں سے بالکل بھڑک گئے ہیں پس ظاہر ہے کہ یہ اشتہار آپ لوگوں کے حق میں نہایت مضر ہوا میرے اپنے رشتہ دار اور کاشتکار اس اشتہار کے جاری ہونے کے بعد میرے پاس آئے اور آپ لوگوں کو پناہ دینے کے سبب مجھ سے نہایت ناخوش ہیں۔ نواب فرخ آباد اور صوبہ داروں نے لوگوں کے ان برے خیالات کو اور بھی زیادہ کر رکھا ہے انھوں نے ادھر یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ میرے علاقے کا کوئی آدمی گنگا نہ اترنے پاوے اور نمک شکر یا اور ضرورت کی چیزیں جو اب تک فرخ آباد سے منگوائی جاتی تھیں اب میرے علاقے میں نہیں آنے پاتیں اس مخالفت

کے سبب لوگ اس درجے پر برافروختہ ہو رہے ہیں کہ ان کی برافروختگی آپ لوگوں کے حق میں نہایت مضر ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو زیادہ عرصے تک نہیں ٹھہرا سکتا علاوہ ان سب باتوں کے میں دیکھتا ہوں کہ سیلاب روز بروز کم ہوتا جاتا ہے اور میں ہمیشہ آپ لوگوں سے کہا کیا ہوں کہ جس گھڑی پانی سمٹ گیا آپ کی پناہ دہی میں میری طاقت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ پس بہ لحاظ ان حالات کے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ دریا کی راہ کانپور بھاگ جانے کے ارادے پر اپنے دلوں کو سمجھائیے اور بلا تضییع وقت روانہ ہو جائیے کیوں کہ انگریزی فوج نے جو پچھلے دنوں فتحیں حاصل کی ہیں ان کا خیال لوگوں کے دلوں میں تازہ ہے اور راہ بہ نسبت سابق کے مامون ہے میں نے کہہ دیا ہے کہ ایک کشتی آپ لوگوں کے لئے مہیا کی جائے اور اس کے موجود ہوتے ہی میں آپ لوگوں کو روانہ کر دوں گا۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم تمہاری رائے کے ساتھ بالکل متفق ہیں واقعی بالفعل دریا کی راہ بھاگ جانے کے لئے بہت اچھا موقع ہے لیکن ہم لوگوں نے کانپور ایک قاصد روانہ کیا ہے اور وہ جنرل ہیولاک صاحب سے جواب لے کر چند روز میں آنے والا ہے وہ آجائے تو ہم روانہ ہونے کو تیار ہیں۔ ہردیو بخش اس بات سے رضامند ہوا اور ہم سے رخصت ہو گیا۔

تیئسویں اگست روز یکشنبہ

چوں کہ ہم گنگا کی راہ کانپور بھاگ جانے کا ارادہ کر رہے ہیں چند روز سے متواتر مجتمعاً و منفرداً دعا کیا کرتے ہیں کہ خدا ہم کو اس راہ سے جائے جس کا اختیار کرنا ہمارے لئے مفید ہو اور اپنے رحم سے ہمارے لئے باب سفر کھول دے۔ آج میں اپنی کوٹھری میں گیا تاکہ جو دعائیں آج نماز میں پڑھنی ہوں گی ان کو پہلے سے دیکھ رکھوں۔ جب میں نے عہد عتیق کو کھولا تو میں بہت متعجب ہوا کہ صحیفہ حضرت عزرا کے آٹھویں باب کی ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۳۱۔ آیتوں پر نگاہ جا پڑی ان کا مضمون خاص کر ہماری حالت سے ایسا مناسب تھا کہ نہایت استعجاب ہوتا تھا میں نے وہی آیتیں پروین صاحب کو سنائیں اور اس فال نیک سے اس طرح کی تقویت اور دلیری ہم کو حاصل ہوئی کہ سفر خطرناک اختیار کرنے میں اب ہم کو بہت تھوڑا تردد معلوم ہوتا تھا بلکہ مطلق نہیں۔

چوبیسویں اگست روز دوشنبہ

آج گانوں میں پھر ایک افواہ بد مشہور ہے اور حرف بحرف ہم تک بھی پہونچی ہے کہ باغی کانپور کے حوالی میں پھر جمع ہوتے جاتے ہیں سرکار نے جو تھانے دوبارہ بٹھائے گئے تھے باغیوں نے پولیس والوں پر حملہ کیا اور ان کو نکال دیا یہ بھی بات مشہور ہے کہ رانی چنداکنور دلیپ سنگھ کی ماں نیپال سے کسی طرح نکل بھاگی اور پنجاب جاتے ہوئے فتح گڈھ میں پہونچی۔ زبور کی ۱۱۹۔ سورہ پر برجس صاحب نے جو ایک علیحدہ کتاب بطور تفسیر لکھی ہے وہ آج دوبارہ میں نے ختم کی بہ استثنائے عہد عتیق جو دو مہینے سے مجھ کو مل جاتی ہے صرف یہی ایک کتاب میرے پاس تھی اور میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ یہ وسائل تسلی میرے پاس ہیں۔ برجس صاحب نے ۱۱۶۔ آیت کی تفسیر میں ایمان پر جو مضمون لکھا ہے اس کے پڑھنے سے آج مجھ کو بڑی تسلی ہوئی میں خیال کرتا ہوں کہ اسمیں مسائل مذہبی بہت سچے ہیں چنانچہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ہماری ترکیب جسمانی کتنی ہی مبدل ہو

یا ہماری قوت تخیل کتنی ہی مختلف ہوتی جائے نفس ناطقہ ویسا ہی بنا رہتا ہے
جیسا کل تھا ویسا آج ہے اور ویسا ہی ہمیشہ رہے گا اس کی خلقت ایسی مکمل
ہے کہ نہ تو ہم اسمیں کچھ بڑھا سکتے اور نہ اس میں سے کچھ گھٹا سکتے ہیں پس
جب ہمارے نفوس ناطقہ جن کو جان کہتے ہیں ایسے ابدی و قدیم ہیں تو موت
سے ڈرنا صرف ایک وہم ہے جس کی اصل کچھ نہیں۔ شب گذشتہ ہم
سونے کو لیٹے تھے کہ جنرل ہیولاک صاحب کے قاصد کے آنے سے
جاگ پڑے ہم اس اشتیاق میں جھٹ پٹ اٹھ بیٹھے کہ کچھ خبریں معلوم
ہوں گی جس کے ہم منتظر تھے لیکن ہم یہ دیکھ کر نہایت مایوس ہوئے کہ وہ
قاصد جنرل صاحب کے پاس سے ہردیو بخش کے نام ایک چٹھی اس مضمون
کی لایا کہ آپ نے جواب تک صاحبان انگریز کو پناہ دی ہم آپ کے
مردمی اور خیرخواہی سے بہت محفوظ ہیں اور جب انگریزی فوج فتح گڈھ
میں پہونچے اگر آپ فوراً ان کو صحیح سلامت کمپو تک پہونچا دیجیے گا تو
یقین جانیے آپ کو بہت بڑا انعام ملے گا۔ ہمارے حوصلے اس قاصد سے
یہ خبر سن کر بہت بلند ہو گئے کہ کانپور سے پورب کی طرف بالکل امن
ہے ڈاکیں چلتی ہیں اور کلکتے سے تار برقی کے ذریعے سے مراسلت جاری
ہے جیسی کہ قبل غدر تھی اور لکھنؤ اس قدر مامون ہے کہ اب فوج فتح گڈھ
کی طرف کوچ کرنے والی ہے اور لکھنؤ پر تسلط کامل کرنے کے لئے کوئی
جنگ تازہ کرنے ضرورت نہیں۔ لیکن قاصد نے نہایت استواری سے
کہا کہ ابھی آپ گنگا کی راہ پورب کی طرف بھاگنے کا ارادہ ہرگز نہ کیجیے

گا۔ کناروں پر باغی پڑے ہیں یقیناً آپ کو پکڑ کر مار ڈالیں گے جب تک ہیولاک صاحب کی فوج آگے بڑھے اور فتح گڈھ فتح کرے اس وقت آپ چپ چاپ جہاں ہیں وہیں بیٹھے رہئے۔

پچیسویں اگست روز شنبہ

آج نینی تال سے رہنما میرا قاصد آ پہونچا اور میم صاحب کے پاس سے ایک مسرت نامہ لایا اس میں انھوں نے اپنی اور مس گرلیسی کی خیر و عافیت لکھی تھی چونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ مبادا خان بہادر خاں کی فوج نینی تال پر حملہ آور ہو بنظر مزید احتیاط میم صاحب اور گرلیسی اور میموں کے کوہ الموڑا پر بھیج دی گئیں رہنما رام زی صاحب کے پاس سے بھی ایک مختصر چٹھی میرے نام لایا صاحب لکھتے ہیں کہ پیلی بھیت کی راہ پہاڑ پہونچنے کا ارادہ ہرگز نہ کیجئے گا کیونکہ تمام ملک میں تہلکہ پڑا ہوا ہے اور باغی بھرے ہوئے ہیں پس اس ارادہ پر ضرور ناممکن ہے۔ ان چٹھیوں سے حالات عامہ بہت اچھے خاطر خواہ معلوم ہوئے دہلی میں مدد آگئی اور امید ہے کہ اس مہینے کے آخر ہونے تک فتح ہو جائے بیس ہزار آدمی انگلستان سے چلے آرہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نینی تال اور منصوری اور اور مقامات کے مابین آمد و رفت خطوط کی جاری ہے

کیونکہ عزیزان وطن کے حالات ۱۸- جون تک کے میم صاحب کے پاس پہونچے وے لوگ خیر و عافیت سے ہیں اور ہماری مصیبت ناک حالت سے بالکل بے خبر۔ شام ہونے کے کچھ دیر بعد ہردیو بخش کا ایک آدمی دھرم پور سے یہ کہنے آیا کہ ہردیو بخش نے ایک آدمی اس امر کی تحقیق کرنے کے لئے روانہ کیا تھا کہ دیکھو دریا کا کیا حال ہے وہ آج واپس آیا ہے اور بیان کرتا ہے کہ تا کانپور راہ بالکل صاف اور مامون ہے۔ چونکہ اب یہ اچھی طرح متیقن ہے کہ زیادہ دن نہ گذریں گے اور ہم روانہ ہو جائیں گے اسی واسطے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ میجر رابرٹسن صاحب اور مسٹر چیر چیر صاحب کو بھی اپنے ارادے سے اطلاع دیں تاکہ وے لوگ بھی ہم سے آملیں۔ پس پروبن صاحب نے رابرٹسن کے نام ایک چٹھی اطلاع کی لکھی اور ان کو یہ بھی لکھا کہ اس بات کو بالکل مخفی رکھئے گا کیونکہ ہمارا امن اور ہمارے عزم کی کامیابی کُلیتہً اسی پر منحصر ہے جنرل ہیولاک صاحب کے قاصد نے پھر باصرار ہم کو سمجھایا کہ دریا کی راہ عزم روانگی ہرگز نہ کیجئے گا کیونکہ مجھ کو یقیناً معلوم ہے کہ دریا کے کناروں پر دونوں طرف سے بہت سے مقامات میں دشمنوں کی فوج توپیں لئے پڑی ہے اور ادھر سے ہو کر آپ ہرگز نہ نکل سکیئے گا جو کچھ اس ہرکارے نے مجھ سے کہا تھا وزیر سنگھ کے ساتھ ہم نے ہردیو بخش کو کہلا بھیجا۔ ہردیو بخش نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہاں میرے پاس بھی اسی طرح کی خبر آئی ہے اور اسی لئے میں نے پھر قاصد روانہ کئے ہیں کہ ٹھیک خبر لائیں دریا کا کیا حال ہے اور یہاں سے کانپور

تک کہاں کہاں باغی بڑے ہیں تا واپس آنے ان قاصدوں کے آپ لوگوں کا جانا ملتوی ہے یہ سب باتیں بہت غمگین کرتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارے چاروں طرف آگ لگ رہی ہے اور کسی صورت سے امید نہیں کہ ہم اس دوزخ مصیبت سے نکل جائیں ہم سے صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزرا کی طرح بہ تضرع و زاری خدا سے دعا مانگیں کہ ہم کو اور چھوٹے بچوں کو اچھی راہ دکھا۔ آج ایک قاصد دہلی سے چٹھی لے کر آیا وہ چٹھی حسب دستور جوتے کے تلے میں چھپی ہوئی تھی جب ہم نے اس کو کھولا تو ہم بہت ناامید ہوئے کیونکہ وہ ہم میں سے کسی کے نام نہ تھی بلکہ پول صاحب کی طرف سے جو ہم خیال کرتے کہ نویں نیزہ بردار رسالے میں ہٹسن صاحب نامی کا نپور کے ایک عہدہ دار کے نام کی تھی قاصد کہتا تھا میں دہلی سے ۱۸ تاریخ کو چلا اسوقت تک سب کام درست تھا۔ ۱۲ تاریخ بیرون شہر سرکاری فوج نے ایک میدان جیتا اور بہت نقصان نہیں ہوا۔ دشمن کی طرف سے البتہ پانسو آدمی مارے گئے ہوں گے باغی لوگ ہر روز باہر نکل کر دھاوا کرتے ہیں اور محاصرین پر حملہ کیا کرتے ہیں لیکن ایذا کم پہونچتی ہے اور نقصان بہت نہیں ہوتا بمبئی سے مدد آ پہونچی ہے اور فیروزپور سے محاصرے کا توپ خانہ بہت جلد آنے والا ہے اور لوگ امید کرتے ہیں کہ اس کے آتے ہی سب کام ختم ہو جائے گا۔

ستائیسویں اگست روز چہار شنبہ

آج ارادۂ روانگی کے باب میں کوئی بندوبست نہیں ہوا اور ہم بہت گھبرا رہے ہیں کہ آج فرخ آباد سے بہت بھاری توپوں کے چلنے کی آواز آئی ہم نہیں جانتے کہ اس کا کیا سبب ہے لیکن ان توپوں کے چلنے سے ہم کو یہ یاد آجاتا ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ہم ایسی جگہ کے قریب بیٹھے ہیں جہاں ہمارے خون کے پیاسے اس کثرت سے جمع ہیں۔ آج کی تلاوت میں بھی آیات زبور نہایت تسلی بخش تھیں اور ہماری حالت کے مناسب مجھ کو اس سے سخت استعجاب ہوتا خصوصاً ایک سو اکیسویں آیت۔ ایک برہمن چرچر صاحب کا ملازم جس کو لوگ کہتے ہیں کہ وہ صاحب کا معتمد علیہ ہے آج میجر رابرٹسن کے پاس سے ایک چھٹی ہمارے نام لایا انھوں نے لکھا ہے کہ اگرچہ میں ایسا ناتواں ہو گیا ہوں کہ جب زخم پر پٹی باندھنے کے لئے مجھ کو جنبش دیتے ہیں تو غش آجاتا ہے لیکن فرض

ذمہ سمجھتا ہوں کہ اس موقع کو غنیمت سمجھوں جو خدا نے اپنی قدرت سے مہیا کیا ہے اور ان خوفناک خطروں سے کہ ہر طرف سے ہم کو دبا رہے ہیں بھاگ جانے میں کوشش کروں اگرچہ میں خیال کرتا ہوں کہ احتمال فرار بہت ضعیف ہے اور ایسا ارادہ بھی خطرناک لیکن میں تیار ہوں جب مجھ کو خبر پہونچے گی کہ فلاں وقت روانگی کے لئے مقرر ہوا آپ لوگوں سے کشتی میں آملوں گا۔ برہمن نے اپنے مقدور بھر مجھ کو سمجھایا کہ آپ اس ارادے سے دست کش ہو جئے کیوں کہ یقیناً اس کا انجام ہلاکت ہے مگر آنکہ ہردیو بخش کم سے کم چار سو آدمی توڑہ دار بندوقیں لیے ہوئے متفرق کشتیوں پہ سوار کر کے آپ کے ساتھ روانہ کرے اس نے کہا کہ چہ جیرصاحب تو یقیناً اس خطرے میں اپنے تئیں نہ ڈالیں گے بلکہ وے ترجیح دیتے ہیں کہ جہاں ہیں وہیں امیروں کے پاس چھپے رہیں ہم نے اس قاصد کو رخصت کر دیا اور کہا کہ اپنے آقا سے یہ کہہ دینا کہ ہم نے تو بالکل ارادہ مصمم کر لیا ہے کشتی کے مہیا ہوتے ہی روانہ ہوں گے۔

۲۹ اگست یوم جمعہ

پچھلی رات جب تھوڑی رات رہی ہم سب لیٹے ہوئے تھے لیکن جاگ رہے تھے اور اپنی اداسی کی حالت میں پڑے تھے یکایک جونس صاحب نے کہ بڑے خوش آواز ہیں اس مضمون کا گیت گانا شروع کیا۔ شام غربت میں مجھے صبح وطن یاد آئی۔ تمام عمر کبھی مجھ پر ایسا اثر نہیں ہوا جیسا کہ اس گیت کے سننے سے۔ ہم سب کے سب اس گیت کو سن کر حالت وجد میں تھے۔ تھوڑی دیر بعد سیتارام آیا اور جنرل ہیولاک صاحب کے پاس سے ایک چھٹی ہمارے نام اور دوسری ہردیو بخش کے نام لایا دونوں پر کے قلم میں بند تھیں اور نہایت مختصر۔ جنرل صاحب نے ہم کو بتاکید لکھا کہ آپ لوگ جہاں ہیں وہیں بنے رہیئے اور انتظار موقع کیجیے کیونکہ باغی تمام سڑکوں میں بھرے ہوئے ہیں اور مرور نہایت خطرناک بلکہ ناممکن ہے۔ ہم سب کے سب یہ پڑھ کر سست ہو گئے اور باخود باہا مشورہ کیا کہ آیا جنرل صاحب

کی صلاح پر عمل کریں اور جہاں ہیں وہیں بنے رہیں یا خطرِ سفرِ دریا اختیار کریں۔ بعد چنیں و چناں یہ تدبیر قرار پائی اور یہ اس قسم کی تھی کہ المرء افاء ابتلی ببلیتین فیختار اھونھما یعنی یہاں زیادہ عرصے تک رہنا قریبِ ہلاکت متیقن ہے اور روانہ ہونا اگرچہ بدرجہ غایت خطرناک ہے لیکن تاہم ایک احتمال بھاگ جانے اور بچ نکلنے کا بھی ہے۔ پس ہم تینوں متفق الرائے ہو گئے کہ دریا کی راہ جانا چاہیے اتنا وقت باقی نہ تھا کہ تامل میں ضائع کیا جائے کیونکہ سیتارام نے بیان کیا کہ باغی پھر جمع ہوتے جاتے ہیں لیکن اس وقت تک دریا کے کناروں پر نہ کوئی توپ ہے نہ کوئی فوج۔ ہم سب کو بہتر معلوم ہوا کہ پرون صاحب اسی وقت ہردیو بخش کے پاس جائیں اور جنرل ہیولاک صاحب کی چٹھی اس کو دیں اور یہ کہیں کہ جس وقت آپ کی خوشی ہو ہم روانہ ہونے کو تیار ہیں۔ پرون صاحب گئے اور دو گھنٹے کے بعد واپس آئے اور کہا کہ ہردیو بخش نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ کل کشتی میں ہم کو روانہ کرے۔ اے خدا اپنے رحم بے حد سے ہمارے ساتھ ہو اور ہماری نگہداشت کر اور اس امن میں جس کی ہم تمنا کر رہے ہیں پہونچا۔ ہم نے رابرٹسن صاحب اور جیرجر صاحب کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ ان کو بھی اس بند و بست سے اطلاع دے اور چونکہ رابرٹسن صاحب کشتی تک پیادہ پا نہیں پہونچ سکیں گے ان کے لانے کے لئے کہار روانہ کئے۔

تیسویں اگست روز یکشنبہ

آج میں بہت سویرے جاگا اور سب کو اٹھایا چونکہ اس وقت پانی برس رہا تھا باوجود صبح ہو جانے کے بھی تاریکی تھی اور یہ وقت ہمارے مطلب کے لئے بہت مناسب تھا ہم سب کے سب اس چھوٹے سے چھپر میں جمع ہوئے اور بہ تضرع دعا کی کہ اے خدا ہمارے ارادے میں برکت دے اور اس کا شکر ادا کیا کہ اس نے بہت سے رحم ہم پر کئے اور اب تک اس جگہ میں ہم کو بچایا اور یہاں ہماری یہ آخری نماز تھی صبح کے سات بجے ہردیو بخش خود آئے کہ ہم کو کشتی پر لے چلیں ٹھاکر لوگ اور گاؤں کے اور مکھیا آدمی جو ہمارے پاس آتے جاتے تھے اور ہمارے پاس بیٹھا کرتے تھے اور پچھلے دنوں میں کہ مشکل سے کاٹے کٹتے تھے ہم کو خبریں لا دیا کرتے تھے کشتی تک ہمارے ساتھ گئے۔ دھرم پور کے محاذی رام گنگا میں کشتی بندھی کھڑی تھی اور سب سامان تیار تھے ہمارے گروہ میں گیارہ آدمی بطور محافظ توڑہ دار بندوقیں باندھے ہوئے تھے۔ آٹھ ملاح اور

سب کے حاکم ہردیو بخش کے سالے ٹھاکر پرتھی لال۔ سیتارام بھی ہمارے ساتھ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہماری فوج کا نپور میں فلاں جگہ ٹھہری ہے اور راہ دکھانے کے کام کا تھا اور دہنا بھی ساتھ ہوا کہ جب ہم کانپور خیریت سے پہونچ جائیں تو ایک چٹھی ہردیو بخش کے نام لے کر فوراً لوٹ آئے اور ایک چٹھی میری میم صاحب کے نام نینی تال پہونچا دے کسورہ کے ٹھاکروں میں سے ایک شخص پورن نامی بھی ہمارے ساتھ گیا دو گھنٹے سے زیادہ ہم کشتی میں رابرٹسن صاحب اور جیر صاحب کا انتظار کرتے رہے اور چونکہ ہمارا بچاؤ بالخصوص اسی پر منحصر تھا کہ جلد روانہ ہوں اور کسی کو اطلاع نہ ہو اس عرصہ انتظار میں ہم کو اپنی جانوں کا سخت اندیشہ تھا اگر فرخ آباد میں نواب یا صوبہ داروں کو یہ خبر پہونچ جاتی کہ ہم نے بھاگ جانے کا منصوبہ کیا ہے تو کیا دشوار تھا وے لوگ چند سپاہی گنگا کی راہ روانہ کر دیتے یہ لوگ اس جگہ جہاں رام گنگا دریائے گنگ میں آملی ہے اگر ہماری کمین میں بیٹھتے اور پہونچتے ہی ہم کو پکڑ لیتے کیونکہ یہ لوگ اس جگہ پر فرخ آباد سے دو گھنٹے سے بھی کم میں پہونچ سکتے تھے اور چونکہ رام گنگا بہت پیچ وخم کھا کر بہتی ہے ہم کو دن بھر گذر جاتا تب کہیں پہونچتے لیکن بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہردیو بخش نے پیش بندی کر کے ایک رات پہلے اپنے علاقہ میں دونوں دریاؤں کے گھاٹوں پر سب کشتیاں پکڑلی تھیں اور اس طور پر فرخ آباد کی آمد و رفت کی سب راہیں بند کر دی تھیں۔ مگر گنگا کا اتار تا بہ دیر بند رہنے سے لوگ خود بخود جان جائیں گے اور ہر ایک کو شک پیدا ہوگا کہ گھاٹ کیوں بند کیا گیا

ہے ہردیو بخش ہمارے بچاؤ کی نظر سے یہ صلاح دیتے ہیں کہ آپ لوگ بلا تضیع وقت فوراً کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہو جایئے اس وقت ہم بہت تردّد کی حالت میں تھے نہ تو اس کی برداشت ہو سکتی تھی کہ بیچارے اپنے ہم وطنوں کو پیچھے چھوڑ جائیں اور اگر ہم کچھ بھی زیادہ دیر کرتے ہیں تو شاید ہماری جانیں تلف ہوں اور ان کو بھی کچھ فائدہ نہ پہونچے۔ آخر کار جب تلخی انتظار حد سے گذری تب میجر رابرٹسن صاحب اور رچرڈ صاحب کے پاس سے ایک قاصد آیا اور کہا کہ رابرٹسن صاحب اور رچرڈ صاحب اُس خطر میں اپنے تئیں ڈالنا نہیں چاہتے۔ بیشک رچرڈ صاحب کے اسی ملازم برہمن نے ان لوگوں کو بھی منع کیا ہوگا جو کہ ہم کو اس سفر سے ڈرانے کے لئے بہت سے دلائل بیان کرتا تھا۔ پس اب کوئی چیز مانع روانگی نہ رہی اور ہماری اٹکل میں گیارہ بجے ہوں گے کہ ہم روانہ ہوئے بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا ہردیو بخش بھی چند میل تک دریا کے کنارے سوار ہو کے ہمارے ساتھ چلے آئے اور پھر ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم کو خبردار کر گئے کہ خبردار کشتی کے اندر اسی جگہ بیٹھے رہنا جو پٹی ہوئی ہے اور کسی طرح اپنے تئیں ظاہر مت کرنا کیونکہ اگر ایسا کیجیے گا تو لوگ جان جائیں گے اور اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اس نے بیان کیا کہ ملاحوں کی طرف سے اطمینان کرنے کے لئے میں نے ان کی بی بی بچوں کو پکڑ رکھا ہے اور ان کو اس وقت چھوڑوں گا جب یہ خبر آجائے گی کہ آپ لوگ کانپور میں صحیح سلامت داخل ہو گئے بندو قچی بھی میرے اپنے نزدیک کے رشتہ دار ہیں اور ان پر اعتماد کامل ہے۔ لیکن میں ملاحوں

کی بہ نسبت جن کی وفاداری کے لئے ضمانت مکتفی لی گئی تھی - ان بندوقچیوں پر زیادہ شک رکھتا تھا کیوں کہ میں یقین کرتا تھا کہ ذرا خوف کی بات ہوتے ہی یہ لوگ دریا میں کود پڑیں گے اور اس میں مچھلی کی طرح تیر کر نکل جائیں گے۔ برائے نام یہ کہا گیا تھا کہ کشتی میں ہردیو بخش کی کنبے کی قرابت دار عورتیں دھنا سنگھ تعلقدار کے ایک گانوں ترواپلیا کو جو دریائے گنگ کے کنارے سمت اودھ پر سب سے الگ تھلگ بستا ہے اپنے عزیزوں سے ملنے جاتی ہیں یہ دھنا سنگھ ہردیو کا بڑا دوست تھا اور تا کانپور دریا کے دونوں طرف اس کا بڑا رعب داب بیٹھا ہوا تھا اگر وہ سمجھے گا کہ راہ مامون ہے تو وہ کانپور تک ہمارے ساتھ چلے گا ورنہ وہ ہم کو اپنے پاس ٹھہرا کر پناہ دے گا تاوقتیکہ ہماری نسبت اور کچھ تجویز مناسب کی جائے۔ اول راہ میں پچیس میل تک ہم کو کچھ خطرہ پیش نہیں آیا کیونکہ ہردیو بخش کا دباؤ ہماری حفاظت کو کافی تھا پھر تیس میل تک یعنی وہاں تک جہاں کہ رام گنگا گنگا میں ملتی ہے بڑا خوف تھا لیکن جابجا کنارے پر ہم کو قاصد ملتے جاتے تھے اور خبر دیتے جاتے تھے کہ آگے گذر بامن ممکن ہے یا نہیں - ایک جگہ کشتی ٹوٹ جانے کا بڑا خوف ہوا ملاحوں نے ایک نئی راہ لی اور ایک بڑی تیز دھار میں جا پڑے جو بے ڈھنگی طرح شاید چار فٹ اونچے سے گرتی تھی دھار بڑی تیزی سے بہتی تھی لیکن چونکہ پانی کم تھا کشتی بیچ میں پہونچ کر زمین پر ٹھہر گئی اور دس منٹ اٹکی رہی۔ ہم مبادرت نہیں کر سکتے تھے کہ باہر نکلیں اور چپ چاپ بیٹھے رہنا سخت مشکل تھا ایک تو چھوٹی سی جگہ اور وہ بھی بند اس میں ہم سب بھچے ہوئے بیٹھے تھے

دوسرے کشتی ایسی جھکی ہوئی تھی کہ گویا اتار چڑھاؤ پر ہے پانی غل شور کرتا ہوا اور ابلتا ہوا ہمارے آس پاس بہ رہا تھا آخر کار ملاحوں نے ایسی تدبیر کی کہ کشتی کو نکال لے گئے اور وہ ڈیڑھ چلی یہاں تک کہ رام گنگا کا دہانہ جب دو یا تین میل رہا وہاں پہونچے امسال دریا نے اپنا سیل اتنا بدل دیا ہے کہ بہت سے چکروں میں ہم نے دیکھا کہ ہم ٹھیک موضع قاسم پور کے مقابل ہیں جو گنگا کے داہنے کنارے بستا ہے اور شاید دریا کے چار میل اور اوپر بڑھ کر ہے - یہ گانوں بڑا بدمعاش ہے ہم کو معلوم ہے کہ اس گانوں کے باشندے مفروران فتح گڈھ کو قتل کرنے اور ان کی کشتیوں کو لوٹنے میں اصل بانی فساد تھے وہ ہولناک حادثہ اسی گانوں کے متصل واقع ہوا اسی لئے ہم ایسے تردد کی حالت میں کہ سانس اندر کی اندر اور باہر کی باہر رہ گئی تھی اس گانوں کو دیکھ رہے تھے - یہ گانوں ایسے بلند کنارے پر واقع ہے کہ ہم کو دھار کے بہاؤ پر آتے اور چکروں میں گھومتے ہوئے لوگ بالضرور دیکھ لیتے اور ہم ڈر رہے تھے کہ خلاف معمول کشتی کا نظر پڑنا بالضرور لوگوں کو متوجہ کرے گا اور لوگ کشتیوں میں بیٹھ بیٹھ ہم کو آپکڑیں گے جس وقت ہم گنگا میں پڑلیے آفتاب قریب الغروب تھا اس مقام پر دریا کا پاٹ ایک میل کے قریب چوڑا ہے اور صرف پاؤ میل قاسم پور سے نیچے ہٹا ہوا - ہم ایسے تردد سے اس گانوں کو دیکھتے رہے کہ جس سے ایک نوع کا صدمہ روح پر ہوتا تھا لیکن وہ گانوں ایک شہر خموشاں کی طرح تھا کوئی شخص ہم کو ادھر ادھر چلتے پھرتے نہیں دکھائی دیا اور جب ہم دیکھتے تھے

کہ ہم ایسی بے خبری کی حالت میں اس گاؤں کے پاس سے نکلے جاتے ہیں تو ہم نہ دل سے خدا کا شکر کرتے تھے لیکن ہم نے اپنے تئیں محفوظ خیال کرنے میں اس وقت تک دلیری نہیں کی جب تک کہ وہ مقام مکروہ لگاہ سے بہت دور نہیں ہو گیا۔ ہنوز گنگا طغیانی پر تھی اور ہم نہایت تیزی کے ساتھ بہاؤ پر چلے جاتے تھے۔ اور حتی الامکان بیچ دھار کو پکڑے ہوئے تھے ایک جگہ جہاں کہ دریا نہایت تنگ تھا ہمنے دیکھا کہ بڑے گاؤں کے متصل ایک گھاٹ ہے کنارے پر بہت سی کشتیاں کھڑی ہیں اور لوگ اترنے کو جمع ہیں سوائے گھاٹوں کی کشتیوں کے کہ یہاں اور اور گھاٹوں پر موجود پائیں اور کوئی چیز گنگا میں نہیں بہتی تھی یا تو کبھی یہ حال تھا کہ پچاس تک اس دریا میں رات دن برابر بیڑے بے روک ٹوک آتے جاتے تھے یا اب یہ صورت ہے کہ سوائے اس ایک کشتی کے جسمیں انگریز سوار ہو کر فتح گڈھ سے بھاگے تھے اور جس کا حال اس وقت مطلقاً معلوم نہیں تب سے ایک کشتی بھی دریا میں نہیں دیکھی گئی لوگوں نے خلاف عادت جو یہ دیکھا کہ ایک کشتی بہی ہوئی دھار کے بہاؤ پر تیزی سے چلی آتی ہے اور مسلح آدمیوں کا ایک گروہ اس پر سوار ہے تو سب نے بغور کشتی کو تاڑنا شروع کیا ہم کو تو مطلق امید نہ تھی کہ ہم اس گھاٹ سے بخیر وعافیت گذر جائیں گے جب قریب پہونچے ہمارے بندوقچیوں نے اپنے کارتوس اور سینگڑے سب تیار کر لئے کہ شاید ضرورت پڑے جیسا کہ ہم سمجھتے تھے وہی واقع ہوا یعنی لوگوں نے آمادۂ جنگ ہو کر ہم سے پوچھا کہ کون ہو ٹھہر جاؤ اور کنارے پر اتر آؤ۔ بھا کرنے

جواب دیا کہ میں اپنی مستورات کو ترداپلیا لیے جاتا ہوں ٹھہر نہیں سکتا۔ تب ایک شخص بولا کہ تمہاری کشتی میں انگریز ہیں ابھی کنارے پر آجاؤ بھٹا کر پرتھی پال نے فوراً جواب دیا کہ ہم تو آرزو کرتے ہیں کہ انگریز ہماری ناؤ میں ہوتے ہم جھٹ پٹ ان کا کام تمام کر کے ان کا مال واسباب لیتے لوگوں نے پھر للکارا کہ ٹھہر جاؤ اور کنارے پر اتر آؤ لیکن چونکہ دھار بڑی زور میں بہہ رہی تھی اتنی دیر میں ہماری کشتی بہ کر دور نکل گئی اب دریا کا پاٹ پھر زیادہ آگیا اور ہم بیچ دھار میں پڑ گئے ایک تو ہم میں اور کنارے والے لوگوں میں فصل ہو گیا اور دوسرے انھوں نے دیکھا کہ بندوقچی اپنی بندوقیں لیے تیار ہیں وہ لوگ بھی ڈر کر رہ گئے اور ہمارا تعاقب نہ کر سکے اس کے بعد ہم بے روک ٹوک چلے گئے حتیٰ کہ تاریکی شب زیادہ ہوئی کشتی ٹھہرا دی اور ایک نہایت ویران جگہ میں کہ سب سے الگ تھلگ تھی اتر پڑے یہاں بڑی بڑی گھاس کھڑی تھی اسی کی اوٹ میں کشتی کا لنگر ڈال دیا۔ اور چوں کہ دریا کا پانی کناروں پر ٹکراتا تھا اس کے صدمے سے کشتی آدھی خشکی میں سرک گئی لوگ کہتے ہیں کہ یہ جگہ ترداپلیا والے دھنا سنگھ کی گڑھی سے صرف ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے جو لوگ ہماری کشتی پر سوار تھے اور ہمارے محافظ جھٹ پٹ کشتی سے اتر کر کنارے پر گئے اور کھانا پکانے لگے دھنا سنگھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینی ہم پر لازم تھی کیونکہ وہ یہاں سے ہمارے ساتھ جانے کو تھے اور ان کو ساتھ لیے بغیر آگے بڑھنے کا قصد کرنا لاحاصل محض تھا۔ اور ہمارے ساتھ کے لوگوں میں سے صرف ایک

ملّاح دھنا سنگھ کی گڑھی کا راستہ جانتا تھا۔ جس جنگل کے پہلو میں ہم شب باش تھے اس کے ادھر جھیل میں گڑھی واقع ہے سو اس ملاح نے بھی عذر کیا کہ راہ میں ایک جھیل واقع ہوتی ہے میں تو رات کے وقت اکیلا نہیں جاؤں گا۔ ہم نے اپنے محافظوں اور ملاحوں سے کہا کہ چند آدمی اس کے ساتھ جاؤ کوئی رسوئی چھوڑ کر جانے پر رضا مند نہ ہوا آخر کار ٹھاکر نے ایک ملاح کو پکڑ کر خوب پیٹا اور دھمکا کر کہا کہ چل ہم چلتے ہیں ہمارے ساتھ چل۔ الغرض وے لوگ ایک چھوٹی سی بٹیا کو ہو لئے اور لمبی لمبی گھاس میں بہت جلد نظر سے غائب ہو گئے۔ میں اور پرون صاحب کشتی سے اترے اور کنارے پر ٹہلنے لگے اور سخت تردد میں یہ گفتگو کرتے جاتے تھے کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ ہم کو چھوڑ کر چل دیے ہوں یا بالفرض اگر گڑھی میں پہونچیں بھی تو کیا معلوم ہے کہ دھنا سنگھ ہماری بات پر التفات کرے یا نہ کرے۔ وہ میدان وسیع نہایت وحشت ناک جگہ تھی میں عمر بھر کبھی ایسا موقع نہ دیکھا تھا ملاح اور جو لوگ ہمارے ساتھ ہماری محافظت کو آئے تھے یہ لوگ بھی مخوف معلوم ہوتے تھے اور چپ چاپ بیٹھے ہوئے رسوئیاں پکا رہے تھے کہیں سے کوئی آواز نہیں سُن پڑتی تھی مگر گڑھوں میں بیشمار مینڈک ٹرٹر کر رہے تھے یا مچھلیاں کھڑبڑا رہی تھیں دو گھنٹے کے قریب اسی حالت میں گذر گئے نہ تو ہمارے قاصد نظر پڑے اور نہ کوئی اور چاندار ہمارے پاس آیا آخر کو پرون صاحب نے یہ تجویز کی کہ باوجود خطرات کے ہم کو آگے چلنا بہتر ہے رات تمام ہوئی جاتی ہے اور ابھی وہ مقام جہاں دریا زیادہ خطرناک آگے آتا ہے پر

ضرور ہے کہ پردہ تاریکی میں اس سے نکل جائیں یہ جگہ جس درجے کی ویران ہے ظاہراً رات بھر یہاں پڑے رہنا مصلحت نہیں تھوڑی رات سے چرواہے اپنے مویشیوں کو چرانے آویں گے اور دن نکلتے ہی بیشک ہم کو دیکھ پاویں گے اور اغلباً گانؤں والوں کو جا خبر دیں گے اور وے اگر ہمارا کام تمام کر ڈالیں گے۔ میری رائے اس کے بالکل برخلاف تھی میں کہتا تھا کہ دھنا سنگھ کو ساتھ لئے بدون روانہ ہونا نہ چاہئے۔ یہ بھی مہر دیو بخش کے انتظام کا ایک جزو ہے کہ دھنا سنگھ ہمارے ساتھ رہے پس اگر ایسے ضروری موقع میں ہم ذرا بھی اس کے انتظام سے عدول کریں گے تو جتنے لوگ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہیں پھر اپنے تئیں ہماری محافظت کا ذمہ دار نہ سمجھیں گے اور کیا عجب ہے کہ چھوڑ کر چل دیں۔ پمرو بن صاحب راضی ہوئے کہ اچھا آدھ گھنٹے اور ٹھہرو۔ یہ قیام نہایت تردد اور تذبذب کی حالت میں تھا میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اور قریب الیاس تھا کہ اتنے میں آتے ہوئے آدمیوں کی آوازیں آنے لگیں اور فوراً دھنا سنگھ مع ہمارے قاصدوں اور چند ساتھیوں کے آپہنچے وہ ایک بڈھا آدمی تھا سر کے بال بالکل سفید تھے لیکن باوجود معمر ہونے کے بھی بہت کڑے دم اور ہٹا کٹا تھا اس کی وضع سادہ اور خود دارانہ سے میں نے فوراً یہ جانا کہ یہ شخص اس قسم کے کام کے لئے نہایت مناسب ہے اس نے آتے ہی کہا کہ بس جلد چلئے اور افسوس ہے کہ اتنا وقت گذر گیا بہت بہتر ہوتا اگر ہم شیوراج پور سے صبح ہوتے ہوتے نکل جاتے دھنا سنگھ نے صرف ایک بات ہمارے شک

کی کی یعنی یہ کہ وہ چاہتا تھا کہ ہماری کشتی میں نہ بیٹھے اور ہمارے ساتھ چلے۔
میں نے اس سے کہا کہ ہماری آرزو یہ ہے کہ آپ ہماری کشتی میں آئیے۔ وہ آیا
تو سہی لیکن تھوڑی دیر پس و پیش کر کے ہماری اٹکل میں دس بجے ہوں گے کہ
ہم روانہ ہوئے اور بڑی تیزی کے ساتھ دریا کی دھار بہنے لگی اور حتی المقدور
وسط دھار کو پکڑے ہوئے تھے۔ دونوں کناروں پر سے متواتر لوگ للکارتے
تھے اور کہتے تھے کہ ٹھہر و اور کنارے پر اتر آؤ۔ لیکن جس وقت ہم چلنے لگے دھنا
سنگھ نے اپنے دو آدمیوں کو جنھیں وہ اپنے ساتھ چڑھا لایا تھا سمجھا دیا تھا کہ جو
کوئی روکے ٹوکے اس کو جواب دے دینا کہ کشتی تر وابلیا والے دھنا سنگھ کی ہے
وے اپنے گھر کے لوگوں کو کانپور کے پاس ایک مشہور گھاٹ پر اشنان
کرانے جاتے ہیں اگر یہ جواب سن کر وے لوگ بس نہ کریں تو پھر تم یہ کہہ دینا کہ
خود دھنا سنگھ بھی کشتی میں سوار ہیں اور اگر یہ بھی کفایت نہ کرے تو میں خود
باہر آ کر روکنے والوں کو جواب دے لوں گا اکثر جگہ اس کو ایسا ہی کرنا پڑتا تھا
کیونکہ آدمیوں کی بات کو لوگ یقین نہیں کرتے تھے اور دوبارہ بتاکید
تمام کہتے تھے کہ ٹھہرو اور کنارے پر نکل آؤ۔ لیکن دھنا سنگھ کی طاقت
والا اور ایک خاص قسم کی آواز سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پوچھنے والے
اس کو سن کر چپ نہ ہو گئے ہوں یہ لوگ یا تو دھنا سنگھ کی بات
سنتے ہی چپ ہو جاتے تھے یا کہتے تھے "چلے جاؤ چلے جاؤ" لیکن ایک
گانوں میں ہم کو بڑا تردد پیش آیا چند لوگوں نے للکارا یہ لوگ دھنا سنگھ
کے بڑے دوست تھے دھنا سنگھ کا حال سن کر بہت خوش ہوئے

اور کہا کہ کشتی کنارے پر لے آیئے اور ہم کو بھی چڑھا لیجئے اس مشکل کے وقت میں دھنا سنگھ نے بڑی مستعدی اور درستی حواس ظاہر کی اس نے ان کی خیر مقدم کا جواب ظاہراً بہت دلی محبت سے دیا اور ملاحوں سے کہا کہ ٹھہر و اب کشتی مت کھیئو اور ان لوگوں سے مختلف شخصوں اور مقاموں کا حال پوچھتا رہا اس طور پر اس نے ان لوگوں کو باتوں میں لگا لیا یہاں تک کہ ہم اس گاؤں سے دور نکل گئے تب اس نے کہا کہ میں اس وقت تو ٹھہر نہیں سکتا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میرے گھر کے لوگ صبح سے پہلے پہونچ کر گنگا اشنان کر لیں لیکن لوٹتے ہوئے دو یا تین دن گاؤں میں ضرور ٹھہروں گا یہ کہہ کر اس نے آدمیوں سے کہا کہ جس قدر جلدی ممکن ہو چلو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور چونکہ دریا اس زور سے بہہ رہا تھا جیسے نشتر گلو میں پانی بہا کرتا ہے ہم اس قدر جلد نکل گئے کہ اگر کوئی ارادہ بھی کرتا کہ گانوں سے کشتی میں بیٹھ کر ہمارا تعاقب کرے تو بے فائدہ ہوتا۔ آدھی رات پر ایک بجے کے قریب مہدی گھاٹ کے پاس پہونچے۔ یہ گھاٹ اودھ اور ان شہروں میں جو دریائے فتح گڈھ کی سمت واقع ہیں بڑا مشہور گھاٹ ہے اور باغی اور بلوائی یہاں بہت جمع تھے دھنا سنگھ بہت متردد معلوم ہوتا تھا کہ کسی طرح یہاں سے بخیریت گذر جائیں کیونکہ بڑا اندیشہ تھا کہ کوئی دیکھ لے گا۔ خدا کی قدرت کاملہ سے جب وہ جگہ ہم سے ایک میل رہی تو بادلوں کا ایک بہت غلیظ اور سیاہ ٹکڑا چاند پر چھا گیا اور اس کے سبب سے تاریکی زیادہ ہو گئی ملاحوں سے کہہ دیا

گیا تھا کہ اپنی ڈانڈ ناؤ میں رکھ لو اور سب لوگ چپ چاپ بیٹھے رہیں اس طرح ہم دھار پر بڑی زور سے بہے اور اس قدر چپ تھے "جیسے قبر میں مردے"۔ بہ سبب تاریکی اور بالکل سناٹے کے ہم ایسے خطرناک مقام سے صاف نکل گئے نہ کسی کو ہماری خبر ہوئی نہ کسی نے روکا ٹوکا اس کے ایک گھنٹہ بعد دو مرتبہ ہماری کشتی ریتی میں اٹکی پہلی مرتبہ تو کشتی کے ہٹانے میں بہت دقت نہیں واقع ہوئی تھی لیکن دوسری بار بہت زور سے اٹک گئی تھی اور قریب تھا کہ پلٹ پڑے لیکن جلد اس کو کسی قدر سیدھا کیا تاہم ایک گھنٹے سے زیادہ کنارے پر اٹکی رہی اس وقت میں تو سمجھا کہ بس اب یقیناً ہمارا کام تمام ہوا کیونکہ ہم کشتی کو بہا نہیں سکتے جتنے لوگ ہماری کشتی پر سوار ہیں چھوڑ کر چل دیں گے اور گاؤں والوں کے ہاتھوں میں ہم پھنس جائیں گے یہ ممکن نہیں کہ ان لوگوں کو خبر نہ ہو دن نکلتے ہی یہ لوگ ہم پر چڑھ آئیں گے۔ ہماری منت سماجت سے سب لوگ جو ہمارے ساتھ حفاظت کے لیے آئے تھے اور سب ملاح پانی میں اتر پڑے اور اس طرح کشتی ہلکی ہوئی آخر کار بڑی مشکل سے اس کو بہا پایا۔ اتفاق بد سے ہم کو یہاں بہت دیر لگی۔ جب ہم اس گاؤں کے پاس پہونچے جہاں لوگ کہتے تھے کہ دشمنوں کا ایک گروہ توپیں لیے پڑا ہوا ہے اور اپنے حساب سے ہم کو امید تھی کہ رات رات میں ہم اس سے نکل جائیں گے تو دن نکل آیا تھا۔ الغرض جب ہم اس مقام پر آئے دھنا سنگھ اور ہم خود نہایت متردد تھے لیکن ہماری

مخلصی بھی خوب ہوئی اور ہم نے تہ دل سے خدا کا شکر ادا کیا کہ جب ہم دریا کے ایک چکر میں گھوم رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ گانوں میں سناٹا ہے اور لوگ بھاگے ہوئے ہیں اگر یہاں دشمن موجود ہوتے تو ہم بالضرور ان کے ہاتھوں میں جا پڑتے کیونکہ فرار ہونا ممکن تھا اب دھنا سنگھ نے ہم سے کہا کہ اگر ہم صرف بٹھور تک پہونچنے میں کامیاب ہو گئے جو یہاں سے آگے دس میل بڑھ کر ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہاں سرکاری فوج ہے تو ہم امن میں پہونچ جائیں گے لیکن وہاں پہونچنے تک چونکہ روز روشن ہو گیا ہے رہ کے جانے کا بڑا خوف ہے چند میل تو ہم بے الکاؤ بڑھے چلے گئے لیکا یک موج کے صدمے سے ہماری کشتی داہنے کنارے کی طرف ہو گئی پہلے تو ایک گھاؤ ملا اور پھر دفعتہً دیکھا کہ لوگوں کا ایک بڑا گروہ ہے کچھ نہاتے ہیں اور کچھ کنارے پر بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے للکارا اور دھنا سنگھ نے وہی معمولی جواب دیا ان لوگوں کو یہ تو بالکل معلوم نہیں تھا کہ اس کشتی میں صاحب لوگ ہیں۔ انھوں نے دل سوزی کے سبب دھنا سنگھ کو جتا دیا کہ اور آگے مت بڑھو نہیں تو گورے لوگوں کے ہاتھوں میں جا پڑو گے ان کی فوج بٹھور میں پڑی ہے اور وے لوگ سب کشتی والوں کو مار ڈالیں گے ان لوگوں سے یہ سن کر ہم کو کیا ہی خوشی ہوئی دھنا سنگھ نے یہ خبر سن کر معمولی درستی جو اس کے ساتھ بڑا خوف ظاہر کیا اور میری طرف کہ میں اندر کی طرف ہٹی ہوئی جگہ میں لیٹا ہوا تھا کن انکھیوں سے اشارہ کر کے خوف

زندہ بن کر کنارے والوں سے پوچھا کہ سرکاری فوج کہاں پڑی ہے
اور دریا میں ہم کتنی دور تک با امن جا سکتے ہیں۔ لوگوں نے
اس کو ٹھیک مقام فوج بتا دیا اور تب اس نے ان لوگوں سے
کہا کہ ہم اس جگہ کو بچا جائیں گے اور اودھ والے کنارے کی طرف
ہو لیں گے اتنا کہہ کر اس نے ملاحوں سے کہا چلو۔ پھر ہم تیزی کے ساتھ
چل نکلے اور اس طرح ایک خطرۂ عظیم سے بچ گئے ہم ان لوگوں سے
جو کنارے پر کھڑے تھے ایسے قریب تھے کہ میں نے اور پیرون صاحب
نے ایک ایک بچے کو لے کر ان کے منہ اپنے ہاتھوں سے بند کر لئے
تھے کہ ایسا نہ ہو یہ بول یا چلائیں اور ہم کو ظاہر کر دیں اور ہم مارے
جائیں اگلے چند میل تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا اور گیارہ بجے کے
قریب ہم بٹھور پہونچے اب ہم اپنے تئیں مبارکباد دینے کو تھے کہ
آخر کو ہم امن میں آ گئے اور جب ہم بٹھور کے پاس پہونچے تو
دھنا سنگھ نے وہ پردہ کہ ہمارے سامنے لٹکا ہوا تھا اٹھا دیا اور ہم
کو بلایا کہ اب آپ اپنی عملداری میں آ گئے باہر اگر ادھر ادھر دیکھئے
اب ضرورت چھپنے کی نہیں ہے۔ سب سے جونس صاحب
نے چاہا کہ ٹپاؤ سے جہاں رات بھر بند پڑے رہے تھے باہر نکل کر
ہوا میں جائیں جب مجھ کو پھلانگ کر جانے لگے تو میں نے ان
کی ٹانگ اس طرح پکڑی کہ بنا خواست ایک دھکا بھی ان کو لگ
گیا اور ان سے کہا کہ ٹھہر جائیے ابھی تھوڑی دیر باہر نہ نکلیے ابھی یہ بات

میں ختم نہ کرنے پایا تھا کہ پھر پردہ جلدی سے چھوڑ دیا گیا اور کنارے پر ایک آدمی ملا دھنا سنگھ نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے جواب دیا کہ جبا سنگھ کے بیٹے کا سپاہی ہوں۔ اور پار فتح پور چوراسی سے بھاگا کے چند آدمیوں کے ساتھ اس غرض سے آیا ہوں کہ جب انگریزی فوج نے بٹھور پر قبضہ کیا اور نانا صاحب بھاگ گئے تو مجبور ہو کر کچھ اسباب پیچھے چھوڑ گئے تھے اسی کو لینے ہم آئے ہیں۔ دھنا سنگھ نے اس آدمی کے سوالات کے جواب ایسے تڑاق پڑاق دیے کہ اس کو مطلق شبہہ نہ کرنے دیا کہ کشتی کیسی ہے جب دھنا سنگھ نے یہ سنا کہ بٹھور کو سرکاری فوج نے خالی کر دیا اور نانا صاحب اور ان کے مددگار جبا سنگھ کے بیٹے کے لوگوں نے پھر اس پر قبضہ کر لیا تو اس نے بہت فرحت ظاہر کی خود جبا سنگھ جو کانپور کے انگریزوں کی خون ریزی میں نانا کا شریک تھا پندرہ دن کے قریب ہوئے ہوں گے کہ زخمی ہو کر مر گیا اس کی جگہ اس کا بیٹا مقرر ہوا اسی کے ساتھ نانا صاحب اس وقت ہم سے چند میل کے فاصلے پر فتح پور چوراسی میں چھپے ہوئے تھے اس سپاہی سے گذر کر جب کہ ہم اونچے مکانوں کے پاس سے ہو کر جا رہے تھے کئی گولیاں متواتر چلیں اور ہم نے دیکھا کہ کئی سو مسلح آدمی مکانات کے اندر اور آس پاس جمع ہیں لیکن ہم کو لوگوں کی آواز نہیں سن پڑی اور ہم سمجھے کہ آج عاشورہ محرم ہے اور مسلمانوں کا بڑا تیوہار ہے

تعزیے اٹھائے گئے ہیں شاید اسی سبب سے فیر مونی ہو گی فی الحقیقت یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہم کیوں کر نکل بھاگے اور لوگوں کی اتنی بھیڑ نے کہ سب کے سب مسلح تھے اور ہمارے دشمن جانی ہو کر ہم کو نہ دیکھا دو مہینے سے صرف یہی ایک ہماری کشتی دریا میں دیکھ پڑی تھی اور خلاف عادت کسی چیز کا نظر پڑنا بیشک لوگوں کو متوجہ کرتا تو عجب نہ تھا لیکن بہ این ہمہ کوئی ہمارا مزاحم نہیں ہوا اور نہ کسی نے ہم کو روکنے کا ارادہ کیا۔ اس خوفناک جگہ یعنی بٹھور سے باہر نکل جانے تک ایک گھنٹہ بڑے سخت تردد میں گذرا جب ہم بٹھور کو دو میل کے قریب پیچھے چھوڑ آئے تو دھنا سنگھ جس نے میری طرح تمام شب آنکھ نہیں جھپکائی تھی آیا اور پٹی ہوئی جگہ میں لیٹ گیا اور ہم سے کہا کہ اب سب کام ٹھیک ہے میں ذرا سو رہوں تھوڑی دیر کے بعد کانپور دور سے نظر پڑا اور ہم اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے چونکہ سامنے کی ہوا اس وقت بڑی زور سے چل رہی تھی اور امواج دریا اکثر پیچھے کی طرف ہٹاتی تھیں اس سبب سے کانپور تک پہنچنے میں اتنی دیر لگی کہ ہم گھبرا اُٹھے۔ سلامتی کی امیدیں جب پوری ہونے کو ہوئیں ناگاہ ایسا معلوم ہوا کہ بالکل باطل ہوا چلتی ہے کیوں کہ ہوا نے ہماری کشتی کو آگے رکھ لیا اور بہ رغم مساعی ملاحاں کہ وے

اب نہایت تھک کر چور ہو رہے تھے کشتی کو اودھ والے کنارے کی طرف دھکا دے کر آدھی دور سے زیادہ لے گئے۔ اس کنارے پر دشمنوں کی فوج کانپور کے مقابل پڑی تھی ان کے ڈیرے ہم کو صاف نظر پڑنے لگے اور ہم نے ان کی تیاری کے طنبور اور بگل بجتے سُنے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ انھوں نے ہم کو یہ سمجھا کہ یہ لوگ لڑنے آتے ہیں ہم تو ڈر رہے تھے کہ وہ لوگ ہم پر باڑھ ماریں گے لیکن حسن اتفاق سے انھوں نے ایسا نہیں کیا اور چونکہ ہوا بھی کم ہو گئی تھی بڑی مشکلوں سے ہم نے پھر اپنی طرف کنارہ پکڑ پایا تھوڑی دیر بعد ہم سکھوں کے ایک بکٹ کے پاس جا نکلے یہ پہرا پرانے میگزین کے پاس کھڑا تھا یہ نہایت فرحت افزا چیز تھی کہ بہت سی گھبراہٹ کے دنوں اور راتوں کے بعد ہماری آنکھوں کو نظر پڑی چوں کہ کسی طرح امکان نہ تھا کہ وے لوگ یہ خیال کرتے کہ اس کشتی میں اپنے آدمی ہوں گے ہم کو دیکھنے اتر آئے اور ہم پر باڑھ مارنے کے لئے اپنی بندوقوں کے گھوڑے چڑھا لئے۔ وزیر سنگھ نے ان کو انھیں کی بولی میں پکارا اور کہا کہ ہم فلاں فلاں ہیں ہندوستانی عہدہ دار جو حاکم فوج تھا اور سب آدمی دوڑے آئے اور مبارک باد بجا دینے لگے اور اس طرح تہ دل سے خوش معلوم ہوتے تھے

کہ گویا ہمارے ہم وطن ہیں انھوں نے ہم سے کہا کہ دریا دریا
ابھی اور آگے چلے جایئے یہاں تک کہ کیمپ ملے جہاں فوج پڑی
ہے وہ جگہ اس طرح پہچان پڑے گی کہ وہاں ایک دخانی
جہاز نیچے بندھا ہوا کھڑا ہے ہم ان سے رخصت ہو کر آگے
بڑھے اور آدھ گھنٹے میں فرودگاہ پر پہونچے چونکہ ہوا بہت سخت
تھی اور دھار بڑے زور سے بہ رہی تھی مشکل سے ہم نے
کشتی کو ایک اور کشتی کے پاس جو دخانی جہاز کے قریب
بندھی تھی جا لگایا جب کنارے پر اترے تو دل سے شکر نکلتا
تھا اور مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے یہ سمجھ کر کہ اب
ہم آخر کو پہونچ گئے اور اپنے ہم وطنوں میں آملے۔ ٹھیک ۲۷
گھنٹے تک ہم دشمن کے علاقے میں ڈیڑھ سو میل کے قریب
دریا کی راہ چلنے کے بعد دن کے دو بجے کے قریب اگست کی
اکتیسویں تاریخ کشتی سے اترے گھاٹ پر گوروں کی چوراسی
بطور پکیٹ کے تعینات تھی لوگ ہمارے آس پاس
جمع ہو گئے اور ہم کو ہمارے گوشت پوست سے بھی زیادہ
گرم مہری کے ساتھ متواتر مبارکباد نجات دینے لگے پر دین
صاحب کی میم پر سب کے سب نہایت مہربان تھے اور
اصرار کرتے تھے کہ بچوں کو اور اسباب کو جہاں کہیں آپ کو
چلنا ہو ہم لے چلیں ہم نے سنا کہ کنارے کی چڑھائی پر چند قدم

کے فاصلے سے صاحب مجسٹریٹ کا خیمہ ہے میں فوراً وہاں گیا اور دیکھا کہ ہمارے خواجہ تاش شرد صاحب موجود ہیں جب میں نے اپنے تئیں بتایا (کیونکہ میں تو ہندوستانی کپڑے پہنے ہوئے تھا اور وے مجھ کو پہچان نہ سکتے تھے) تو وے ایسے متعجب ہوئے جیسے کوئی بھوت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو کیوں کہ بہت عرصے سے میری نسبت یہ مشہور تھا کہ فتح گڈھ میں مارے گئے ان کے دلی مرحبا کو میں کبھی نہ بھولوں گا میں نے ان سے کہا کہ پروبن صاحب اور ان کے بیوی بچے بھی نیچے کشتی میں ہیں جا کر ان کو لے آیئے۔ وے جھٹ پٹ گئے۔ جب شرد صاحب باہر گئے تو میرے سر میں ایک چکر سا آگیا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب چیزیں گھوم رہی ہیں میں اسی غشی کی حالت میں زمین پر گر پڑا تھوڑی دیر بعد شرد صاحب پروبن صاحب اور ان کے اہل وعیال کو لے کر لوٹے اس وقت تک مجھ کو افاقہ ہو گیا تھا جب ہم سب خیمے میں اکٹھے ہوئے تو ہم نے شرد صاحب سے پہلے یہ بات پوچھی کہ وہ لوگ جو فتح گڈھ سے بھاگے تھے اور جن کی نسبت ہم امید کرتے تھے کہ بعض بچ گئے ہوں گے ان کا کیا حال ہوا تب ہم نے یہ ٹھیک خبر سنی کہ وے حقیقت میں سب کے سب مارے گئے کوئی نہیں بچا۔ ہم نے کانپور کا قتل خوفناک بھی سنا جس کی نسبت ہم افواہ واہیات سنا کرتے تھے اور یقین نہیں آتا تھا ہم یقین کرتے تھے کہ فتح گڈھ کے انگریزوں میں کہ اس میں مرد اور بچے سب قسم کے بہت سے لوگ تھے صرف ہم چار آدمی اور دو

زندہ بچے ہیں شر صاحب نے اپنے خیمے کے قریب دمدمے کے باہر ہمارے لئے ایک بنگلہ جو بطور سرائے تھا درست کرا دیا جب ہم اس بنگلے میں جانے لگے تو راہ میں وہ مکان واقع ہوتا تھا جہاں قتل عام کیا گیا تھا اور وہ کنواں جسمیں ہمارے بہت سے عزیز دوست دفن ہیں جن کو ہم چند روز ہوئے اچھے خاصے صحیح سالم چھوڑ کر گئے تھے تین مہینے کے بعد جب ہم نے اپنے تئیں پہلے پہل پھر ایک گھر میں دیکھا اور مقام محفوظ میں پایا تو ایک حیرت سی معلوم ہوتی تھی دل میں تشکر کا جوش تھا ہم سب نے مل کر سجدہ کیا اور خدا کی تعریف کی کہ اس نے اس عجیب طرح پر ہم کو دشمن کے ہاتھوں سے اور ان لوگوں سے جو راہ میں ہماری گھات لگائے پڑے تھے نجات دی۔

ختم شد

التماس

شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کا نام نامی اردو ادب میں وہ خاص مقام رکھتا ہے جس کیلئے تعارف کا لفظ استعمال کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اردو ادب سے تعلق رکھنے والے حضرات تقریباً ایک صدی سے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے آئے ہیں کہ مولانا مرحوم کا زمانہ وہ اکھیڑ پچھاڑ کا زمانہ تھا کہ جن اثرات کی سمیّت کو مٹانے کے سلسلے میں اگر کچھ صاحب بصیرت لوگ کوشش نہ کرتے تو مسلمانان ہندوستان کی ایک ہزار سالہ تہذیب وروایات ورسومات سب یک قلم کالعدم ہو جاتے مگر ان حالات میں ہمیشہ تائید غیبی مسلمانوں کے حالات کے سلسلے میں ممدّ و معاون رہی۔ تاریخ اس کی شاہد ہے اور ایسا ہی ہوا بھی۔

۱۸۵۷ء کا انقلاب جس کو دنیا غدر کے نام سے موسوم کرتی ہے

دراصل غدر نہ تھا بلکہ مسلمانان ہندوستان پر جو دینی غفلت کے موٹے پردے پڑ گئے تھے ان کو تار تار کرنے کے لئے رحمت الٰہی جوش میں آئی اور بظاہر زحمت کا دور شروع ہوا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ تکالیف و مصائب انسان کو شعوری طور پر ایک صحیح بیداری کا حامل بناتی ہیں اور اس کے لئے

ع مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

یہ مرد مجاہد رحمت الٰہیہ کا جیتا جاگتا مرقع یا جیتی جاگتی تصویر ہوتا ہے۔ منشاء الٰہی ہمیشہ سے مسلمانوں پر خصوصی رحمت و عنایت کی نظر رکھتی ہے اس لئے یہ مرد مجاہد چند ایسی ما فوق الفطرت صلاحیتوں کا مالک بن کر مسلمانوں کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرتا ہے جس میں قدم قدم پر اس کی ہدایت کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمان پیش نظر رہتا ہے۔ انہی مخصوص فطرتوں میں شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب کا شمار ایک صدی بعد آج بھی ہوتا ہے۔ اور اس وقت بھی ہوتا تھا۔ جب مولانا مرحوم حیات تھے

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولانا نذیر احمد مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے ایک حساس دل، ایک دور رس نگاہ، اور ایک گہرا دماغ عنایت فرمایا تھا۔ یہ تینوں صلاحیتیں جب ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں تو دین اسلام کی بھلا اس کو مجاہدات کی دنیا

میں صفِ اولیٰ میں جگہ دیتی ہے۔ جس کو ہم فلاح دارین کہتے ہیں وہ خود سلیقے سے زندہ رہتا ہے اور دوسروں کو بھی باسلیقہ زندگی گذارنے کا وہ طریقہ سکھلا جاتا ہے جس کو بجز القائے ربانی کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اس دورِ مجاہدین میں سر سید احمدؒ، نواب محسن الملکؒ، شبلی نعمانیؒ، خواجہ حالیؒ اور دیگر بہت سے ایسے بزرگ گذرے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو پیش نظر رکھ کر اللہ کی رحمت پر بھروسہ کیا اور اصلاحِ قوم کے لئے دامے، درمے، سخنے، قدمے آگے بڑھے اور کامیابی نے ان کا قدم چوما۔ یہ ان کا احسان عظیم ہے اس امّت مرحومہ پر جس کو آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ غلامی حاصل ہے۔ جس کے آگے دنیاوی بلندیاں اور تمام مادی ترقیاں ہیچ اور لایعنی ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ ان مجاہدین کے کارنامے آج بھی ماضی کو روشن کر دینے کے بعد حال کی تابناکیوں کی وجہ بن کر مستقبل کی درخشانیوں میں اضافہ کرنے کا باعث ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ مولانا مرحوم باوجود یکہ ادبی اور مذہبی دنیا میں ایک اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔ مگر قوم کا درد ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ انھوں نے اچھی طرح صحیح طور پر محسوس کر لیا تھا کہ اگر قوم کو اس کے غلط راستوں سے اب نہ روکا گیا اور صحیح راستہ ان کو نہ دکھایا گیا تو قدرت اس کو زندہ

کو کبھی معاف نہ فرمائے گی اس لئے انھوں نے اس کمزوری کا واحد حل صرف مسلمانوں کی تعلیمی حالت کی درستگی میں ہی پایا اور اس کے لئے انھوں نے سر دھڑ کی بازی لگادی۔ دماغ قابل رشک، عقل قابل ستائش زبان قابل تحسین تھی۔ قلم سے وہ کام لیا کہ آج تلوار بھی وہ کام نہیں کر سکتی۔ قوم کو جگایا۔ اور اس طرح جگایا کہ ایک صدی تک قوم نے سونے کا نام نہیں۔ مگر طاغوتی طاقتوں کی تھپکیوں نے اس کو پھر تھپکیاں دیں اور غنودگی بڑھنے لگی۔ اور کیوں نہ بڑھتی جب کہ جگانے والا کوئی نہ تھا۔ مگر مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کے قلم سے نکلی ہوئی ایک ایک سطر کیا ایک ایک حرف قوم جگاتا تھا، جگاتا ہے، اور جگاتا رہے گا۔ کاش! قوم اس محسن اعظمؒ کے کارناموں کو اب بھی کلیجے سے لگالے تو سب مسائل حل ہوں۔

مولانا صاحب مرحوم تعلیمی دنیا میں مسلمانوں کو آگے بڑھا کر ان کے دینی جذبہ کی اجاگری کے لئے کوشش کرتے تھے اور یہ بات زمانہ کے ساتھ درست ہوتی چلی جارہی ہے کہ علم کے بغیر اصلاح و ترقی کی جملہ راہیں مسدود ہیں۔ آپ نے ان کی کتابیں پڑھی ہوں گی۔ نہ پڑھی ہوں تو اب پڑھئے اور اپنے لئے ترقی کی راہوں کو تلاش کیجئے۔ کامیابی آپ کے لئے مقدر کر دی گئی ہے۔

مولانا مرحوم کی جملہ تصانیف الحمد للہ آج بھی دنیا کے

ہر خطہ میں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ مگر کچھ کتابیں اُن کی خدا معلوم کیوں اس وقت تک سامنے نہیں آرہی ہیں۔...

...... اسی سلسلہ کی ایک کتاب موجودہ مصائب غدر بھی ہے جو ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں مولانا مرحوم کی انگریزی دانی کا جہاں اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ صرف اس لئے کیا گیا تھا کہ مسلمان جو خود کو انتہائی مصائب کا شکار سمجھے ہوا تھا اس غلطی سے آگاہ ہو جائے اور جان لے کہ اس پر محکوم ہو کر جو مصائب آئے ہیں اس سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر ہی اس قوم پر بھی آئے جو خود کو حاکم کہتی ہے اور ترقی یافتہ بھی کہتی ہے۔

ساری کتاب پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ مولانا مرحوم نے کس طرح زمانہ کے ساتھ چل کر انگریزوں کے مصائب سے ہندوستانیوں کو روشناس کرا کر ان کی ہمت بندھائی ہے۔ بڑی مشکل سے اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ حاصل کیا اور اس کو بجنسہٖ پیش کر رہا ہوں۔

کتابت کے سلسلے میں مولوی عبدالعزیز صاحب زعیم نے میری بڑی مدد کی۔ کہ دیگر کاتبوں کی طرح اغلاط سے کام نہ لیا اس سے میرا کام آسان ہوا۔ اور میری ہمت بھی بندھی اللہ

ان کو اس کی جزائے خیر دے - آمین

ادبی حیثیت سے مولانا نذیر احمدؒ کا نام اس کتاب کی افادی حیثیت کا ضامن ہے -

نیاز مند

مسلم احمد نظامی ایم - اے

نبیرہ مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم

(اعلیٰ پرنٹنگ پریس دہلی)